

جواب میری

کوشش ہوتی ہے



میرا احسا

کنگ روڈ پر مجاہد بلڈنگ کے عین سامنے ایک چار منزلہ فلیٹس کی عمارت تھی۔ اس عمارت کے فلیٹ بھی مجاہد بلڈنگ کے فلیٹس کے طرز پر ہی بنے ہوئے تھے۔ اس بلڈنگ کی تیسری منزل کے ایک فلیٹ میں ایک لمبا ترنگا مضبوط جسم کا مالک نوجوان کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے گود میں ایک بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ بریف کیس کھلا ہوا تھا اور اس میں مختلف خانے بنے ہوئے تھے۔ جن میں ایک دو مار جدید رائفل کے پارٹس نظر آ رہے تھے۔ نوجوان ان پارٹس کو نکال نکال کر نہایت مہارت سے جوڑ رہا تھا۔ چند ہی لمحوں میں اس نے رائفل کے پارٹس جوڑ لئے جس پر دور بین بھی فٹ تھی۔ نوجوان نے سب سے آخر میں بریف کیس کے ایک کونے کو مخصوص انداز میں دبایا تو وہاں خود بخود ایک خانہ کھلتا چلا گیا۔ اس خانے میں گولیاں رکھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی مگر اس وقت ان خانوں میں صرف ایک گولی

دکھائی دے رہی تھی۔ جو عام گولیوں سے قدرے لمبی اور شیشے کی بنی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ نوجوان نے گولی نکال کر ہاتھ میں لے لی۔ گولی میں جیسے ہلکے سبز رنگ کا محلول بھرا ہوا تھا جس میں سے عجیب سی چمک نکلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ گولی کو دیکھتے ہوئے نوجوان کے چہرے پر اچانک بے پناہ سفاکی اور درندگی سی ابھرائی تھی۔

اس نے رائفیل میں گولی ڈالی اور اسے لوڈ کر کے بریف کیس کو میں پر رکھ کر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وال نکلاک پر نظر ڈال کر اس نے پر خیال انداز میں سر ہلایا اور سڑک کی جانب کھلنے والی کھڑکی کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

کمرے میں ہلکے پاور کا بلب جل رہا تھا جس کی وجہ سے کمرے میں مدہم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کھڑکی پر ایک دیرپہ چہرہ صاف ہوا تھا۔ نوجوان نے پردہ ہٹا کر کھڑکی کے اس حصے پر گن کی نال رکھ دی جہاں ایک جگہ سے شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس نے دور بین پر آنکھ لگائی اور مجاہد بلڈنگ کے فلیٹوں کی طرف دیکھ کر دور بین ایڈجسٹ کرنے لگا۔ اس نے دور بین سامنے موجود ایک فلیٹ کے بند دروازے کی طرف رکھ کر فلیٹس کی تھی۔ دروازے پر فلیٹ نمبر دو سو لکھا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابھی اسے وہاں کھڑے کچھ ہی دیر گزری ہوگی کہ اس نے اچانک فلیٹ کے دروازے کا پینڈل کھوستے دیکھا۔ پینڈل کو گھومتے دیکھ کر وہ چوکنٹا ہو گیا۔ اس کی انگلی یکدم ٹریگر پر آگئی۔ اسی لمحے فلیٹ

کا دروازہ کھلا اور ایک نہایت وجہہ شکل والا نوجوان باہر آ گیا۔ نوجوان کے چہرے پر شدید بوکھلاہٹ ناچ رہی تھی۔ جیسے کسی نے اسے زبردستی فلیٹ سے باہر نکال دیا ہو۔ اس نوجوان کو دیکھ کر گن بردار کی آنکھوں میں سفاکانہ چمک ابھرائی تھی۔

فلیٹ سے نکلنے والے نوجوان نے بوکھلائی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ابھی وہ فلیٹ کا دروازہ عبور کر کے باہر نکلا ہی تھا کہ گن بردار نے گن کا ٹریگر دبا دیا۔ "ٹھک" کی آواز کے ساتھ گن کی نال سے ایک سرخ شعلہ سا نکلا اور پھٹی کی سی تیزی سے ہوا میں سفر کرتا ہوا فلیٹ نمبر دو سو سے نکلنے والے نوجوان کے سینے میں گم ہو گیا۔ نوجوان کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ پیچھے کی جانب اسٹ کر پٹلے دروازے سے نکل آیا اور پھر نیچے کر گیا۔ اس کے حلق سے ایک دردناک چیخ خارج ہو گئی تھی جس نے ارد گرد کے ماحول کو جھٹکا کر رکھ دیا تھا۔ فلیٹ سے نکلنے والا نوجوان فلیٹ کے دروازے کے پاس گراہری طرح سے تڑپ رہا تھا۔ اس کے سینے سے خون کسی فوارے کی طرح ابل رہا تھا۔ اس کی خوفناک درد بھری چیخ کی آواز سن کر ارد گرد کے فلیٹوں کے دروازے کھل گئے اور کئی لوگ دوڑ کر تڑپتے ہوئے نوجوان کی جانب بڑھنے لگے۔

اپنے نشانے کو نوجوان کے سینے پر لگتے دیکھ کر گن بردار کے ہونٹوں پر سفاکانہ مسکراہٹ ابھرائی تھی۔ فلیٹ کے آگے جنگھ لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے اسے دور بین میں نوجوان بری طرح تڑپتا ہوا صاف

کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

دو دو تین تین سیڑھیاں پھلانگتا ہوا وہ عمارت سے باہر نکل کر بجلی کی سی تیزی سے سامنے موجود ایک گلی میں گھستا چلا گیا۔ اس گلی سے نکل کر وہ دوسری اور پھر تیسری گلی میں آیا اور پھر ایک کھلی سڑک پر آ گیا۔

سڑک پر آ کر اس نے قریب سے گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو روکا اور پچھلی طرف کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

”آپر روڈ“۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔ ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ٹیکسی سڑک پر دوڑنے لگی۔ مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی ٹیکسی آپرر روڈ پر پہنچی تو نوجوان نے ٹیکسی جھوڑی اور کچھ دیر پیدل چل کر دوسری طرف ایک اور سڑک پر آ گیا۔ وہاں ایک بہت بڑا کاروباری پلازہ تھا۔ وہ نہایت اطمینان بھرے انداز میں اس پلازہ میں گھستا چلا گیا۔ اس پلازہ کی بیسمنٹ گاڑیوں کی پارکنگ کے لئے مخصوص تھا۔ نوجوان وہاں موجود ایک سفید رنگ کی ڈائسن کی جانب بڑھا۔ جیب سے چابی نکال کر اس کے کار کا دروازہ کھولا اور بریف کیس کو ساتھ والی سیٹ پر رکھ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ کار کو پلازہ کی بیسمنٹ سے نکال کر سڑک پر لے آیا اور پھر اس نے کار کو بڑی سڑک پر موڑتے ہوئے فل سپیڈ پر چھوڑ دیا۔

آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد وہ جدید طرز کی بنی ہوئی ایک کالونی

دکھائی دے رہا تھا۔

دوسرے فلینوں سے نکلنے والے لوگ تیزی سے تڑپتے ہوئے نوجوان کی طرف جا رہے تھے لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس نوجوان کے قریب پہنچتے اچانک ایک زوردار دھماکا ہوا اور تڑپتے ہوئے نوجوان کا جسم کسی بم کی طرح پھٹ گیا۔ دھماکے سے اس کے جسم کے پرچے اڑ گئے تھے۔ خون اور گوشت کے لوتھڑے فلیٹ کے دروازے، دیواروں اور وہاں آنے والے لوگوں پر گر گئے تھے جو نوجوان کے جسم کو اس طرح پھٹتے دیکھ کر اپنی جگہ یوں ساکت ہو گئے تھے جیسے چابی بھرے ہوئے کھلونے کی چابی ختم ہو جائے تو وہ وہیں رک جاتا ہے۔ نوجوان کے جسم کو دھماکے سے پھٹتے دیکھ کر گن بردار نے دور بین سے آنکھ ہٹا کر پرغزور اور فاتحانہ انداز میں مکالمہ کیا اور گن کھڑکی سے ہٹا کر جلدی سے پیچھے ہٹ آیا۔

کھڑکی سے ہٹتے ہی وہ تیزی سے میز کی طرف بڑھا جہاں اس کا کھلا ہوا بریف کیس پڑا تھا۔ اس نے جلدی جلدی گن کے پارٹس الگ کئے اور انہیں بریف کیس کے مخصوص خانوں میں فٹ کرنے لگا۔ تمام پارٹس بریف کیس میں رکھ کر اس نے بریف کیس بند کیا اور اس کا پینڈل پکڑ کر تیزی سے یہ دہراڑے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

دروازے کی چٹخنی گرا کر اس نے دروازہ کھول کر احتیاطاً باہر جھانکا پھر باہر راہداری میں کسی کو نہ پا کر وہ فلیٹ سے باہر آ گیا اور تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا عمارت کے پچھلی طرف جانے والے راستے کی سیڑھیوں

دیوار میں ایک خلا سا نمودار ہو گیا جہاں سے سیڑھیاں نیچے جاتی ہوئی صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

سیڑھیاں اتر کر وہ ایک تہہ خانے میں آیا جہاں عمارت کے ہی طرز کے کمرے بنے ہوئے تھے۔ وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کمرے میں ضرورت کے سامان کے ساتھ تین لوہے کی بڑی بڑی الماریاں بھی پڑی تھیں۔ ایک الماری کھول کر اس نے بریف کیس رکھا اور پھر اس الماری کے ایک خفیہ خانے سے ایک لانگ ریج ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ٹرانسمیٹر لے کر وہ ایک طرف پڑی ہوئی کرسی پر آ بیٹھا اور ٹرانسمیٹر پر لگے بین پریس کر کے اس پر اپنی مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ چند ہی لمحوں میں کمرے میں نہایت مترنم موسیقی کی آواز ابھرنے لگی۔ نوجوان نے ایک بین پریس کیا تو موسیقی کی آواز آنا بند ہو گئی۔

”ہیلو۔ ہیلو زبرد ایون کالنگ۔ زبرد زبرد ایون کالنگ۔“

اور ”اس نے ایک بین دبا کر زور زور سے کہنا شروع کیا۔

”ہیس۔ زردون ایون انڈنگ یو۔ اور۔“ دوسری جانب سے اچانک سانپ کی طرح پھنکارتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”پاکیشیا سے کرئل بلیک بول رہا ہوں باس۔ اور۔“ نوجوان نے دوسری طرف کی آواز سن کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہیس کرئل بلیک۔ کیارپورٹ ہے۔ اور۔“ دوسری طرف سے اسی لہجے میں پوچھا گیا۔

میں جا بچھا۔ دو تین سڑکیں مڑ کر اس نے کار کو ایک جدید طرز کی شاندار اور بڑی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے روک دیا۔ گیٹ کے پاس کار لے جا کر اس نے تین بار مخصوص انداز میں ہارن بجایا تو کوٹھی کا گیٹ ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔ نوجوان نے کار آگے بڑھائی اور کوٹھی میں آ گیا۔ جیسے ہی اس کی کار کوٹھی میں داخل ہوئی گیٹ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔

نوجوان نے ایک جگہ کار روکی اور بریف کیس اٹھا کر کار سے باہر آ گیا۔ کار کا انجن وہ پہلے ہی بند کر چکا تھا۔ جیسے ہی وہ کار سے باہر نکلا ایک ستون کی آڑ میں چھپا ہوا ایک نقاب پوش باہر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن موجود تھا۔ اسے دیکھ کر نوجوان ٹھٹھک کر رک گیا۔ نقاب پوش نے گن کا ڈنڈا اس کی جانب کر رکھا تھا۔

”کوڈ بتاؤ۔“ نقاب پوش نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کڑکدار آواز میں کہا۔

”زبرد زبرد ایون۔“ نوجوان نے کہا اور نقاب پوش نے سر ہلا کر گن پیچھے کر لی۔ نوجوان بریف کیس اٹھائے تیزی سے اندرونی عمارت کی جانب بڑھ گیا۔ ایک خوبصورت طرز پر سجے ہوئے کمرے میں آ کر اس نے سب سے پہلے دروازہ بند کیا اور پھر دائیں طرف بنے ہوئے واردروب کی جانب بڑھ گیا۔ واردروب کھول کر اس نے ہینگر پر لٹکے ہوئے کپڑے ایک طرف ہٹائے اور نیچے موجود دیوار پر ایک جگہ مخصوص انداز میں ہاتھ مارا۔ اسی وقت ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی اور

ملاحظہ: تم اس شخص کے بارے میں کچھ نہیں جانتے کرنل  
 مجب - وہ انسان ضرور ہے لیکن اس کے جسم میں کسی بہت بڑے  
 عینے کا روج ہے۔ جو ایک نہیں ہزاروں آنکھیں رکھتی ہے۔ اسے

”میں نے پاکیشیا پہنچ کر سب سے پہلے ہارڈ نارگٹ کے بارے میں تمام تر معلومات اکٹھی کی تھیں باس سبہاں بڑے بڑے لوگوں اور جرائم پیشہ افراد کے بارے میں معلومات فروخت کرنے والی بہت سی خفیہ ایجنسیاں کام کر رہی ہیں جو بھاری معاوضوں پر کسی کے بارے



بڑھاتے ہوئے کہا۔ جند لمحے وہ اسی طرح غصے اور حیرت سے سوچتا رہا پھر مشن کے سلسلے میں وائٹ کنگ سے ڈسکس کرنے اس کے پاس جانے کے لئے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے نکل کر تہہ خانے سے نکلنے کے لئے چھڑکیاں چڑھتا چلا گیا۔

ہے یہ میں انہیں خود ہی سمجھا دوں گا۔ جہار ان سے کوئی رابطہ نہیں ہوگا۔ وہ اپنے طور پر کام کریں گی اور تم اپنے طور پر۔ اپنی مدد کے لئے تم اس ملک میں موجود ہماری وائٹ سینڈیکیٹ سے کام لے سکتے ہو۔ وائٹ سینڈیکیٹ کے سربراہ کا یہاں بہت نام ہے۔ وہ یہاں وائٹ کنگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا رابطہ نمبر اور کوڈ ہمیں پہلے ہی بتایا جا چکا ہے۔ اسے بھی ہماری تمام تر تفصیلات بھجوائی جا چکی ہیں۔ اس سے رابطے کا جہاز اکوڈ کرنل بلیک ہی ہوگا اور وہ ہمیں وائٹ کنگ کا کوڈ بتائے گا۔ اور۔۔۔ باس نے کہا۔

”اوکے باس۔ میں ابھی وائٹ کنگ سے رابطہ کرتا ہوں اور اس سے مشن ڈسکس کر کے آج ہی سے مشن پر کام کرنا شروع کر دیتا ہوں۔ اور۔۔۔ کرنل بلیک نے کہا۔

”سہی جہازے لئے بہتر ہوگا۔ اور اینڈ آل۔۔۔ باس نے سرد مہری سے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ کرنل بلیک نے بھی سر جھٹک کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور اسے غصے سے بستر پر اچھال دیا۔

”ہونہ، باس ہارڈ مارگٹ سے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔ جب میں نے خود اپنے ہاتھوں سے کرشل بلیٹ کا شکار کر کے اسے ہلاک کیا ہے تو باس کو میری باتوں پر یقین کیوں نہیں آ رہا۔ ہارڈ مارگٹ ہونہ۔ علی عمران کے کرشل بلیٹ کی وجہ سے میں نے ہزاروں ٹکڑے اپنی آنکھوں سے اڑتے ہوئے دیکھے ہیں پھر وہ مر کر دوبارہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے۔“ کرنل بلیک نے غصے سے



ظاہر ہے جو یا کو ہی ہوتا تھا جبکہ سب سے زیادہ خوشی تنویر کو تھی جسے ان دنوں جو یا کے آگے پیچھے رہنے کا زیادہ موقع مل رہا تھا۔

پچھلے دو تین دنوں سے وہ بھی کسی جگہ نہیں گئے تھے اس لئے سب اپنے اپنے فلیٹوں میں آرام کر رہے تھے۔ جو یا کے پاس کوئی کام نہ تھا اس لئے وہ فلیٹ میں بیٹھی کتابیں پڑھ رہی تھی۔ مسلسل کئی گھنٹوں سے ایک کتاب پڑھتے ہوئے اس کے سر پر اس وقت خشکی سی چھا گئی تھی۔ اسے جانے کی طلب محسوس ہوئی تھی۔ اس لئے وہ کتاب بند کر کے اٹھی تھی۔ ابھی وہ اٹھ کر کچن کی جانب بڑھی ہی تھی کہ کال بیل بجی اور اس کے کچن کی طرف اٹھتے ہوئے قدم رک گئے۔

"کون آگیا اس وقت"۔ اس نے سوچا اور پھر مڑ کر بیرونی دروازے کی جانب بڑھتی چلی گئی۔

"کون"۔ اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر حسب عادت پہلے پوچھ لینا مناسب خیال کیا۔

"صفر ہوں مس جو یا"۔ باہر سے صفر کی آواز سنائی دی اور جو یا نے سر ہلاتے ہوئے چٹختی گرا کر دروازہ کھول دیا اور صفر اندر آ گیا۔

"کیا بات ہے مس جو یا۔ کیا ابھی تک آپ سو رہی تھیں۔ باہر تو اچھا خاصا دن نکلا ہوا ہے"۔ سلام دعا کے بعد صفر نے جو یا کی آنکھوں میں سرخی دیکھ کر کہا۔

"سو نہیں رہی تھی۔ رات سے ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔ کتاب

جو یا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کتاب بند کی اور اسے ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

ان دنوں سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس نہ تھا اس لئے ممبروں کو سوائے سیر و تفریح یا پھر آرام کرنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ سارے ممبر ایک جگہ اکٹھے ہو کر سیر و تفریح کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور دل کھول کر انجوائے کرتے۔ انہوں نے عمران کو بھی اپنے ساتھ سیر و تفریح کرنے کے لئے اپنے گروپ میں شامل کرنے کی کوشش کی تھی مگر کئی روز سے عمران انہیں مل ہی نہیں رہا تھا۔ فلیٹ میں موجود سلیمان کا ان کو ایک ہی جواب ملتا تھا کہ وہ صبح صبح نہ جانے کہاں چلے جاتے ہیں اور رات گئے ہی لوٹتے ہیں۔ وہ کہاں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں اس کے بارے میں اسے کچھ علم نہیں تھا۔ گروپ میں عمران کے شامل نہ ہونے کا سب سے زیادہ افسوس

پڑھتے پڑھتے رات گزر گئی اس کا تپہ ہی نہیں چل سکا۔" جو یانے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ، اس کا مطلب ہے آپ رات سے جاگ رہی ہیں۔ ایسی کون سی خاص کتاب ہے جس کی دلچسپی نے آپ کو رات بھر سونے نہیں دیا۔" صفدر نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"خود ہی دیکھ لو۔ اندر کمرے میں ٹیبل پر بڑی ہے۔" جو یانے جواب دیا اور صفدر کے ساتھ اندر آگئی۔ صفدر ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور میز پر بڑی، ہونی کتاب کو اٹھا کر دیکھنے لگا۔

"سائیکالوجی۔ یہ آپ کو سائیکالوجی پڑھنے کا شوق کب سے ہو گیا۔ آپ تو ایسی کتابوں سے دور بھاگتی تھیں۔" صفدر نے کتاب اٹھتے پلٹتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"بس یو نہ بنی۔ پڑھنے اور وقت گزارنے کے لئے گھر میں اور کوئی کتاب نہیں تھی اس لئے جو ہاتھ لگی پڑھنے بیٹھ گئی۔" جو یانے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ سائیکالوجی جیسا سبکیٹ اس قدر دلچسپی کا حامل نہیں ہے کہ اس کے لئے رات بھر جاگا جاسکے۔ بہر حال میں تو آپ کو لے جانے کے لئے آیا تھا مگر آپ رات بھر سے جاگی ہوئی ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے آپ کو اس وقت آرام کی سخت ضرورت ہے۔" صفدر نے کتاب میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"لے جانے آئے تھے۔ کہاں۔" جو یانے پوچھا۔

"آج ہم نے ایک عجیب اور اہم پروگرام بنایا تھا۔ جس میں آپ کا ہونا بہت ضروری تھا۔ لیکن خیر کل سہی۔ آج آپ آرام کریں۔" صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو اور مجھے بتاؤ کون سا عجیب اور اہم پروگرام بنایا تھا تم لوگوں نے اور اس میں میری شمولیت کیوں ضروری تھی۔" جو یانے اسے داپس صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آج ہمارا عمران صاحب کا گھبراؤ کرنے کا ارادہ تھا۔" صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران کا گھبراؤ۔ کیا مطلب، میں سمجھی نہیں۔" جو یانے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"عمران صاحب پچھلے کئی روز سے غائب ہیں۔ وہ نہ ہمارے کسی پروگرام میں شامل ہو رہے ہیں اور نہ کسی طرح ان سے ہمارا کوئی رابطہ ہو رہا ہے۔ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ آج ہم سب مل کر ان کے فلیٹ پر چھاپہ ماریں اور انہیں گھیر کر زبردستی اپنے ساتھ سیر و تفریح کے لئے لے جائیں۔" صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پروگرام تو اچھا ہے۔ لیکن کیا تمہیں یقین ہے کہ عمران اس وقت ہمیں فلیٹ میں مل جائے گا۔" جو یانے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔ اس وقت صبح کے چھ بجے ہیں۔ سلیمان کے مطابق

عمران صاحب فلیٹ سے سات اور آٹھ بجے کے درمیان نکلتے ہیں۔“  
صفدر نے جواب دیا۔

”اوہ، واقعی پھر تو اسے کچڑا جاسکتا ہے۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔“ جوئیہ نے جلدی سے کہا۔

”لیکن مس جوئیہ آپ.....“ صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

”میری تم فکر نہ کرو۔ یقیناً ابھی مجھ سے کوسوں دور ہے۔“ جوئیہ نے جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھرتی تھی جیسے دیکھ کر صفدر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

”ٹھیک ہے آپ جلدی سے نہادھو کر کپڑے بدل لیں۔ میں اتنی دیر کچن میں جا کر آپ کے اور اپنے لئے چائے بناتا ہوں۔ نہادھو کر اور چائے پی کر آپ فریش ہو جائیں گی۔“ صفدر نے کہا اور جوئیہ سر ہلا کر اندر چلی گئی۔ جوئیہ نہادھو کر اور لباس بدل کر باہر آئی تو صفدر چائے کے دو کپ بنا کر میز پر رکھ چکا تھا۔

”باقی ممبر کہاں ہیں۔“ جوئیہ نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

”آج ہم نے سی ویو پنکک پوائنٹ پر جانے کا پروگرام بنایا ہے۔ وہاں عمران صاحب نہ ہوں تو تفریح کا مزہ ہی نہیں آتا۔ میں نے تیار ہو کر انہیں وہیں پہنچنے کے لئے کہہ دیا ہے اور ان سے کہا تھا کہ میں اور مس جوئیہ کسی بھی طرح عمران صاحب کو لے کر ایک گھنٹے تک ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔“ صفدر نے کہا اور جوئیہ نے اثبات میں سر ہلا

دیا۔

”کیوں نہ عمران کی موجودگی کا پتہ کرنے کے لئے اسے فون کر لیا جائے۔“ جوئیہ نے کسی خیال کے تحت کہا۔

”پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ عمران صاحب کو فون کر کے انہیں فلیٹ میں ہی رہنے پر پابند کر دوں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ عمران صاحب جو کچھ کر رہے ہیں ہو سکتا ہے وہ ہمیں اس سلسلے میں کچھ نہ بتانا چاہتے ہوں اور خود ہی ہمیں کہہ دیں کہ وہ فلیٹ پر نہیں ہیں۔“ صفدر نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

”وہ خود کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ فلیٹ پر نہیں ہے۔“ جوئیہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

”عمران صاحب آواز میں بدلنے کے ماہر ہیں۔ اگر وہ سلیمان کی آواز میں یہ بات کہیں تو ہم بھلا ان کی آواز کیسے پہچان سکتے ہیں۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور جوئیہ نے پر خیال انداز میں سر ہلا دیا۔

”تم ٹھیک کہتے ہو۔ آؤ پھر ہم جلد سے جلد اس کے فلیٹ پر پہنچ جائیں۔ ایسا نہ ہو وہ نکل جائے۔“ جوئیہ نے آدمی چائے پی کر کپ میز پر رکھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اس کی بے تابی دیکھ کر صفدر بھی سر ہلا کر اٹھ گیا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ کار میں بیٹھے عمران کے فلیٹ کی جانب اڑے جارہے تھے۔ کار صفدر کی تھی اور وہی اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔

کتابی کیوا بنا رہتا ہے۔ مگر ان دنوں ایسا نہیں ہے۔ اس نے ہم سب سے ملنا جلنا ترک کر رکھا ہے۔ صبح نکلتا ہے اور رات گئے لوٹتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے وہ بغیر کسی مقصد کے اتنی اتنی در کہیں غائب رہتا ہوگا۔ جو یانے سنجیدگی سے کہا۔

”آپ نے واقعی بڑے پتے کی بات کی ہے۔ عمران صاحب جیسے آدمی واقعی بلا وجہ اپنا وقت برباد کرنے کے عادی نہیں ہوتے۔ لیکن کیا ہم ان کی نگرانی یا ان کا تعاقب کر سکیں گے۔“ صفدر نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”کیوں، کیوں ہم اس کی نگرانی اور تعاقب نہیں کر سکیں گے۔“ جو یانے حیران ہو کر پوچھا۔

”عمران صاحب ہزار آنکھیں رکھتے ہیں۔ ان کی نگرانی اور ان کا تعاقب کرنا اور یہ جانتا کہ وہ کہاں آتے جاتے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ کیا ہم ان کی نظروں سے چھپے رہیں گے۔“ صفدر نے کہا۔

”میں سمجھ رہی ہوں تم کیا کیا چاہا رہے ہو۔ تم اس کار کو بدلو۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔ اس ترکیب پر عمل کر کے عمران کا آسانی سے تعاقب کر سکتے ہیں اور یہ بھی جلنے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ وہ آہٹل کیا کر رہا ہے۔“ جو یانے بڑے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ کون سی ترکیب ہے مس جو یانے۔“ صفدر نے اس بار حیران نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

”صفدر، عمران جہاری کا اچھی طرح سے پہچانتا ہے۔ اس کی جگہ کسی اور کار کا بندوبست ہو سکتا ہے۔“ اچانک جو یانے کچھ سوچتے ہوئے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہو تو سکتا ہے مگر ہمیں کار بدلنے کی کیا ضرورت ہے۔“ صفدر نے چونک کر پوچھا۔

”عمران کا گھیراؤ کرنے سے پہلے کیوں نہ ہم پہلے اس بات کا پتہ چلانے کی کوشش کریں کہ وہ آہٹل کیا کرتا پھر رہا ہے اور کہاں آتا جاتا ہے۔“ جو یانے سوچتے ہوئے کہا۔

”یعنی ہم عمران صاحب کی نگرانی اور ان کا تعاقب کریں۔“ صفدر نے جو عینے والے انداز میں کہا۔

”ہاں، ہو سکتا ہے عمران ان دنوں کسی کیس پر کام کر رہا ہوں اور چیف کی نظروں میں کریڈٹ لے جانے کے لئے ہم سے بالا ہی بالا سب کچھ کر رہا ہو۔“ جو یانے بدستور سوچنے والے انداز میں کہا۔

”ان دنوں یہاں ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ لگتا ہے مجرموں نے یا تو ہمارے ڈر سے دارالحکومت میں آنا ہی چھوڑ دیا ہے یا کہیں کوئی کھدروں میں جا چھپے ہیں۔ ایسے میں عمران صاحب بھلا کس کیس پر کام کر سکتے ہیں۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بعض اوقات گہری خاموشی بھی کسی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے صفدر۔ ذرا سوچو عمران فراغت کے دنوں میں یا تو ہمارے ساتھ سیر و تفریح میں مصروف رہتا ہے یا پھر فلیٹ میں بڑا

"ایسے نہیں۔ تم کار بدلو اور عمران کے فلیٹ کی طرف چلو۔ پھر دیکھو میں کیا کرتی ہوں۔" جوینا نے بدستور پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ صفدر چند لمحے حیرت سے اس کی طرف دیکھا رہا پھر اس نے سر ہلا کر کار ایک طرف موڑ لی۔

"مہاں سے کچھ دور میرے ایک دوست کا شوروم ہے۔ میں اس سے کوئی کار لے لیتا ہوں۔" صفدر نے کہا اور جوینا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر اس نے واقعی ایک شوروم میں جا کر اپنے دوست سے بات کی اور اس سے دوسرے ماڈل کی کار لے کر باہر آگیا اور پھر وہ دونوں اس کار میں ایک بار پھر عمران کے فلیٹ کی جانب ہوئے۔ جوینا کے کہنے پر کنگ روڈ پہنچ کر صفدر نے مجاہد بلڈنگ کے سسٹنہ والی عمارت کے شیڈ میں کار روک لی۔ اس جگہ سے دوسری منزل پر موجود عمران کے فلیٹ کا دروازہ آسانی سے دکھائی دے رہا تھا۔

"تم نہیں رکو۔ میں ابھی آتی ہوں۔" جوینا نے مجاہد بلڈنگ کے پارکنگ شیڈ میں عمران کی سپورٹس کار دیکھتے ہوئے صفدر سے کہا اور صفدر کا جواب سننے بغیر کار سے اتر گئی۔ سڑک کر اس کر کے وہ سیدھی عمران کی کار کی جانب بڑھنے لگی۔ صفدر کچھ نہ سمجھتے ہوئے مسلسل اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ جوینا نے عمران کی سپورٹس کار کے پاس جا کر کچھ کیا اور پھر تیز چلتی ہوئی واپس آگئی۔

"میں نے عمران کی کار کے نیچے آئی لگا دیا ہے۔ اس کا رسیور میرے دائیں کان کے ٹائپس میں ہے اس کے علاوہ میرے پاس یہ

جھوٹا سا آلہ ہے۔ اس کی مدد سے ہمیں آسانی سے پتہ چلتا رہے گا کہ عمران کس کس سڑک اور کس گلی میں یا بازار میں جا رہا ہے۔ رسیور کی مدد سے وہ جس کسی سے بات کرے گا میں اس کی آواز آسانی سے سن لوں گی۔" جوینا نے کار میں بیٹھتے ہوئے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا اور پرس میں سے ایک چھوٹی سی مشین نکال کر صفدر کو دکھانے لگی جس پر ایک چھوٹی سی سکریں بنی ہوئی تھی۔

"اوہ، تو آپ اس طرح عمران صاحب کی نگرانی اور تعاقب کا پروگرام بننا ہی تھیں۔" صفدر نے ساری بات سمجھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ہم ایک دو میل کا بھی فاصلہ رکھ کر عمران کا تعاقب کریں گے تب بھی وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ جہاں رکے گا ہم اس تک پہنچ جائیں گے۔" جوینا نے کہا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی وقت ان دونوں کی نظریں عمران کے فلیٹ کی جانب اٹھ گئیں۔ دروازہ کھلا اور انہوں نے عمران کو انتہائی بوکھلائے ہوئے انداز میں فلیٹ سے باہر آتے دیکھا۔ عمران کے چہرے پر اس قدر بوکھلاہٹ دیکھ کر جوینا اور صفدر دونوں چونک پڑے تھے مگر ان دونوں نے جب عمران کو اپنا کما جھٹکا کھا کر پیچھے دروازے سے نکل کر نیچے گرتے دیکھا تو وہ دونوں بوکھلا گئے۔ عمران کے حلق سے نکلنے والی دلدوزیچ نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"اوہ، یہ کیا ہو گیا مس جوینا۔ عمران....." صفدر نے بوجھ کر بولے۔

ہوئے لہجے میں کہا اور جلدی سے کار کا دروازہ کھول کر نیچے

وہ۔" خوف، غم اور شدید بوکھاہٹ کی وجہ سے صدر کے منہ سے صبح  
طور پر لفظ بھی نہیں نکل رہے تھے۔

"کیا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو صدر۔ تم ہوش میں تو ہو۔" ایکسٹنو  
نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ عمران کی موت کا سن کر شاید وہ بھی بری  
طرح سے اچھل پڑا تھا۔

"مم، میں بالکل ہوش میں ہوں سر اور سچ کہہ رہا ہوں۔" صدر  
نے اسی انداز میں کہا اور ایکسٹنو کو بتانے لگا کہ اس نے عمران کو کس  
طرح ہلاک ہوتے دیکھا تھا۔

"اوہ، جو کیا کہاں ہے۔" ساری بات سن کر ایکسٹنو نے پوچھا۔ اس  
کے لہجے میں بھیڑیے جیسی غراہٹ شامل تھی۔

"مس جو کیا، وہ۔ وہ تو باہر ہیں سر اور شاید وہ عمران صاحب کے  
جسم کو اس طرح دھماکے سے پھٹتے دیکھ کر بے ہوش ہو گئی ہیں۔"  
صدر نے جلدی سے کہا۔

"ہو نہ، وہ باہر بے ہوش پڑی ہے اور تم یہاں مجھے فون کر رہے  
ہو۔" احمق جاؤ دیکھو اس خوفناک صدمے میں وہ کہیں اپنے ہوش و  
حواس ہی نہ کھو بیٹھے۔ ایکسٹنو نے چپختے ہوئے کہا۔

"یس سر، میں ابھی دیکھتا ہوں۔ مم، میں....." صدر کا دماغ  
جیسے ابھی تک اپنے ٹھکانے پر نہیں آیا تھا۔ اس نے فون کا رسیور  
کریڈل پر پٹھا اور پھر تیزی سے باہر کی جانب لپکا۔ فلیٹ کے باہر  
لوگوں کا اچھا خاصا جھوم نظر آ رہا تھا جو خوف بھری نظروں سے وہاں

بکھرے ہوئے خون اور گوشت کے لو تھوہوں کے ساتھ بے ہوش پڑی  
جو کیا کو دیکھ رہے تھے۔

"مس جو کیا۔ مس جو کیا۔ ہوش میں آئیے مس جو کیا۔" صدر نے  
بھاگ کر جو کیا کے پاس جا کر اسے بری طرح سے ہتھوڑتے ہوئے کہا  
لیکن جو کیا مکمل طور پر بے ہوش ہو چکی تھی وہ بھلا صدر کی بات کا کیا  
جواب دیتی۔

"یہ صدمے سے بے ہوش ہو گئی ہیں صاحب۔ انہیں جلدی سے  
کسی نزدیکی ہسپتال یا کلینک پر لے جائیے۔" ایک شخص نے صدر  
سے مخاطب ہو کر کہا اور صدر چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا پھر  
اس نے اثبات میں سر ہلایا اور جلدی سے جو کیا کو اٹھایا اور اسے لے کر  
سیڑھیوں کی جانب بھاگنے لگا۔ لوگوں نے اس کی مدد کی کوشش کی  
لیکن صدر جیسے ان کی آوازیں سن ہی نہیں رہا تھا۔ وہ دو دو تین تین  
سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے اترا اور جو کیا کو لئے ہوئے تیزی سے اپنی کار  
کی جانب بھاگتا چلا گیا۔ جو کیا کو کار میں ڈال کر وہ جیسے ہی ڈرائیونگ  
سیٹ پر بیٹھا اسے سامنے سے پولیس کی کئی گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی  
آتی دکھائی دیں۔ اس نے سر اٹھا کر عمران کے فلیٹ کی جانب دیکھا جو  
دور سے سرخ رنگ میں ڈوبا دکھائی دے رہا تھا۔ بے اختیار صدر کی  
آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اس نے کار سٹارٹ کی اور پھر کار ایک  
جھٹکے سے وہاں سے نکل کر سڑک پر آگئی اور نہایت تیزی کے ساتھ  
ایک طرف بھاگتی چلی گئی۔

ایکسٹو کی بے حسی پریچ و تاب کھا رہے تھے لیکن وہ ان کا چیف تھا اور چیف بھی ایسا جیسے انہوں نے کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تک نہیں تھا اسے اور اس کی بے حسی کو وہ کیا کہہ سکتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ایکسٹو پر عمران کی اس ناگہانی موت کا کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔ عمران جیسے اس کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ حالانکہ وہی عمران ایک لحاظ سے سیکرٹ سروس اور ایکسٹو کی ساکھ بنائے ہوئے تھا۔ عملی طور پر ایکسٹو کم اور علی عمران زیادہ سے زیادہ ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ ہر مہم، ہر مشن پر کامیابی کا زیادہ سے زیادہ ہاتھ عمران کا ہی ہوتا تھا۔ سیکرٹ سروس کا ممبر نہ ہونے کے باوجود عمران ان کے شانہ بشانہ چلتا تھا اور ایسے ہزاروں مواقع آئے تھے جب عمران نے سیکرٹ سروس کو یقینی موت کا شکار ہونے سے بچایا تھا۔ وہ عمران ہی تھا جو ان کا استاد، ان کا بھائی اور ان کا سب کچھ تھا۔ ان سب کے سکھ دکھ کے لئے کئی بار عمران موت کے منہ میں جاتا جاتا، بچا تھا۔ اس لئے عمران کی موت ان کے لئے ناقابل تلافی نقصان تھا۔ ایک ایسا خوفناک سانحہ جسے وہ کسی صورت جھٹلا نہیں سکتے تھے۔ حقیقی طور پر سیکرٹ سروس میں ایک ایسا خلا آگیا تھا جسے بھرنا شاید کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کا وہ جتنا بھی افسوس کرتے تھے کہ۔

ان سب کو یہاں ایکسٹو نے ہنگامی کال کر کے بلایا تھا۔ سیکرٹ سروس کے کسی ممبر کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ ایکسٹو کی میننگ انڈ کرے۔ ایکسٹو نے عمران کی موت پر جس بے حسی کا ثبوت دیا تھا اس

میننگ ہال میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سوائے جولیا کے وہاں سیکرٹ سروس کے سارے ممبر موجود تھے۔ ان سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور آنکھیں یوں سرخ اور بھگی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ جیسے وہ ہر ایک روتے رہے ہوں۔ رنج و غم کی وجہ سے ان کے چہروں پر چٹانوں کی سی سختی اور سنجیدگی طاری تھی۔

عمران کے گوشت کے ٹکڑے اکٹھے کر کے ایکسٹو کے حکم کے تحت نہایت عزت اور احترام کے ساتھ ایک قبرستان میں دفن کر دیئے گئے تھے۔ اس وقت عمران کو قبر میں اتارنے والوں میں وہاں سیکرٹ سروس کے ممبروں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ ایکسٹو نے ان سب کو سختی سے عمران کی موت کو چھپانے کا حکم دیا تھا۔ کسی اور کو تو بلانا اور کنار خود ایکسٹو بھی عمران کی لاش جو ٹکڑوں میں بنی ہوئی تھی کو دفنانے نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے سیکرٹ سروس کے تمام ممبر

کی وجہ سے ان کے دلوں میں ایکسٹو کے لئے بغاوت نے سرا بھارنا شروع کر دیا تھا۔ پھر وہ صفدر کے کہنے پر میٹنگ انڈ کرنے آگئے تھے۔ جو ابھی ایک ہوش میں نہیں آئی تھی۔ عمران کی موت کے صدے نے اس کے دماغ کو بری طرح سے متاثر کر ڈالا تھا جو اسے کسی بھی طرح ہوش کی وادیوں میں لانے کے لئے تیار نہیں ہو رہا تھا۔ ایکسٹو نے صفدر سے کہہ کر اسے سپیشل ہسپتال بھجوا دیا تھا۔ جہاں ڈاکٹر صدیقی اسے ٹسٹ کر رہے تھے۔

اچانک میز کے درمیان میں رکھا ہوا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا اور وہ چونک کر ٹرانسمیٹر کی جانب دیکھنے لگے۔ ٹرانسمیٹر پر لگا ہوا ایک بلب سارک کرنے لگا تھا۔ صفدر نے اٹھ کر بے دلی سے ایک بٹن دبا دیا۔ "کیا بات ہے ممبر۔ میں دیکھ رہا ہوں تم سب کے چہرے ابھی تک اترے ہوئے ہیں۔" ایکسٹو کی سرد آواز ٹرانسمیٹر سے سنائی دی۔

"ییس سر۔ عمران صاحب کی موت ہمارے لئے اتنا بڑا سانحہ ہے جس کا ہم جتنا بھی غم کریں کم ہوگا۔" صفدر نے تلخے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ تم سب عمران سے کتنی محبت کرتے ہو۔ تم کیا سمجھتے ہو اس کی موت کا مجھے کوئی دکھ نہیں ہے۔ وہ تمہیں جتنا عزیز تھا اس سے کہیں زیادہ مجھے عزیز تھا۔ اس کی موت سے مجھے دلی طور پر جس قدر ٹھیس پہنچی ہے اس کا تم لوگ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ لیکن مجھ میں اور تم میں فرق اتنا ہے کہ میں تمہاری طرح بیٹھا اس کی موت پر آنسو نہیں بہا رہا۔ آنسو بہانے بزدلوں کا کام ہے۔ عمران ملک کے لئے

جیتا تھا اور مرا ہے تو ملک کی آن، اس کی سالمیت اور اس کے مفاد کے لئے۔ کیا اتنا عرصہ وہ تمہارے ساتھ نہا ہے اور تم لوگوں نے اس سے یہ بھی نہیں سیکھا کہ تم لوگوں کی زندگیاں تمہاری اپنی نہیں ملک و قوم کی امانت ہیں۔ جو انسان ملک و قوم کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اس سے بڑا بہادر اور دلیر انسان کوئی نہیں۔ یہی جہاد ہے اور یہی جہاد کی اصل معراج۔ ایک بات ذہن میں رکھو تم سیکرٹ سروس کے ممبر ہو جبکہ عمران سیکرٹ سروس کا باقاعدہ ممبر نہیں تھا لیکن قومی مفاد میں جہاں بھی اس کی ضرورت ہوتی تھی وہاں وہ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر تمہارے شانہ بشانہ چلتا تھا اور تم لوگوں کو کامیابیوں سے ہمکنار کرتا تھا۔ اس کا مشن یہ نہیں تھا کہ اگر وہ کبھی مر گیا تو اس کے پیچھے اس کے ساتھی ہمت ہار کر ہی بیٹھ جائیں گے اور ہر وقت اس کا سوگ مناتے رہیں گے۔ تمہیں اس کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔ دل و جان سے ملک و قوم کی خدمت کرنی چاہئے اور جہاں ضرورت ہو وہاں تمہیں اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہئے اگر تم لوگوں کو مجھ پر غصہ ہے کہ عمران کی تدفین کے لئے میں تمہارے ساتھ شامل نہیں ہوا تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ بوڑھے گورکن کے روپ میں، میں خود تھا۔ تمہارا چیف ایکسٹو۔ اپنے عزیز کی قبر میں نے اپنے ہاتھوں سے کھودی تھی اور اس پر پہلی مٹی ڈالنے والا بھی میں ہی تھا۔" ایکسٹو کا بوجھ اس قدر سخت اور تلخ تھا کہ سیکرٹ سروس کے ممبر زوم بخود رہ گئے تھے۔ وہ کبھی خواب میں بھی نہیں



سوچ سکتے تھے کہ جس ایکسٹو کو وہ اس قدر بے حس سمجھ رہے تھے وہ اس قدر ظریف والا لٹکے گا کہ ان کے ساتھی کو دفنانے کے لئے گورکن کا روپ دھار کر ان کے سامنے آسکتا ہے۔ شرم سے ان سب کے سر جھٹک گئے تھے۔

”ہمیں معاف کر دیں چیف ہم واقعی آپ کو نہیں سمجھ سکے تھے۔ لیکن آپ نے ہمیں یہ بتا کر کہ آپ نے عمران صاحب کو دفنانے کے لئے گورکن کا روپ دھار کر خود ان کے لئے قبر تیار کی تھی ہمیں شرمندہ کر دیا ہے۔ آپ عظیم ہیں چیف اور ہم سب آپ کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔“ صفدر نے جذباتی لہجے میں کہا اور اٹھ کر اس نے واقعی فوجی انداز میں سلیوٹ کیا اس کے دیکھا دیکھی دوسرے ممبر بھی کھڑے ہو گئے اور ٹرانسمیٹر کی جانب دیکھتے ہوئے سلیوٹ کرنے لگے جیسے ٹرانسمیٹر کی بجائے ان کے سامنے ایکسٹو موجود ہو۔

”تھینک یو فرینڈز۔ اب آپ سب لوگ بیٹھ جائیں۔ میں نے آپ سب کے سامنے یہ جذباتی تقریر خود کو مقدم کرنے کے لئے نہیں کی۔ آپ سب کو یہاں بلانے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ آپ سب اپنی اپنی ذیویوں کو نکھیں اور عمران کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلیں۔ عمران کے چلے جانے سے ہمارے درمیان جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ واقعی کسی صورت پر نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن کیا ہم ہر فرض نہیں ہے کہ ہم ان ہاتھوں کو تلاش کریں جو عمران کی موت کے ذمہ دار ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم اس قدر قیمتی سرمائے سے محروم ہو گئے ہیں۔“ ایکسٹو

نے واقعی ان سب کو تجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔  
”وہ کون لوگ ہیں چیف جنہوں نے عمران صاحب کو ہلاک کیا ہے۔ کیا ان دنوں عمران صاحب کسی کیس پر کام کر رہے تھے۔“ خادور نے بڑے جذباتی لہجے میں پوچھا۔

”ہاں، ان دنوں پاکیشیا، خاص طور پر دارالحکومت میں مجرموں کی پراسرار سرگرمیاں ہو رہی ہیں۔ سچہ خفیہ مگر ایسے شواہد سامنے آئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ پاکیشیا کی سالیٹ ایک بار پھر کسی بڑے خطرے سے دوچار ہونے والی ہے۔ ان سرگرمیوں کا اصل ہدف دارالحکومت کے شمالی علاقے چاکور معلوم ہوتا ہے۔ چاکور میں اصل میں ان دنوں ایک خفیہ مقام پر ہمارا ایک سپیشل میزائل تیار کیا جا رہا ہے۔ اس میزائل کی طاقت اس وقت دنیا میں موجود تمام میزائلوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کی ریج اور اس میں وار ہیڈلے جانے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔ اس میزائل پر ہمارے سائنس دان پچھلے کئی برسوں سے کام کر رہے تھے۔ جس میں انہوں نے حال ہی میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اب چاکور فیکٹری میں جو میزائل تیار کیا جا رہا ہے وہ اصل میں ایک تجرباتی میزائل ہے۔ جسے بہت جلد تیار کر کے اس کا تجربہ کر کے اس کی اصل ریج اور طاقت کا اندازہ لگایا جائے گا۔

ہمارے اس منصوبے کو ایک عرصہ سے خفیہ رکھا جا رہا تھا۔ اسی لئے اس کی تیاری کا تمام تر انتظام چاکور کے ایک خفیہ علاقے میں کیا گیا تھا۔ مگر پچھلے دنوں لیبارٹری سے ایک ایسا آدمی پکڑا گیا ہے جو

وائریس ٹرانسمیٹر پر نجانے کس کو اور کس جگہ کوڈ میں کوئی خفیہ پیغام دے رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا پیغام کہیں ریکارڈ کروانا اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا گیا مگر اس آدمی نے گرفت میں آنے سے پہلے نہ صرف ٹرانسمیٹر کو زمین پر مار کر توڑ دیا بلکہ اس نے داتاؤں میں چھپائے ہوئے زہریلے کیسپول کو چبا کر خودکشی کر لی۔ تحقیقات کرنے پر بھی اس کے بارے میں کچھ تپہ نہیں چل سکا کہ وہ کون تھا اور اس کا تعلق کس ملک سے تھا۔ مزید تحقیقات کرنے پر لیبارٹری سے دو مزید غلط آدمیوں کا بھی تپہ چلا تھا لیکن انہوں نے بھی زہریلے کیسپول چبا کر خودکشی کر لی۔ اس طرح ان دونوں کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ان لوگوں کا تو کچھ تپہ نہیں چل سکا۔ لیکن ان کے سلسلے آنے اور وسیع حیطہ عمل کا ٹرانسمیٹر ملنے سے ایک بات کا واضح طور پر تپہ چل گیا تھا کہ ہمارے خفیہ میزائل پروگرام کی خبر کسی دشمن ملک کو ہو چکی ہے اور ظاہر ہے وہ اسی کو شش میں ہوں گے کہ یا تو اس میزائل سٹیشن کو ہی تباہ کر دیا جائے یا پھر اس میزائل کا اصل فارمولا حاصل کر لیا جائے تاکہ دشمن ملک جلد سے جلد اس میزائل کا ایٹمی میزائل تیار کر سکے۔ تین آدمیوں کی ہلاکت کے بعد اس کہیں کو باقاعدہ طور پر سیکرٹ سروس کے حوالے کیا گیا تھا۔ میں نے ذاتی طور پر عمران کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ سب سے پہلے ان تین آدمیوں کی تحقیقات کرے کہ وہ اصل میں کون تھے اور ان کا تعلق کس ملک سے تھا۔ عمران انہی پر کام کر رہا تھا کہ یہ سانحہ رونما ہو گیا۔

ان تمام باتوں سے صاف تپہ چلتا ہے کہ کوئی تنظیم یہاں پہنچ چکی ہے اور اسے اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ ان کے تین خفیہ ایجنٹ ہلاک کر دیئے گئے ہیں اور عمران اس سے پہلے کہ ان کی قومیت کا تپہ لگانے میں کامیاب ہو جائے انہوں نے عمران کو ہی ختم کر دیا۔ یہ سب کہہ کر ایکسٹو خاموش ہو گیا۔

"اوہ، کیا لیبارٹری سے پکڑے جانے والے آدمیوں کی شکل و صورت سے بھی یہ تپہ نہیں لگایا جا سکا تھا کہ وہ کس قومیت کے ہیں۔" صفدر نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ تینوں میک اپ میں تھے۔ دوسرے انہوں نے منہ میں چھپے ہوئے جن زہریلے کیسپول کو کھایا تھا ان میں نجانے کس قسم کا زہر تھا کہ جلد ہی لمحوں میں ان کے جسم گرم موم کی طرح پگھل گئے تھے۔ ان کے چہروں پر موجود ماسک بچ گئے تھے جس سے تپہ چلتا ہے کہ وہ ماسک میک اپ میں تھے۔" ایکسٹو نے جواب دیا۔

"سر، عمران صاحب جن تین آدمیوں کی تحقیق کر رہے تھے کیا انہوں نے اس سلسلے میں آپ کو کوئی اطلاع یا ان کے بارے میں کوئی رپورٹ دی تھی۔" خاور نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"میں جہادی بات کا مقصد سمجھ رہا ہوں خاور۔ تم نے یہ بات اسی لئے پوچھی ہے ناں کہ اگر عمران نے مجھے ان آدمیوں کے بارے میں کوئی رپورٹ دی ہو تو تم اس پر مزید کام کر کے اس کے بارے میں

مزید معلومات حاصل کر سکو"۔ ایکسٹونے کہا۔

"یس سر۔ ہم عمران صاحب کی تحقیقات مکمل کر کے ان تک پہنچنا چاہتے ہیں جنہوں نے عمران صاحب کو ہلاک کیا ہے"۔ خاور نے سر ہلا کر کہا۔

"نہیں، عمران نے ابھی مجھے اس سلسلے میں کوئی رپورٹ نہیں دی تھی۔ تم اس کی عادت اچھی طرح سے جانتے ہو وہ جب تک کسی کام کو حتیٰ شکل نہیں دے لیتا اس وقت تک وہ ہر بات اپنے تک ہی محدود رکھتا تھا"۔ ایکسٹونے جواب دیا۔

"چیف، آپ ہمارے ذمے کیا ڈیوٹی لگانا چاہتے ہیں۔ ہم عمران صاحب کے قاتلوں کو تلاش کریں۔ ان تین آدمیوں کی قومیت کا کنوج لگائیں یا چاکو جاکر میزائل شیش کی حفاظت کریں"۔ تنویر جو اتنی دیر سے خاموش بیٹھا تھا، نے کہا۔

"ان تینوں پوائنٹس پر کام کرنا ہے کیونکہ یہ سب ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ تم تین تین ساتھیوں کا گروپ بنا لو۔ ایک گروپ چاکو ر جائے گا، ایک تین آدمیوں کی حقیقت پتہ لگانے کی کوشش کرے گا اور تیسرا گروپ ان افراد یا فرد کو تلاش کرے گا جو عمران کی موت کے ذمہ دار ہیں"۔ ایکسٹونے کہا۔

"سر عمران صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے ہلاک ہوتے دیکھا تھا۔ پہلے تو مجھے ایسا لگا تھا جیسے کسی نے ان کے سینے پر گولی ماری ہے کیونکہ وہ فلیٹ سے نکل کر جب باہر آئے تھے تو اچانک جمع کر

زوردار جھٹکا کھا کر اور سینے پر ہاتھ رکھ کر گرے تھے اور پھر جب میں اور مس جولیا اوپر پہنچے تو اچانک ان کا جسم دھماکے سے پھٹ گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کے جسم کے ساتھ کسی نے بم باندھ رکھا ہو اور سر جب وہ فلیٹ سے باہر آئے تھے تو بے حد ہراساں اور گھبرائے ہوئے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ جیسے انہیں کسی سے موت کا خطرہ ہو۔ میں نے زندگی میں پہلے کبھی عمران صاحب کو اس قدر ہراساں اور گھبراہٹ زدہ نہیں دیکھا تھا"۔ صفدر نے عمران کی موت کا منظر یاد کرتے ہوئے کہا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو"۔ ایکسٹونے اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔ دوسرے ممبر بھی غور سے صفدر کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"سب سے پہلی بات یہ کہ عمران صاحب اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں تھے۔ دوسری یہ کہ اگر ان کے جسم پر بم بندا ہوا تھا تو وہ اسے کھول کر پھینک کیوں نہیں سکے۔ تیسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ عمران صاحب کے جسم پر اگر واقعی بم بندا ہوا تھا اور جب وہ دھماکے سے پھٹتا تھا تو صرف ان کا جسم ہی کیوں نکلے نکلے ہوا تھا۔ عام طور پر اگر کہیں بم پھٹے تو کم از کم ارد گرد کی عمارتوں کے شیشے ضرور ٹوٹ جاتے ہیں مگر وہ دھماکہ بے حد معمولی سا تھا۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عمران صاحب کے جسم میں اس قدر کوئی گیس یا ہوا بھر گئی تھی کہ دھماکہ ہوا اور ان کے جسم کے نکلنے اڑ گئے۔ کیا ایسا ہونا ممکن ہے"۔ صفدر نے کہا۔

"دیری گلد صفدر، تم نے واقعی میری توجہ نہایت اہم نکتے کی طرف دلائی ہے۔ میں نے احتیاطاً عمران کے خون اور اس کے گوشت کے چند ٹکڑے منونے کے طور پر محفوظ کر لئے تھے اور ان کا کیمیکل ٹیسٹ کروانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ جس کی رپورٹ ابھی تک مجھے موصول نہیں ہوئی۔ اگر رپورٹ میں ایسی کسی بات کا پتہ نہ چلا تو میں ان نمونوں کا سپیشل ٹیسٹ کرواؤں گا۔" ایکسٹو نے صفدر کی ذہانت پر اسے داد دیتے ہوئے کہا۔

"سر مس جو یا تو ابھی ہسپتال میں ہیں سبھاں میں، تصویر نعمانی، صدیقی، خاور اور چوہان موجود ہیں۔ ہم چھ افراد ہیں۔ تین تین افراد کا دو گروپ ہو گیا۔ تیسرا گروپ کن کا ہو گا اور ہماری اور ان کی ذمہ داری کیا ہو گی؟" صفدر نے پوچھا۔

"تم تصویر اور چوہان ایک گروپ بنالو اور چاکور کی جانب روانہ ہو جاؤ۔ نعمانی، صدیقی اور خاور دوسرا گروپ ہو گا جو تین پر اسرار آدمیوں کے سلسلے میں کام کرے گا۔ تیسرا گروپ جو یا، جوزف اور ایک نئے آدمی کا ہو گا جو عمران کے قاتلوں کی تلاش کا کام کرے گا۔" ایکسٹو نے ان کی گروپ بندی کرتے ہوئے کہا۔

"نیا آدمی۔ یہ نیا آدمی کون ہے؟" ان سب نے چونک کر ایک ساتھ کہا۔

"تم اسے اچھی طرح سے جانتے ہو۔ چند منٹ اور انتظار کر لو بس وہ آنے ہی والا ہے۔" ایکسٹو نے کہا اس کے لہجے میں عجیب سی

پر اسراریت تھی۔ جو ممبران سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔  
"کیا وہ سیکرٹ سروس کا نیا ممبر ہو گا؟" چوہان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"فی الحال تو وہ جہارے ساتھ کام کرے گا۔ اگر اس میں واقعی صلاحیتیں ہوں گی جو سیکرٹ سروس کے معیار پر پوری اترتی ہوں گی تو اسے سیکرٹ سروس میں شامل بھی کیا جا سکتا ہے۔" ایکسٹو نے مسامتت سے کہا۔

"اس کا نام کیا ہے سر؟" صفدر نے بے قراری سے پوچھا۔ شاید وہ سب اپنے نئے ساتھی کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے۔  
"اور سر کیا وہ پہلے کبھی ہمارے ساتھ کام کر چکا ہے؟" تصویر نے بھی جلدی سے پوچھا۔

"ہمارے ساتھ تو اس نے کام نہیں کیا لیکن عمران کے ساتھ اس کا گہرا تعلق تھا۔ عمران کے مطابق اس شخص میں اتنی صلاحیتیں ہیں کہ کسی موقع پر وہ سیکرٹ سروس کے لئے کام کر سکے۔ اس وقت ہم میں عمران نہیں ہیں اس لئے میں نے کچھ سوچ کر اسے بلایا ہے۔" ایکسٹو نے جواب دیا۔

"اگر وہ عمران صاحب کے ساتھ کام کرتا رہا ہے تو پھر اس میں یقیناً کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہو گی۔ ورنہ عمران صاحب کے معیار پر اترنا کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔" صدیقی نے کہا اور اس کی تقلید میں سب نے گردنیں ہلادیں۔

"ہاں، ایک بات کا دھیان رکھنا۔ میں نے اسے خاص طور پر تم لوگوں کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہے۔ کسی بھی موقع پر اس کا مذاق مت اڑانا۔ تم اسے اچھی طرح سے جانتے ہو مگر تم نے اسے ایک عام اور بے ضرر روپ میں دیکھا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ جب وہ یہاں آئے تو تمہیں اسے دیکھ کر شدید حیرت ہو لیکن میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس میں کچھ ایسی صلاحیتیں ہیں۔ جب وہ تمہارے ساتھ کام کرے گا تو تم خود بھی اس کے کام سے حیران رہ جاؤ گے اور تمہیں یقین ہو جائے گا کہ ایکسٹو کی نظر میں ہر وہ شخص اہمیت کا حامل ہے جو عمران جیسے انسان کے ساتھ رہ چکا ہو"۔ ایکسٹو جس انداز میں عمران کی تعریفیں کر رہا تھا سیکرٹ سروس کے ممبروں کے دلوں میں اس کی عزت اور اس کا مرتبہ اور زیادہ بڑھتا جا رہا تھا۔

"حیف آپ جس شخص کی اتنی تعریفیں کر رہے ہیں اس کا کم از کم ہمیں نام ہی بتادیں۔ حیرت اور بے چینی سے ہمارا برا حال ہوتا جا رہا ہے"۔ خاور نے واقعی اہتہائی بے چین لہجے میں کہا۔

"اس کا نام۔ اوہ، لوہہ آگیا۔ نام سن کر کیا کرو گے خود ہی اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ صفدر اٹھ کر دروازہ کھولو"۔ ایکسٹو نے کہا اور صفدر سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے ممبر بھی اٹھ گئے تھے شاید ان سب کا اپنے نئے ساتھی کو دیکھنے کے لئے دل بے قرار ہو رہا تھا۔ صفدر نے ان سب کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر میٹنگ ہال کا دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھلتے ہی جیسے ہی اس کی نظر باہر موجود ایک شخص پر پڑی وہ بری طرح سے اچھل پڑا۔ اسے دیکھ کر سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبر بھی بری طرح سے اچھل پڑنے پر مجبور ہو گئے تھے اور ان سب کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے یوں پھیل گئی تھیں جیسے ابھی حلقے توڑ کر باہر آکر رہیں گی۔

ایکسٹو نے جس شخص کی اس قدر تعریفیں کی تھیں وہ شخص کوئی اور نہیں عمران کا باوصی سلیمان تھا۔ جو آنکھیں جھپک جھپک کر ان کی جانب یوں دیکھ رہا تھا جیسے کسی الو کو پکڑ کر دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو۔

آواز نکلی پھر اس میں سے ہلکا سا شور بلند ہوا جیسے سمندر کی ہریں اچھل اچھل کر چٹانوں سے ٹکرا رہی ہوں۔

”ہیلو۔ ہیلو بگ باس کاٹنگ یو۔ کیٹس کیا تم میری آواز سن رہی ہو۔“ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک تیز اور جھنجھٹی ہوئی آواز نکلنے لگی۔

”یس باس۔ ہم آپ کی آواز بخوبی سن رہے ہیں۔“ سیاہ رنگت والی لڑکی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اپنے اپنے کواڈہتاؤ۔ دوسری طرف سے اسی طرح چہننے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کیٹ ون۔ ریٹا۔“ اس لڑکی نے کہا۔

”کیٹ ٹو۔ روزی۔“ اس کے ساتھ یہ بھی ہوئی دوسری لڑکی نے کہا۔

”کیٹ تھری۔ کیٹھی۔“ تیسری لڑکی نے کہا۔

”کیٹ فور۔ شارکی سپیکنگ باس۔“ چوتھی لڑکی نے جلدی سے کہا۔

”گڈ۔ پاکیشیا پہنچنے میں تمہیں کوئی دقت تو نہیں ہوئی۔“ بگ باس نے پوچھا۔ میز پر بڑا ہوا ٹرانسمیٹر جدید طرز کا تھا جس میں رسیور اور مائیک دونوں لگے ہوئے تھے اس لئے اس میں بار بار اور کہنے کا جھنجھٹ نہیں تھا۔ اس میں دونوں اطراف سے گفتگو اس انداز میں ہو

رہی تھی جیسے ٹیلی فون پر ہوتی ہے۔

”نہیں باس۔ پاکیشیا پہنچنے میں ہمیں بھلا کیا دقت ہو سکتی ہے۔“

جیسے ہی ٹرانسمیٹر آن ہوا ہال مناکرے میں ایک میز کے گرد بیٹھی ہوئی چاروں لڑکیاں یکدم چوکنی ہو گئیں۔

وہ چاروں نہایت خوبصورت اور جوان لڑکیاں تھیں ان میں تین لڑکیوں کا رنگ تو بے حد دلکش اور تروتازہ پھول کی طرح کھلتا ہوا نظر آ رہا تھا البتہ چوتھی لڑکی کا رنگ سیاہ تھا۔ سیاہ رنگت ہونے کے باوجود اس کے نین نقش بے حد تکھے تھے اور کسی بھی طرح وہ ان سے کم خوبصورت نہ دکھائی دے رہی تھی۔ ان چاروں نے ایک ہی رنگ کے چٹ لباس پہن رکھے تھے۔ ان چاروں کے چہروں پر سنجیدگی دکھائی دے رہی تھی۔ ان کے سپاٹ چہروں کو دیکھ کر لگتا تھا جیسے ہنسنا تو درکنار وہ دھیرے سے مسکراتا بھی نہ جانتی ہوں۔

ٹرانسمیٹر کے آن ہوتے ہی سیاہ رنگت والی لڑکی نے اٹھ کر اس کا ایک بین دبا دیا۔ بین دبتے ہی ٹرانسمیٹر سے پہلے ہلکی ہلکی موسیقی کی

جانا تاکہ پاکیشیا کے لوگ پاکیشیا میں عام بلیاں بھی دیکھ لیں تو خوف کے مارے ان کے دل دھکنکا بھول جائیں۔ جب تک تم ایسی خوفناک کارروائیاں نہیں کرو گی اس وقت تک پاکیشیا سیکرٹ سروس ہماری طرف متوجہ نہیں ہوگی۔ تمہیں کسی طرح پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان کو ان کے بلوں سے باہر لانا ہے اور انہیں ہر ممکن طریقے سے اپنے ساتھ لٹھائے رکھنا ہے اور انہیں کسی بھی حالت میں ختم کرنا ہوگا۔ سیکرٹ سروس کے ممبروں کے نام ان کے چیلنے اور ان کی تعداد کے بارے میں تمہیں وائٹ کننگ سے رپورٹ مل جائے گی۔

تم چاروں کی کارکردگی بے مثال ہے اور تمہیں ہم نے خاص طور پر پاکیشیا سیکرٹ سروس سے نشینے کے لئے ہی تیار کیا ہے۔ اس لئے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے سامنے پاکیشیا سیکرٹ سروس جوہوں سے بھی کم حیثیت رکھتی ہے۔ مگر ان چوہوں کو بعض اوقات شیر بننے میں دیر نہیں لگتی۔ میں بگ باس تمہیں اس بات کی سختی سے ہدایات دیتا ہوں کہ جیسے ہی سیکرٹ سروس کا کوئی ممبر تمہارے سامنے آئے وقت ضائع کئے بغیر اسے اسی وقت ہلاک کر ڈالنا۔ عام طور پر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بات پہلے کرتے ہیں اور گولی بعد میں چلاتے ہیں مگر تم چاروں کو اس اصول کے الٹ چلنا ہوگا۔ گولی پہلے اور بات بعد میں۔ تم سمجھ رہی ہو میں تم سے کیا کہہ رہی ہوں۔ دوسری طرف سے انتہائی سرد مہری سے کہا گیا۔

ہم یہاں اطمینان اور سکون سے پہنچ گئی تھیں۔“ کیٹ دن ریشا نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”دیری گڈ۔ تم لوگوں کو پاکیشیا میں کیا کرنا ہے اس کے لئے روانگی سے قبل تمہیں بریفنگ دے دی گئی ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں مجھے تم سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں کال کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم چاروں کو یہاں جس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے اس کے لئے تمہیں ہتھیار، رہائش گاہیں اور استعمال کے لئے کاروں کی لامحالہ ضرورت پڑے گی۔ یہاں کی ایک سپر سینڈیکٹ جس کا نام وائٹ سینڈیکٹ ہے کو تمہاری آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ وائٹ کننگ کا سربراہ راجر ہے جسے کوڈ میں وائٹ کننگ کہا جاتا ہے۔ اس کا پتہ اور فن نمبر نوٹ کر لو۔ اس نے تمہاری رہائش اور تمہاری دوسری تمام ضروریات کا سامان تیار کر رکھا ہے۔ تم چاروں ایک دوسرے سے الگ الگ رہ کر کام کرو گی۔ آپس میں رابطہ اور مشورے کے لئے تم بی تھری ٹرانسمیٹر سے کام لے سکتی ہو۔ اس ملک میں تمہیں انتہائی تیز رفتاری اور جنون سے کام کرنا ہوگا۔ ہر گلی، بازار اور سڑکیں خون سے رنگ دو۔ بڑی بڑی عمارتیں اور پلازوں کو راکھ کر ڈھیر بنا دو۔ ہر جگہ اپنی وحشت کا ایسا سکھ جمادو کہ پاکیشیا کے لوگ خود کو گھروں میں مقید کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ کاروباری مراکز بند ہو جائیں اور سڑکیں اور گلیاں دیران ہو جائیں۔ جس جگہ بھی تم کارروائی کرنا اپنا مخصوص کیٹس کا نشان ضرور چھوڑ کر

نرانیسمیر کا رنگ بکھٹ سرخ ہو گیا اور پھر وہ یوں جل کر راکھ ہو گیا جیسے لکڑی آگ لگنے سے جل کر راکھ ہو جاتی ہے۔ کیٹس نے ایک طویل سانس لی اور ایک دوسرے کو دیکھتی ہوئیں ایک ایک کر کے وہاں سے نکلتی چلی گئیں۔ یہ ایک بڑے اور شاندار فائینو سٹار ہوٹل کا کمرہ تھا جہاں وہ اپنے باس کی ہدایات پر اکٹھی ہوئی تھیں اور اب وہاں سے واپس جا رہی تھیں۔

”یس باس۔ ہم آپ کی ہدایات پر پوری طرح عمل کریں گے۔ اگر آپ حکم دیں تو یہاں کی سیکرٹ سروس تو کیا ہم پورے پاکیشیا کو ہی مناکر رکھ دیں گی۔“ کیٹ دن ریشٹانے انتہائی سفاکانہ لہجے میں کہا۔  
”تمہیں جو حکم دیا گیا ہے صرف اسی پر عمل کرو۔ ملک کو مٹانا ہوتا تو اس کے لئے مجھے تمہاری یا تمہارے کسی مشورے کی ضرورت نہیں تھی۔“ باس نے انتہائی غراہٹ آمیز لہجے میں کہا اور اس کی غراہٹ سن کر وہ چاروں سہم گئیں۔

”آئی ایم سوری باس۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔“ کیٹ دن نے ہسے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ تمہاری پہلی اور آخری غلطی ہوئی چلے کیٹ دن۔ تم صرف حکم کی پابند ہو جتنا کہا جائے اس پر عمل کرنا تمہاری ذمہ داری ہے کچھیں۔“ باس کا لہجہ انتہائی غضبناک تھا۔  
”یس باس۔ مہم میں سمجھ گئی۔“ کیٹ دن نے خوف سے تھوک نکل کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب تم اسی وقت وائٹ کنگ کی جانب روانہ ہو جاؤ اور اپنا کام شروع کر دو۔ اپنی کارکردگی کی رپورٹ تم وائٹ کنگ کو ہی دینی رہنا۔ میں سب کچھ اسی سے پوچھ لیا کروں گا۔“ باس نے کہا اس کے لہجے میں بدستور زخمی سانپ کی سی پھنکار تھی۔

”یس باس۔“ ان چاروں نے کہا اور ایک ساتھ اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جیسے ہی وہ کرسیوں سے انھیں میز پر رکھے ہوئے



اس کے سوا کوئی موجود نہ تھا اور کمرے کا دروازہ بھی بند تھا۔ جو یانے اپنے منہ پر چڑھا ہوا آکسیجن ماسک ایک جھکے سے اتار بیٹھتا تھا اور اب وہ بڑی بے دردی سے اپنے بازوؤں میں لگی ہوئی ڈرپس کی سونیاں نکال رہی تھی۔

اس کی تیز آواز سن کر کمرے کے باہر سے تیز قدموں کی آواز ابھری اور پھر یکدم دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا ڈاکٹر فاروقی تھا۔ اس نے جو جو یانے کو ہوش میں اور اسے بازوؤں سے اس بری طرح سے سونیاں نکالتے دیکھا تو وہ بوکھلا گیا اور تیزی سے جو یانے کی جانب بڑھ آیا۔

"آپ کیا کر رہی ہیں مس۔ مس جو یانے۔" اس نے جو یانے کے قریب آکر اس کا بازو پکڑ کر تیز بچے میں کہنا چاہا مگر اسی وقت جو یانے نے اپنا ہاتھ گھمایا۔ اس کا گھومتا ہوا ہاتھ ڈاکٹر فاروقی کے سینے پر پڑا تھا جو اپنی جگہ سے اچھل کر دور جاگرا۔ اس کے حلق سے بے اختیار جیج نکل گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھتا جو یانے تمام سونیاں اتار کر تیزی سے بستر سے اتر آئی۔

"مس جو یانے۔ مس جو یانے۔ پلیز میری بات سنئے۔ رک جائیے۔ رک جائیے۔ مس جو یانے آپ کہاں جا رہی ہیں۔" ڈاکٹر فاروقی نے جو یانے کو بستر سے اتر کر تیزی سے دروازے کی جانب لپکتے دیکھ کر گھبرا کر کہا مگر جو یانے کے ذہن میں تو جیسے دیوانگی چھائی ہوئی تھی۔ وہ ڈاکٹر فاروقی کی آواز تک نہیں سن رہی تھی۔ تیزی سے بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر

جو یانے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں اور پھر اس کی نگاہیں جیسے سفید چھت پر جم کر رہ گئیں۔ جسدِ لحد وہ یہی لاشعور کی کیفیت میں پڑی رہی پھر اچانک اس کی نگاہوں کے سامنے عمران کا مسکراتا ہوا چہرہ آگیا۔ اس نے عمران کے چہرے کو جھونے کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ اچانک ایک دھماکہ ہوا اور اس نے عمران کے سر کے پرچنے اڑتے دیکھے۔ ہر طرف خون اور گوشت کے لوتھوڑے بکھر گئے تھے۔

"عمران۔ خون اور گوشت کے لوتھوڑوں کو دیکھ کر جو یانے کے ذہن میں جیسے ہلچل سی مچ گئی۔ اس کے منہ سے "عمران" پورے زور اور قوت سے نکلا تھا۔ جس کی وجہ سے کمرہ عمران کے نام سے گونج کر رہ گیا تھا اور جو یانے ایک جھکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

وہ اس وقت فاروقی ہسپتال کے سپیشل روم میں تھی۔ کمرے میں

نکل گئی۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر فاروقی بری طرح بوکھلا گیا اور تیزی سے اٹھ کر جویا کے پیچھے بھاگنے لگا۔ اس نے چیخ چیخ کر اپنی مدد کے لئے دوسرے ڈاکٹروں، نرسوں اور وارڈ بوائے کو آوازیں دینا شروع کر دی تھیں۔ پھر رابدری میں موجود ہسپتال کا عملہ جویا کو روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ جویا نے دیوانگی کے عالم میں اچھل اچھل کر انہیں مارنا شروع کر دیا۔

”ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ میرے راستے سے ورنہ عمران کی موت کا بدلہ لینے کے لئے میں تم سب کو مار ڈالوں گی۔“ اس نے اپنے سامنے آنے والے دو ڈاکٹروں کو دیکھ کر انتہائی خوفناک لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں اور بچہ خون کی طرح سرخ ہو رہا تھا اور وہ اس وقت واقعی ایک خونخوار شیرینی دکھائی دے رہی تھی۔

”نہیں، ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے مس۔ آپ کی حالت ایسی نہیں کہ ہم آپ کو کہیں جانے دیں۔“ ایک ڈاکٹر نے تیز لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر جویا کے حلق سے خوفناک غراہٹ نکلی۔ ساتھ ہی اس نے اچھل کر ان ڈاکٹروں پر حملہ کر دیا۔ دونوں ڈاکٹر بری طرح سے چیختے ہوئے پیچھے جا کرے۔ جویا نے ان کے اوپر سے چھلانگ لگائی اور تیزی سے سلسلے میں دروازے کی جانب بھاگتی چلی گئی۔ اسے جو روکنے کی کوشش کرتا جویا اسے نہایت غصیلے اور نفرت بھرے انداز میں اچھال کر دور پھینک دیتی اور پھر جیسے سارے کا سارا ہسپتال جویا کے پیچھے لگ گیا۔ مگر جویا کا دماغی توازن بگڑا ہوا تھا۔ وہ کسی

چھلاوے کی طرح ہسپتال میں بھاگ رہی تھی اور جیسے ہی اس کے سامنے مین دروازہ آیا اس نے ایک اونچی چھلانگ لگائی اور تقریباً اڑتی ہوئی دروازے سے ہوتی ہوئی باہر جا گری۔ کیونکہ دروازے کے قریب موجود ایک چوکیدار نے اسے دیکھ کر دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تھی۔ جتنی دیر میں وہ دروازہ بند کرتا جویا باہر جا چکی تھی۔ زمین پر گرتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھی اور پھر ہسپتال کے مین گیٹ کی جانب بھاگتی چلی گئی۔ گیٹ کراس کرتے وہ جیسے ہی سڑک پر آئی ایک طرف سے آنے والی ایک تیز رفتار کار کے نانر شدید احتجاج کے طور پر بری طرح سے چیخ اٹھے اور کار سڑک پر سیاہ رنگ کی لکیریں کھینچتی ہوئی جویا سے عین ایک فٹ کے فاصلے پر ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ کار والا اگر عین وقت پر ریک پر پاؤں نہ رکھتا تو جویا کا کار کے ساتھ حادثہ ناگزیر ہو چکا تھا۔ اس قدر تیز رفتار کار سے ٹکرا کر وہ یقینی طور پر ہلاک ہو سکتی تھی۔ اس نے نہایت خونخوارانہ نظروں سے کار ڈرائیور کی جانب دیکھا تھا جیسے کار کو اس طرح روک کر اس نے کوئی بہت بڑا جرم کیا۔ پھر مڑ کر وہ بھاگنے ہی لگی تھی کہ یخنت ٹھٹھک کر رک گئی اور کار کے ڈرائیور کو مڑ کر غور سے دیکھنے لگی۔

کار سے نوجوان نکلا اور تیر کی طرح اس کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔ جویا بھٹی بھٹی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

”تھ، تم زندہ ہو۔“ جویا نے نوجوان کی جانب انگلی اٹھا کر

لڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں تو زندہ ہوں مگر لگتا ہے تمہیں اپنی زندگی سے ذرا بھی پیار نہیں ہے جو اس طرح بھاگتی ہوئی میری کار کے آگے آگئی تھیں۔ اگر میں نے بروقت بریک نہ لگا دی ہوتی تو جہارے ٹکڑے سڑک پر بڑے ترپ رہے ہوتے۔“ نوجوان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تت، تم زندہ ہو۔ یہ، یہ کیسے ممکن ہے۔ مم، میں نے تو خود اپنی آنکھوں سے تمہیں۔ اوہ، اوہ شاید۔ شاید میرا دماغ غراب ہو گیا ہے۔ مم، میں پاگل ہو گئی ہوں۔“ جویانے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا تھا اور یوں ہرانے لگی تھی جیسے ابھی بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔ ارد گرد سے گزرنے والے لوگ چونک چونک کر ان کی جانب دیکھنے لگے تھے۔

”ہوش کرو جویا۔ میں زندہ ہوں۔ اگر زندہ نہ ہوتا تو جہارے سلسٹے کیسے کھڑا ہوتا۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ آؤ میرے ساتھ کار میں بیٹھو اور مجھے اور خود کو یوں متاثر نہ بناؤ۔“ نوجوان نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ جویانے ایک بار پھر چونک کر اس کا چہرہ دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر جیسے رونق سی آتی چلی گئی۔

”عمران۔ تت، تم اوہ خدا یہ سچ مجھے عمران ہی ہے۔ مم، مجھے اپنی آنکھوں پر یقین کیوں نہیں آ رہا۔“ جویانے فرط مسرت سے کانپتے ہوئے کہا۔ اس کے سلسٹے واقعی عمران کھڑا تھا۔ وہی عمران جسے جویا نے خود اپنی آنکھوں سے گولی کھا کر لٹنے پھراس کے جسم کو کسی بم

کی طرح پھٹتے دیکھا تھا لیکن اب عمران اس کے سلسٹے یوں جیسا جاگتا نظر آ رہا تھا جیسے سرنے والا عمران نہیں ہو بلکہ کوئی اور تھا۔

”تمہیں یقین دلانے کے لئے لگتا ہے مجھے سربازار لوگوں کے جوتے کھانے پڑیں گے۔ آؤ میرے ساتھ۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر جویا کا بازو پکڑ کر اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا کار میں لے گیا۔ ہسپتال کا عملہ اور ڈاکٹر فاروقی جو اب جویا کے قریب پہنچ گئے تھے عمران کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ جویا کو اگلی سیٹ پر بٹھا کر عمران تیزی سے کار کی دوسری جانب سے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا اور پھر اس نے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھادی کیونکہ راہ چلتے ہوئے لوگ جو اب رک کر ان کی جانب دیکھ رہے تھے انہوں نے بے اختیار ہنسنا شروع کر دیا تھا۔ عمران ہونٹ پیچھے کار ڈرائیو کر رہا تھا جبکہ جویا ابھی تک ایک ٹک اس کی جانب دیکھے جا رہی تھی۔

”عمران تم۔“ جویانے عمران کی جانب دیکھتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔ ”شٹ اپ، خاموشی سے بیٹھی رہو۔“ عمران نے اس کی بات کاٹتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور جویا اس کا لہجہ سن کر بوکھلا گئی۔

”کہاں لے جا رہے ہو تم مجھے۔“ جویانے جلد لمحے خاموش رہنے کے بعد ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

”جہنم میں۔“ عمران غرایا اور جویا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ عمران کا اس قدر سخت رویہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ وہ عمران سے بہت کچھ

پوچھنا چاہتی تھی لیکن ایک تو عمران حد سے زیادہ سنجیدہ تھا اور دوسرے اس کا انداز ایسا تھا جیسے واقعی جو یا نے اس سے کوئی اور بات کی تو وہ اسے چلتی کار سے نیچے دھکا دے دے گا۔ اس لئے جو یا نے خاموش رہنے میں ہی عافیت سمجھی۔ عمران کی ہولناک موت دیکھ کر اسے جو ذہنی صدمہ پہنچا تھا۔ اسے زندہ سلامت دیکھ کر اس کا ذہن اعتدال پر آتا جا رہا تھا اور وہ خود کو بے حد ہلکی پھلکی محسوس کر رہی تھی۔ اسے وہ سب ایک خواب کی طرح معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اور صفدر عمران کا گھیراؤ کرنے کے لئے اس کے فلیٹ کی طرف گئے تھے تو انہوں نے اپنا تک عمران کو فلیٹ سے نکلنے ہی دیکھا تھا کہ لڑتے اور پھر اس کے جسم کو کسی ہم کی طرح پھٹنے دیکھا تھا۔ وہ خواب تھا یا وہ اب خواب دیکھ رہی تھی۔ وہ اس سلسلے میں عمران سے بات کرنا چاہتی تھی مگر عمران کا بدلا ہوا رویہ اور اسے شدید غصے میں دیکھ کر اس میں ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ عمران سے کچھ پوچھ سکے۔ اس نے عمران کو ایک بار پھر دیکھا اور پھر گہری سانس لیتے ہوئے اس نے کار کی سیٹ سے سرٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

کار مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی پھر عمران نے ایک عمارت کے پاس لے جا کر کار روک لی۔ کار کے رکتے ہی جو یا نے آنکھیں کھول دیں۔ عمارت دانش منزل کی تھی۔ دانش منزل کو دیکھ کر جو یا ایک بار پھر چونک پڑنے پر مجبور ہو گئی اور استفہامیہ نظروں سے عمران کی جانب دیکھنے لگی مگر عمران جیسے اس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔

اس نے کار میں لگا ہوا ایک بن دیا تو دانش منزل کا گیٹ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ جیسے ہی پورا گیٹ کھلا عمران کار عمارت کے اندر لے گیا۔ جو نبی کار دانش منزل میں داخل ہوئی عقب میں گیٹ خود بخود بند ہو گیا۔ عمران نے کار کا انجن بند کیا اور کار کا دروازہ کھول کر باہر ا گیا۔ "باہر آؤ۔" عمران نے جو یا کی جانب دیکھ کر بغیر سوردلچے میں کہا اور تیز قدم اٹھاتا ہوا اندرونی عمارت کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ جو یا کچھ نہ سمجھتے ہوئے کار سے اتری اور اس کے پیچھے چلنے لگی۔ خود کو ایکسٹن کے ہیڈ کوارٹر میں پا کر اس کے دل میں عجیب سے خوف کا احساس ہو رہا تھا۔ نجانے عمران اسے یہاں کیوں لایا تھا۔ اگر عمران حریف کو بتا دیتا کہ وہ کس طرح ہسپتال سے بھاگ کر سڑک پر آئی تھی تو چیف نجانے اس سے کس انداز میں پیش آتا۔ اس خیال سے ہی جو یا کی جان ٹکلی جا رہی تھی۔ لیکن اب جو بونا تھا وہ تو ہو کر ہی رہنا تھا کیونکہ وہ اس وقت ایکسٹن کے ہیڈ کوارٹر میں آ چکی تھی اور لامحالہ ایکسٹن نے عمران اور اسے دانش منزل میں داخل ہوتے دیکھ لیا ہو گا۔ اب وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"تم اس کمرے میں بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔" عمران نے کہا اور جو یا سر ہلا کر اس کمرے میں چلی گئی۔ کمرہ ڈرائنگ روم کے طرز پر سجا ہوا تھا۔ جو یا ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس کے ذہن میں عجیب سی خلغشار ہو رہی تھی۔ بھرے اور آنکھوں میں شدید آنکھوں کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ چند ہی لمحوں میں عمران واپس ا گیا۔ اس کے

کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جولیا ایک بات بتاؤ۔ تم نے سیکرٹ سروس کس لئے جوائن کی تھی۔" عمران نے اچانک پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔  
 "کیوں، تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔" جولیا نے حیرانی سے پوچھا۔  
 "تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" عمران نے ایک بار پھر اپنا لہجہ بدل لیا تھا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی غراہٹ تھی جیسے محسوس کر کے جولیا کانپ اٹھی تھی۔

"میں اس ملک اور اس ملک کے لوگوں سے محبت کرتی ہوں اور ان کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔" جولیا نے سر جھٹک کر جواب دیا۔  
 "کیا تمہیں سیکرٹ سروس جوائن کرنے کے لئے کسی نے زبردستی مجبور کیا تھا۔" عمران کا لہجہ تلخ ہوتا جا رہا تھا۔

"نہیں۔" جولیا نے جلدی سے کہا۔

"ہوں۔ سیکرٹ سروس کی جہاری نظر میں کیا اہمیت ہے یا جہارے خیال میں کیا ہونی چاہیے۔" عمران نے کہا۔

"سیکرٹ سروس ملک و قوم کے مفاد کے لئے کام کرتی ہے اور ملک کی آن و بقا کے لئے غیر ملکی عناصر کا مقابلہ کرتی ہے۔ دشمنوں اور غیر ملکی ہتھیانوں کے خلاف کام کر کے یا تو ان کا خاتمہ کر دیتی ہے یا پھر ضرورت پڑنے پر ملکی مفاد کے لئے جان بھی دے دیتی ہے۔ مگر تم مجھ سے یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔ آخر جہارے اس انٹرویو کا مقصد کیا ہے۔" جولیا نے جواب دے کر جھلاہٹ بھرے لہجے میں پوچھا۔

ہاتھوں میں جائے کے دو کپ تھے۔ اس نے ایک کپ جولیا کی جانب بڑھا دیا۔ جولیا نے حیرت سے سر جھٹکتے ہوئے اس سے کپ لے لیا۔

"عمران، یہ سب کیا ہے۔ مجھے بتاؤ۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے ورنہ شدید حیرت اور پریشانی کی وجہ سے میرا دماغ پھٹ جائے گا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں ہلاک ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ تمہارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے اور پھر۔ اور پھر شاید میں ذہنی صدمے سے بے ہوش ہو گئی تھی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں ہسپتال میں تھی مگر اس وقت میری ذہنی کیفیت ایسی تھی کہ مجھ سے کچھ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے تمہارے ٹکڑے اور خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ جو بھی میرے سامنے آنے میں اس کے اسی طرح ٹکڑے اڑا کر رکھ دوں جس طرح میں نے تمہارے ٹکڑے اڑتے دیکھے تھے۔ پھر اچانک تم میرے سامنے آ گئے۔ تمہیں اس طرح چمٹا جا گتا دیکھ کر مجھے خوشی تو بے حد ہو رہی ہے مگر وہ منظر۔ میں اس منظر کو کیسے بھول سکتی ہوں اور اب تم مجھے یہاں چیف کے ہیڈ کوارٹر میں لے آئے ہو اور یہاں لا کر ایسے جائے پلار ہے ہو جیسے اس ہیڈ کوارٹر کے تم ہی مالک ہو اور تم ہی ایکسٹنہو۔" جولیا سے رہانہ گیا تو تیز تیز لہجے میں کہتی چلی گئی۔

"اگر میں کہوں کہ واقعی میں ہی ایکسٹنہو تو پھر۔" عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مارے حیرت اور خوشی سے میں مری جاؤں گی۔" جولیا نے

”دیکھو جو یا، تم نے ابھی خود ہی کہا ہے کہ جہاں ملکی مفاد کی بات ہو وہاں سیکرٹ سروس کے ممبروں یا پھر ملک کی حفاظت کرنے والوں کو جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ ملک کی بقا کے لئے بعض اوقات دشمنوں سے لڑتے ہوئے سرحدوں پر ہزاروں فوجی اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں۔ ان فوجوں کی بھی اپنی ایک زندگی ہوتی ہے۔ کوئی کسی کا بھائی ہوتا ہے، کوئی کسی کا شوہر۔ کوئی کسی کا بیٹا۔ مگر وہ سب کچھ چھوڑ کر سرحدوں پر دشمنوں کا مقابلہ کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور جب دشمنوں کی گولیوں کا شکار ہوتے ہیں تو ان کے رشتہ دار، ان کے عزیزان کی لاٹھوں پر روتے نہیں بلکہ انہیں شہید کہہ کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح ہماری یعنی سیکرٹ سروس کا بھی ایسے دشمن عناصر سے سابقہ پڑتا ہے جن کے سر کھٹنے کے لئے ہمیں بھی سرحد کی بازی لگانا پڑتی ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہی ہے کہ جب سے ہماری سیکرٹ سروس معرض وجود میں آئی ہے، ہم میں سے کسی ایک شخص کو بھی ملک و قوم پر قربان ہونے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ جہاں کیا خیال ہے اگر ہم میں سے کوئی ایک ملک و قوم کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے یا ان کی کسی سازش کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے تو کیا وہ شہید نہیں ہوگا۔ کیا اس کی شہادت پر ہمیں فخر نہیں ہونا چاہئے۔“ عمران کا ایک ایک لفظ تیر کی طرح جویا کے سینے میں چھب رہا تھا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کی جانب یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس کے سامنے عمران کے بجائے کسی دوسری دنیا کی

مخلوق ہو۔

”بالکل ہوگا۔ اس بات کا جتنا فخر ہمیں ہوگا اتنا شاید ہی کسی اور کو ہو۔“ جویا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ جو ذی روح اس دنیا میں آتی ہے اسے ایک روز واپس بھی جانا ہے۔ اپنے مالک حقیقی کے پاس۔“ عمران نے جویا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ اس قدر عجیب اور پراسرار تھا کہ جویا کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی اور اس کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہوتا جاتا تھا۔

”عم، عمران تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ جہیں جو کہنا ہے کھل کر کہو اس قدر جہدیت باندھو۔“ اس نے کہا۔

”ہوں، اگر میں کہوں کہ ہماری سیکرٹ سروس کا ایک ممبر دشمنوں کی سازش کا شکار ہو کر جام شہادت نوش کر چکا ہے تو۔“ عمران نے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کب، کون۔ کسی کی بات کر رہے ہو۔“ جویا نے ہٹکاتے ہوئے کہا۔ اس کے دل میں جو شکوک سراپا بھار رہے تھے آخر کار عمران نے اس سے وہ بات کہی دی تھی۔

”عمران۔“ عمران نے نہایت پراسرار لہجے میں کہا اور جویا بری طرح سے اچھل پڑی۔

”عم، عم۔ عمران۔ مم، مگر تم تو.....“ جویا نے ہٹکا کر اور آنکھیں جوڑی کرتے ہوئے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

صدر مملکت نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹیلی فون کارسیور کرپڈل پر رکھا اور کرسی کی پشت سے سرٹکا کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ ان کی آنکھوں میں سوچ و تفکر کی گہری پرچھائیاں تیر رہی تھیں اور پیشانی پر شکنوں کا جال سا پھیل گیا تھا۔ جد لگے وہ اسی عالم میں سوچتے رہے پھر سیدھے ہو کر انہوں نے انٹرکام کا بٹن دبایا۔

"میں سر۔" دوسری جانب سے صدر مملکت کے ملٹری سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان سے میری بات کراؤ۔" صدر مملکت نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوکے سر۔ میں ابھی کال ملاتا ہوں۔" ملٹری سیکرٹری نے جواب دیا اور صدر مملکت نے انٹرکام بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد میز پر پڑے ہوئے سرخ رنگ کے فون کی مٹر مٹ گھنٹی بجی تو صدر مملکت نے

"عمران کو تم نے اپنی آنکھوں کے سامنے ہلاک ہوتے دیکھا تھا جو لیا۔ اس کے جسم کے ہزاروں ٹکڑے ہوئے تھے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرو اور اس بات کو ذہن میں رکھو کہ ایک تو عمران ہماری طرح کا ہی انسان تھا دوسرے وہ جس قدر دشمنوں میں گھرا رہا تھا یہ تو اس کی خوش نصیبی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ کام کرتا چلا آ رہا تھا ورنہ اب تک دشمنوں کے ہاتھوں وہ نہ جانے کب کا ہلاک ہو چکا ہوتا۔" عمران نے کہا اور جو لیا اس کی جانب یوں دیکھ رہی تھی جیسے یا تو وہ ایک بار پھر اپنا ذہن توازن کھو چکی ہو یا پھر اس کی نظر میں عمران غیور الخواس ہو چکا تھا۔

"عمران، اگر ہلاک ہو چکا ہے تو پھر تم کون ہو۔" جو لیا نے ہونٹ پھینچتے ہوئے کہا۔

"جہاد اچیف۔ ایکسٹو۔" عمران نے سرسراتے ہوئے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا اور جو لیا کو یوں محسوس ہوا جیسے سردی کی ایک تیز لہر اس کی سڑک کی ہڈی تک سرایت کر گئی ہو۔ وہ انھی پھر پھنسی اور پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور پھر وہ لہرائی اور صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر اندھیرا اچھا گیا تھا جبکہ اس بار عمران کے ہونٹوں پر سکون اور اطمینان بخش مسکراہٹ تیر رہی تھی۔ جو لیا کے بے ہوش ہوتے ہی اس نے اٹھ کر اپنے چہرے پر سے تھلی اتارنا شروع کر دی۔ اب وہاں عمران کے بجائے بلیک زیرو کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ چند لمحوں کو دیکھتا رہا پھر کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

جلدی سے رسیور اٹھالیا۔

”سرسلطان لائن پر ہیں سر۔ بات کیجئے۔“ ملٹری سیکرٹری نے کہا پھر گلک کی آواز آئی۔

”السلام وعلیکم سر۔ میں سرسلطان بول رہا ہوں۔“ رابطہ ملتے ہی سرسلطان کی مدبرانہ اور پروکار آواز سنائی دی۔

”سرسلطان، کیا آپ اس وقت میرے پاس آ سکتے ہیں۔“ صدر مملکت نے ان کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ضرور سر۔ کیوں نہیں۔“ سرسلطان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو ایوان صدر پہنچ جلیئے۔“ صدر مملکت نے کہا اور فون بند کر دیا۔ انہوں نے ملٹری سیکرٹری کو سرسلطان کی آمد کی اطلاع دی اور ایک بار پھر کرسی کی پشت پر سرٹاکر سوچ کی دنیا میں غطلاں ہونے لگے۔

تقریباً بیس منٹ بعد سرسلطان ان کے سلسلے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔ وہ غور سے صدر مملکت کے چہرے اور آنکھوں میں پریشانی، سوچ اور تفکرات کی پرچھائیوں کو دیکھ رہے تھے۔

”سرسلطان، آپ جانتے ہیں۔ میں نے آپ کو یہاں کیوں بلایا ہے۔“ کچھ دیر بعد صدر مملکت نے غور سے سرسلطان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

”کچھ کچھ اندازہ ہے سر۔ آپ شاید ہمارے نئے سپر سپیڈ میزائل پر مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“ سرسلطان نے کہا۔

”ہوں، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتائیے کہ ہم نے سپر سپیڈ میزائل پروگرام شروع کر کے کوئی غلطی کی ہے۔“

صدر مملکت نے کہا۔

”غلطی، کیا مطلب سر۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ سرسلطان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ہم نے اس پراجیکٹ پر اب تک کروڑوں روپے صرف کر دیئے ہیں۔ اس میزائل کی تیاری کے لئے ایک عرصہ سے خفیہ طور پر کام جاری تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے جو سیکورٹی بنائی گئی تھی وہ انتہائی سخت اور فول پروف تھا۔ پراجیکٹ پر کام کرنے والوں کی انتہائی خفیہ طور پر نگرانی کی جاتی تھی تاکہ وہ اس راز کو کسی بھی طرح لیک آؤٹ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میزائل کا تمام ترمیمیں بل پاکیشیا میں ہی تیار کیا جا رہا تھا۔ پراجیکٹ کے سائنسدان دن رات اور انتھک محنت کر کے میزائل پر کام کر رہے تھے۔ اس قدر حفاظت اور خاموشی سے کام ہونے پر ہم اسی خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ایس ایس ایم کی تیاری کا راز کسی بھی صورت میں لیک آؤٹ نہیں ہوگا۔ میزائل تیار ہونے کے بعد ہم خاموشی سے اس کا تجربہ کریں گے اور اندرونی طور پر ہم مضبوط سے مضبوط تر اور طاقتور ہو جائیں گے۔ وقت آنے پر جب ہم اس میزائل کو سلسلے لائیں گے تو اس کی رفتار، اس کی طاقت دیکھ کر



دشمنوں کے اوسان خطا کر دیں گے۔ مگر یہ ہماری محض خام خیالی ہی تھی۔ ہمارے ایس ایس ایم پراجیکٹ کی نہ صرف ہمارے دشمن ملکوں کو خبر ہو گئی ہے بلکہ ایس ایس ایم پراجیکٹ میں تین ایسے آدمی داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے جنہوں نے اس سارے منصوبے کو نجانے کیسے ساری دنیا کے سامنے آشکار کر دیا۔ ہم ابھی تک ان تین آدمیوں کی قومیت کا پتہ نہیں لگا پائے۔ اور ہمارا میزائل تیار ہو چکا ہے۔ ان دنوں لیبارٹری میں تجرباتی میزائل کی تیاری کا کام کیا جا رہا ہے۔ اور مجھے سپر پاور اور بڑے بڑے ملکوں کی فون کا لڑا موصول ہو رہی ہیں اور مجھے وہمکیاں دی جا رہی ہیں کہ میں اس پراجیکٹ کو فوری طور پر ختم کر دوں۔ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو ہمارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ ہمارے ملک پر ہر قسم کی معاشی اور اقتصادی پابندیاں عائد کر دی جائیں گی۔ تمام ممالک ہم سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیں گے اور ایشیاء میں ہی نہیں پوری دنیا میں ہم اکیلے رہ جائیں گے۔ ابھی ابھی مجھے ایکریٹیا کے صدر نے فون پر دھمکی دی ہے کہ اگر ہم نے ایس ایس ایم کا تجربہ کیا تو وہ ہمارے خلاف انتہائی جارحانہ قدم اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ یہی نہیں ایکریٹیا کے صدر کے ساتھ ساتھ باچان اور یورپی ممالک کے صدر نے بھی۔ مجھے اسی قسم کی دھمکیاں دی ہیں اور کافرستانی صدر نے تو واضح طور پر پاکیشیا کی سرحدوں پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ کافرستان کی فوج مکمل طور پر ہر قسم کے

ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہماری سرحدوں پر آچکی ہیں اور انہوں نے جنگی مشینیں بھی کرنا شروع کر دی ہیں۔ اور ہم نے تجرباتی میزائل فائر کیا اور وہ ہمارے ملک پر چڑھائی کر دیں گے۔ ان کی سرپرستی کرنے کے لئے ایکریٹیا، کرائس، باچان اور یورپی ممالک کے صدور نے بھی حامی بھری ہے اور ہمارے لئے جو سب سے زیادہ تشویشناک بات ہے وہ یہ ہے کہ ایس ایس ایم پراجیکٹ پر ہمارے سب سے عزیز اور دوست ملک شوگر ان نے بھی سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ باچینی صدر نے بھی کہا ہے کہ ہم اپنے اس تجربے کو روک دیں ورنہ ان کے اور ہمارے درمیان بھی کشیدگی آسکتی ہے۔“ صدر مملکت یہ سب ہٹا کر خاموش ہو گئے۔

”اوہ، یہ تو واقعی بہت تشویشناک بات ہے۔ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمارے ایس ایس ایم پراجیکٹ کے خلاف پوری دنیا سراٹھا رہی ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے دوست ملک بھی ہمارے اس پردگرا م سے خوش نہیں ہیں۔“ سر سلطان نے بھی پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں، ایک خفیہ اطلاع کے مطابق یہ بھی پتہ چلا ہے کہ شوگر ان نے بھی سرحدوں پر اپنی فوج لانی شروع کر دی ہے۔ جو نہایت حیران کن اور خطرناک بات ہے۔ اسی لئے میں کہہ رہا تھا کہ لگتا ہے ہم نے اس میزائل کو تیار کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اس وقت ساری کی ساری دنیا ہمارے خلاف ہے اور ہماری ایک چھوٹی سی غلطی ہمیں

عظیم ترین نقصان سے دوچار کر سکتی ہے۔ کافرستان کا مقابلہ کرنا تو ہمارے لئے کوئی مسئلہ کی بات نہیں لیکن اگر دوسری طرف شوگران نے بھی حملہ کر دیا تو ہم اپنے دوستوں کے خلاف ہتھیار کیسے اٹھائیں گے۔ یہی سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹنا جا رہا ہے۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”پھر سر، آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔“ سر سلطان نے چند لمحے توقف کے بعد گھمبیر لہجے میں پوچھا۔

”مجھے جواب دینے کے لئے جو بیس گھنٹوں کا وقت دیا گیا ہے۔ اطلاع کے مطابق عالمی سطح پر اس مسئلے کو بین الاقوامی سلامتی کونسل کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ پاکیشیا کا ایس ایس میڈائل پروگرام پوری دنیا کے لئے مسئلہ کھڑا کر سکتا ہے۔ اس کے دیکھا دیکھی دوسرے ممالک بھی ہتھیاروں کی دوڑ میں آگے نکلنے کے لئے خطرناک اور تباہ کن ہتھیار بنانا شروع کر دیں گے جو عالمی برادری کے لئے سب سے زیادہ خطرناک بات ہوگی۔“ مجھے بین الاقوامی سلامتی کونسل میں جو بیس گھنٹے کے اندر اندر شمولیت اور جواب دہی کے لئے نوٹس جاری کر دیا گیا ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں۔“ صدر مملکت کی بات واقعی بے حد تشویشناک تھی۔ جسے سن کر سر سلطان کا چہرہ بھی دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

”تب پھر کیا سر ہمیں واقعی اپنے اس پراجیکٹ کو ختم کرنا پڑے گا۔“ سر سلطان نے دھڑکنے والے دل سے پوچھا۔

”صورتحال تو ایسی ہی ہے۔ اس سلسلے میں، میں نے ابھی ہنگامی اجلاس نہیں بلایا۔ میں پہلے چیف ایکسٹو سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ چیف کو مجھ سے ملاقات پر آمادہ کریں۔“ صدر مملکت نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے سر میں چیف ایکسٹو سے بات کرتا ہوں۔“ سر سلطان نے کہا۔

”یہ ملاقات فوری ہونی چاہئے۔“ صدر مملکت نے کہا۔ ان کے لہجے میں عجیب سی بے بسی تھی۔

آپریشن روم کی دیوار پر لگا ہوا ایک بلب اچانک سپارک کرنے لگا اور کمرے میں تیز سیٹی کی آواز ابھری تھی جس سے سر کر بلیک زرو چونک پڑا تھا۔ اس نے اٹھ کر ایک مشین کا بٹن دبایا تو دیوار پر لگی ہوئی ایک سکریں آن ہو گئی۔ سکریں پر دانش منزل کا گیٹ کھل رہا تھا اور ایک نوجوان بڑے اطمینان سے اندر داخل ہو رہا تھا۔ نوجوان نے بہترین تراش فراش کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلاکی سنجیدگی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نوجوان کو دیکھ کر بلیک زرو کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے ایک مین دبا کر آپریشن روم کا دروازہ کھول دیا۔ نوجوان تیزیز قدم اٹھاتا ہوا آپریشن روم میں آ گیا۔ اسے اندر آتے دیکھ کر بلیک زرو اس کے احترام میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو۔ بیٹھو تمہیں کتنی بار کہا ہے جب میں آیا کروں تو خواہ مخواہ میرے احترام میں کرسی سے اٹھ کر کھڑے نہ ہو جایا کرو۔ تمہیں ابھی

تک اس کرسی کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہیں۔ کرسی کی اہمیت کا اندازہ لگانا ہے تو باہر جا کر کسی الیکشن میں کھڑے ہو کر دیکھ لو۔ ایک کرسی کے حصول کے لئے لوگوں کو کیا کیا کرنا پڑتا ہے اور کیسی جھینٹا جھپٹی ہوتی ہے۔ میرے ہاتھوں سے تو یہ کرسی پہلے ہی نکل چکی ہے۔ تم بار بار کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہو۔ اگر تمہارے ہاتھ سے بھی یہ نکل گئی تو سوائے ہاتھ ملنے کے تمہارے پاس اور کچھ نہیں رہ جائے گا اور اگر کھڑا ہونا اجتماعی ضروری ہے تو کرسی کے اوپر کھڑے ہو جایا کرو۔" نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی باتیں سن کر بلیک زرو کے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ اور زیادہ گہری ہو گئی۔

"جس کرسی کی اہمیت آپ کی نظر میں کچھ نہ ہو میں نے اس کرسی پر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر کیا کرنا ہے۔ جب سے آپ نے اس کرسی کی مجھ پر ذمہ داری ڈالی ہے میں تو صفر ہو کر رہ گیا ہوں۔ یہاں بیٹھے بیٹھے ممبروں کو احکامات دینے یا ان کی رپورٹیں سننے کے مجھے اور کوئی کام ہی نہیں ہوتا۔" بلیک زرو نے کہا۔

"صفر ہو کر نہیں کالے صفر ہو کر رہ گئے ہو۔ اسی لئے تو میں تمہیں بلیک زرو کہہ کر پکارتا ہوں اور تمہیں صفر کی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ بلیک زرو اگر تمہیں تہہ چل جائے کہ صفر کی کیا اہمیت ہے تو تم حیرت اور خوشی سے چھلانگیں مارنا شروع کر دو۔" نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا، صفر کی بھلا کیا اہمیت ہو سکتی ہے جسے سن کر میں چھلانگیں

کی بھی دیواریں۔ اوہ، مم میرا مطلب ہے دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" نوجوان جو اصل میں عمران تھا نے جلدی سے کہا۔  
 باہر کی دیواروں کے کان ہوتے ہوں گے یہ دانش منزل ہے اور آپ نے دانش منزل کی تمام دیواروں کے کان خود ہی کاٹ رکھے ہیں۔" بلیک زرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا۔ پھر تو میں نے یقیناً ان کی آنکھیں بھی پھوڑ رکھی ہوں گی۔ اس کا مطلب کہ میں اپنے اصلی حلیے میں بھی واپس آ سکتا ہوں۔" عمران نے یوں سر ہلا کر کہا جیسے یہ بات بتا کر بلیک زرو نے اس کے علم میں واقعی بے پناہ اضافہ کر دیا ہو اور پھر عمران اپنے بھرے پر سے ماسک میک اپ کی باریک مچلی اتارنے لگا۔ پھر اس نے آنکھوں پر لگے ہوئے لیز بھی اتارے اور دانتوں اور موڑھوں میں ایڈجسٹ کئے ہوئے سپرنگ بھی باہر نکال دیئے۔

"بس یہ بہت ہے یا اپنے کپڑے بھی اتار دوں۔" عمران نے بلیک زرو کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔  
 "ارے، ارے نہیں۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔" بلیک زرو نے بو کھلا کر کہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس نے اگر نہ روکا تو عمران چچ چچ اس کے سلسے کپڑے ہٹانے شروع کر دے گا۔

"اچھا، تم بچے ہو تو نہیں اتارنا تو رن میں جہاری آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھ کر کچھ ہر قدر قبیح لباس میں ادھر ادھر ٹھٹھا چاہتا تھا۔" عمران نے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ جیسے بلیک زرو نے اسے روک کر اس

مارنا شروع کر دوں گا۔" بلیک زرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔  
 "ایک کی ویلو تیب بڑھتی ہے جب اس کے ساتھ صف رنگ جائے۔ اس کے آگے ایک صف رنگا جائے تو بس بنتا ہے، دو صف ہوں تو سو، تین صف سے ہزار، چار سے دس ہزار، اسی طرح صف رنگتے جاؤ تو بات لاکھوں کروڑوں تک چلی جاتی ہے بلکہ اربوں کھربوں تک۔" نوجوان نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میں ایک ہی صف ہوں اور وہ بھی کالا۔ میری ویلو تو دس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔" بلیک زرو نے کہا اور نوجوان اس کی بات سن کر ہنس پڑا۔

"چلو تمہاری ویلو دس کی تو ہے ناں۔ تم دس دس کو فورڈ کر سکتے ہو اور ایک میں ہوں کہ ایک بھی فورڈ کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ میں دن رات محنت مزدوری کر کے جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنوں کی گولیاں سینے پر کھا کر جو کچھ کماتا ہوں اس سے سلیمان جیسا باواسی مجھے موائے موٹنگ کی وال کھلانے کے اور کیا کر سکتا ہے۔" نوجوان نے کہا اور اس کی بات کا مطلب سمجھ کر بلیک زرو کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"آپ سے باتوں میں جتنا واقعی کسی کے بس کی بات نہیں ہے عمران صاحب۔ آپ باتوں کا رخ کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔" بلیک زرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"عمران، ارے کیا کر رہے ہو۔ اس طرح میرا نام مت لو۔ کانوں

”میں جانتا ہوں جو یا کو ذہنی صدمے سے نکلنے کے لئے اس کے سلمے ایک بار عمران کا آنا بہت ضروری تھا۔ اگر وہ عمران اس کے سلمے نہ آتا تو اسے باگل ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔ تم جس وقت فاروقی ہسپتال میں عمران بن کر جا رہے تھے اور جو یا تمہیں بیچ سڑک میں مل گئی تھی۔ جلتے ہو اس نے ہسپتال میں کس قدر ہنگامہ برپا کیا تھا۔ اس وقت اس کی ذہنی حالت ایسی تھی کہ اس کے سلمے جو بھی آجاتا وہ اسے مار ڈالتی۔ یہ تو اتفاق ہی تھا کہ جس وقت وہ ہسپتال سے بھاگ رہی تھی اچانک تمہاری کار کے سلمے آگئی اور تمہیں عمران سمجھ کر اس کا ذہن فوری طور پر اعتدال پر لایا۔ نہ شاید وہ اپنے اس لاشعوری عمل سے اپنی جان سے ہی ہاتھ دھو ڈالتی۔ بہر حال تم نے اسے جس طریقے سے نکھایا تھا وہ واقعی ایک اچھا طریقہ تھا۔ جو یا کو حقیقت کا عکس اسی طریقے سے ہی دکھایا جاسکتا تھا۔ عمران نے بلیک زیرو کی جانب تعریفانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس وقت تو یقین کریں میرے پیٹ میں قمقمے بھلنا شروع ہوئے تھے جب ایکسٹو عمران کے روپ میں جو یا کے سلمے گیا تھا اور میں نے بحیثیت عمران کے جو یا کو بتایا تھا کہ میں ایکسٹو ہوں۔ جس پر جو یا کی حیرت کی انتہا نہ رہی تھی کہ عمران کے روپ میں ایکسٹو ہے اور پھر اسی شدید حیرت کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی۔ اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ عمران ہی اصل ایکسٹو ہے۔“ بلیک زیرو نے ہنستے

کے دل کو سخت ٹھیس پہنچائی ہو۔ اس کی شکل دیکھ کر بلیک زیرو قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

”اگر آپ میری آنکھوں پر نئی باندھ کر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آپ کچھ دیر تو کیا سارا دن قدرتی لباس میں ادھر ادھر ٹہل سکتے ہیں۔“ بلیک زیرو بھی جو شاید عمران کی باتوں میں لطف لینے پر آگیا تھا، نے ہنستے ہوئے کہا۔

”سارا دن، ارے باپ رے۔ اگر اس دوران تمہاری آنکھوں سے اپنی اتر گئی تو میری عزت تو خاک میں مل جائے گی نہ بابا میں باز آیا اپنے ارادوں سے۔“ عمران نے بڑے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور بلیک زیرو کے قمقمے کمرے کی چھت اڑانے لگے۔

”اچھا اچھا اب اسامت ہنسو کہ کمرے کی چھت ہی مجھ پر آگے۔ ابھی تو میں سیکرٹ سروس کی نظروں میں دہیے ہی مرا ہوں۔ اگر کمرے کی چھت مجھ پر گر گئی تو پھر تمہیں واقعی مجھے قبر میں بوڑھا گورکن بن کر اتارنا پڑ جائے گا۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو سنجیدہ ہو گیا۔

”عمران صاحب، اس سارے کھیل کا مقصد کیا تھا۔ آپ نے خود کب سیکرٹ سروس سے کیوں چھپایا ہوا ہے۔“ یقیناً کریں ان کے سلمے آپ کی موت کا ڈرامہ کرتے کرتے میں خود رہو گیا تھا اور خاص طور پر جو یا کو تو سمجھانا میرے لئے ایسا تھا صیہی میں کسی نادان بچی کو سمجھا رہا ہوں۔“ بلیک زیرو نے سنجیدگی سے کہا۔

”شوگران ہی نہیں۔ اس وقت پوری دنیا پاکیشیا کے خلاف نعرے بلند کر رہی ہے اور اس کی وجہ سے ہمارا دنیا اور جدید اسٹی اہتائی تیز رفتار میزائل جسے سپر سیڈ میزائل کا نام دیا گیا ہے اس میزائل کی رفتار، اس کی طاقت اور وار ہیلے جانے کی صلاحیت نے سپر پاورز کی فینڈیں اڑا کر رکھ دی ہیں اور اب وہ پاکیشیا پر ہر طرف سے دباؤ ڈال کر اس پر اجیکٹ کو ہر صورت میں ختم کرانے کے درپے ہو رہے ہیں تاکہ پاکیشیا کسی بھی طریقے سے ان کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہ ہو سکے۔“ عمران نے ہونٹ میٹھتے ہوئے کہا۔

”دوسرے ممالک کی تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن شوگران۔ شوگران کو کیا ہوا۔ وہ ہمارے اس پروگرام کی مخالفت میں کیوں اٹھ کھڑا ہوا ہے۔“ بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”بلیک زیرو، دانش منزل میں رہ کر بھی جہاری دانش کام نہ کرے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ جہار کیا خیال ہے شوگران ہمارے میزائل پروگرام کی مخالفت میں کھڑا ہوا ہے اور کیا وہ اپنی فوجیں عالمی دباؤ میں آکر ہماری سرحدوں پر لایا ہے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تو پھر اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔“ بلیک زیرو نے واقعی کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

”ہونہ۔“ لیبارٹری میں جو تین آدمی پکڑے گئے تھے انہوں نے جس قسم کے زہر کھائے تھے وہ جہارے خیال میں کہاں دستیاب ہو

ہوئے کہا اور عمران بھی ہنسنے لگا۔

”اچھا، ان کی طرف سے کوئی رپورٹ ملی ہے یا نہیں۔“ عمران نے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

”نہیں، ابھی تک کسی نے کوئی رپورٹ نہیں دی۔“ بلیک زیرو نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

”بلیک زیرو، اس وقت ملکی حالات بے حد خراب ہیں۔ کافرستان کے ساتھ ساتھ اس وقت سرحدوں پر باہینی فوج بھی آچکی ہے اور وہ سرحدوں پر جنگی مشینیں کر رہے ہیں۔ ان کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی وقت اور کسی بھی لمحے حملہ کر سکتے ہیں اور ان کا حملہ بے حد جارحانہ اور خوفناک ہوگا۔ کیونکہ وہ جدید اور اسٹی ہتھیاروں سے لیس ہیں۔ یہ سمجھ لو کہ اس وقت پاکیشیا کے سربراہی جنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہے۔ اگر انہوں نے واقعی حملہ کر دیا تو پاکیشیا کا وجود اس کرہ ارض سے ہمیشہ ہمیش کے لئے ختم ہو جائے گا۔“ عمران نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

”شوگران۔ اوہ، مگر شوگران تو ہمارا گہرا دوست ملک ہے۔ اس نے تو ہمارے اچھے اور برے وقت میں ہمیشہ ساتھ دیا ہے اور خاص طور پر جنگ کے زمانے میں اس ملک نے جس قدر ہماری امداد کی تھی اتنی امداد تو کسی مسلم ملک نے بھی نہیں کی تھی۔ پھر شوگران ہمارے خلاف کیوں اٹھ کھڑا ہوا ہے۔“ بلیک زیرو نے تشویش زد لہجے میں پوچھا۔

سکتے ہیں۔ جلتے ہونا اس زہر کو کھانے سے ان کے جسم کس طرح پانی بن کر بہہ گئے تھے۔ پھر انہوں نے جس طرح عمران کو ہلاک کرنے کے لئے جو حربہ استعمال کیا گیا تھا اسے ذہن میں رکھ کر سوچو تو تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ میزائل لیبارٹری میں پکڑے جانے والے آدمی کون تھے۔ ان کا کس ملک اور کس قومیت سے تعلق تھا اور شوگر ان کس کے حکم سے یا کس کے ڈر سے اپنی فوجیں ہماری سرحدوں پر لانا پر مجبور ہو سکتا ہے۔ عمران نے بے حد سخت لہجے میں کہا اور بلیک زرو سوچ میں ڈوب گیا۔ چند لمحوں سوچتا ہوا پھر اچانک وہ بری طرح سے اچھل پڑا۔ اس کی آنکھیں مارے حیرت اور خوف سے پھیلی چلی گئیں۔

”اوہ، زرو لینڈ۔ اس ساری کارروائی کے پیچھے اس کا مطلب ہے کہ زرو لینڈ کا ہاتھ ہے۔ انسانی جسم کو موم کی طرح پگھلانے اور سلائی نامی زہر جو گرائنڈیل باقی کے جسم میں بھی اتار دیا جائے۔ تو اس کا جسم بھی کسی بم کی طرح پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں سریع الاثر زہر صرف اور صرف زرو لینڈ میں ہی پائے جاتے ہیں اور شوگر ان اگر کسی کا حکم سامنے پر مجبور ہوتا ہے تو وہ صرف زرو لینڈ ہی ہے۔ اس کے علاوہ شوگر ان کسی دوسرے ملک کو خاطر میں ہی نہیں لاتا۔“ بلیک زرو نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

”بہت خوب۔ تم نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔ یہ سارا کھیل زرو لینڈ کا ہی رچا ہوا ہے۔ زرو لینڈ پاکیشیا کا سب سے بڑا اور

خطرناک دشمن ملک ہے۔ سب سے زیادہ سازشیں زرو لینڈ کی پاکیشیا کے خلاف ہی ہوتی ہیں۔ اس قدر عجیب اور اچھی ہوئی سازش زرو لینڈ کے علاوہ اور کون کر سکتا ہے۔ اس وقت زرو لینڈ نے ہی ساری دنیا کو پاکیشیا کے خلاف اٹھ کر کھڑے ہونے پر مجبور کیا ہے۔ یہ سب جو کچھ ہو رہا ہے صرف ایک دکھاوے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بین الاقوامی دھمکیاں، سرحدوں پر دشمن ملک اور دوست ملک کی افواج کی آمد اور مجھے ہلاک کرنے کے نیچے زرو لینڈ کا مقصد کچھ اور ہی ہے۔ ورنہ اسے اتنا ہلکا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کے تین آدمی میزائل لیبارٹری میں گھسنے میں کامیاب ہو ہی گئے تھے۔ جس طرح لیبارٹری میں وہ دائر لیس ٹرانسمیٹر لے جاسکتے ہیں اسی طرح وہ خاموشی سے میگا پاور چپ بم بھی لے جاسکتے تھے جنہیں کہیں بھی بیٹھ کر ریکوٹ سے تباہ کیا جاسکتا تھا مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ تینوں لیبارٹری میں بیس روز تک رہے تھے۔ لیبارٹری میں موجود ان کے رہائشی حصے سے مجھے ایسے ثبوت ملے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ وہاں بڑے اطمینان سے کام کر رہے تھے اور ان کی رسائی میزائل تک آسانی سے ہو سکتی تھی۔ اتنے دن وہ لیبارٹری میں کیوں رہے اور کیا کرتے رہے۔ اگر ان کا مقصد لیبارٹری یا میزائل کی تباہی کا ہوتا تو بتاؤ انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا۔“ عمران کہتا چلا گیا۔

”اوہ، اگر ان کا مقصد ایس ایس میزائل یا میزائل لیبارٹری کو

اڑانے کا نہیں تھا تو پھر واقعی وہ لیبارٹری میں کیوں گئے تھے اور پھر اس وقت ہمارے ملک پر جو خطرات منڈلا رہے ہیں اس کے پیچھے ان کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔" بلیک زرو نے واقعی حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"سبھی تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔ اگر سمجھ میں آجاتا تو پھر رونا کس بات کا تھا۔ مجھے کرسٹل بلٹ سے ہلاک ہو کر سیکرٹ سروس کی نگاہوں سے کیوں چھینا پڑتا۔" عمران نے سر آہ بھر کر کہا۔

"ہاں واقعی آپ نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ خاص طور پر سیکرٹ سروس سے کیوں آؤٹ ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے فلیٹ کے پاس جبے ہلاک کیا گیا تھا وہ کون تھا اور اس کی شکل آپ سے کیوں ملتی تھی اور پھر سیکرٹ سروس میں سلیمان کی شمولیت بھی میری سمجھ میں نہیں آئی اور ہاں یہ کرسٹل بلٹ سے آپ کی کیا مراد ہے۔" بلیک زرو ایک ہی سانس میں سوال کرتا چلا گیا۔

"کوئی اور سوال رہ گیا ہو تو وہ بھی پوچھ لو تاکہ میں ایک ہی بار تمہیں جواب دے دوں۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں بس، آپ میرے انہی سوالوں کا جواب دے دیں باقی میں خود سمجھ جاؤں گا۔" بلیک زرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا خاک سمجھ جاؤ گے۔ اگر تم میں اتنی سمجھ ہوتی تو بلیک زرو کیوں کہلاتے۔ واٹ زرو کیوں نہیں۔" عمران نے منہ بنا کر کہا اور بلیک زرو ہنسنے لگا۔

"آپ میری باتوں کو دلیلیئے مت اور مجھے بتائیے۔" الٹھن کے مارے

میرا برا حال ہو رہا ہے۔" بلیک زرو نے کہا۔

"الٹھن کے مارے اگر برا حال ہو رہا ہے تو تمہیں فوری طور پر کسی قریبی ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔" الٹھن صحت کے لئے اچھی نہیں ہوتی۔" عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زرو نے ہونٹ بھیجنے لائے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ابھی عمران اسے بتانا نہیں چاہتا اس لئے وہ ادھر ادھر کی ہانک رہا تھا۔ اس کا منہ جتنے دیکھ کر عمران بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"ایسے منہ مت بنایا کرو۔ جب تم اس قدر عجیب و غریب منہ بناتے ہو تو مجھے خواہ مخواہ ہنسی آ جاتی ہے۔ بالکل روٹھی ہوئی بیوی معلوم ہوتے ہو۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا اور بلیک زرو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا۔

"عمران صاحب، پلیز۔" بلیک زرو نے بے چارگی سے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا تو سنو۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ اس ساری کارستانی کے پیچھے زرو لینڈ کا ہاتھ ہے جہاں زرو لینڈ کا نام آجائے وہاں ظاہر ہے دو بڑے مجرموں کا ہی نام ذہن میں گونجتا ہے۔ ایک میرا ولد حرام و چچا سنگ ہی اور دوسرا نام تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا کا ہے جسے میری محبوبہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ محبوبہ بھی ایسی جو بات کم کرتی ہے اور گولیاں زیادہ مارتی ہے۔ بہر حال میرے علم میں جب یہ بات آئی کہ زرو لینڈ ایک بار پھر پاکیشیا کے خلاف سرگرم ہے تو میں نے



دقیقی طور پر مظر سے غائب ہو جانا ہی مناسب سمجھا کیونکہ سنگ ہی اور  
تھریسا جب کسی مشن پر ہوتے ہیں تو وہ نہایت خاموشی سے کام  
کرتے رہتے ہیں لیکن جب انہیں پتہ چلتا ہے کہ مجھے ان لوگوں کی  
موجودگی کا علم ہو گیا ہے تو وہ ہاتھ دھو کر میرے پیچھے بڑ جاتے ہیں اور  
ان کی ہر ممکن سہی کو شش ہوتی ہے کہ وہ یا تو مجھے کسی اور معاملے  
میں ملحدادیں یا پھر جس طرح بھی بن بڑے ہلاک کر دیں۔ اس بار بھی  
یہی ہوا تھا میں نے اپنے سامنے والی بلڈنگ کے ایک فلیٹ میں ایسی  
نفل و حرکت محسوس کی تھی جس سے پتہ چلتا تھا کہ میری خاص طور پر  
نگرانی کی جا رہی ہے لیکن نگرانی صرف میرے فلیٹ کی حد تک ہی  
محدود تھی۔ نہ میرا تعاقب کیا جاتا تھا اور نہ ہی کسی اور جگہ میں نے اپنی  
نگرانی ہوتے دیکھی تھی۔ اس چیز سے مجھے شک سا ہونے لگا کہ میرے  
فلیٹ میں آنے جانے کا وقت خاص طور پر نوٹ کیا جا رہا ہے۔ بات  
صرف نگرانی کی حد تک تھی اس لئے وہ جو کوئی بھی تھا میں نے اسے فی  
الحال چھیننا مناسب نہ سمجھا تھا۔ لیکن میں نے اس شخص کو بہر حال  
دیکھ لیا تھا۔ وہ لمبے قد کا مضبوط جسم کا مالک تھا۔ اس نے گو کہ مقامی  
میک اپ کر رکھا تھا لیکن اس کی آنکھوں، اس کے بالوں کے خاص  
اسٹائل اور اس کے مخصوص انداز سے پٹنے کی وجہ سے میں نے اسے  
پہچان لیا تھا کہ اس کا تعلق زیرو لینڈ سے ہے۔ زیرو لینڈ کے باسیوں کی  
آنکھوں کی رنگت ہلکی سبز ہوتی ہے اور وہ سر کے بال دائیں طرف رکھتے  
ہیں جبکہ ان کے چلنے کا انداز ایسا ہوتا ہے جیسے وہ بہت جلدی میں

یعنی چلتے چلتے جیسے اچانک وہ بھاگنا شروع کر دیں گے۔ ایک روز جب  
وہ فلیٹ سے باہر نکلا تو میں چپکے سے اس کے فلیٹ میں گھس گیا۔  
فلیٹ میں مجھے کوئی کام کی چیز نہ ملی تھی۔ وہاں زیرو لینڈ کے مخصوص  
برانڈ کے سگریٹ کے چند ٹکڑے ضرور ملے تھے جن سے میرے خیال  
کی تصدیق ہوتی تھی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس کا تعلق زیرو لینڈ سے ہی  
ہے۔

جس روز مجھے ہلاک کیا جانا تھا۔ اس سے پچھلی رات ایک دلچسپ  
واقعہ ہوا تھا۔ سلیمان نے ایک محفل سماع میں جانا تھا اور اسے تاخیر  
ہو رہی تھی۔ چونکہ اس کی عادت ہے کہ وہ کچن کے تمام کام نمٹا کر اور  
برتن وغیرہ سمیٹ کر ہی کہیں جاتا ہے اس لئے بوکھلاہٹ میں فلیٹ کا  
عقبی دروازہ وہ بند کرنا بھول گیا۔ فلیٹ کا عقبی دروازہ کھلا دیکھ کر  
کسی چور نے فلیٹ کی صفائی کا پروگرام بنالیا۔ سلیمان کچن میں تھا کہ  
اسے فلیٹ میں کسی تیسرے فرد کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس کی  
رگ جاسوسی پھڑک اٹھی اور وہ بڑی ہوشیاری سے اس کمرے میں  
داخل ہو گیا جہاں چور صاحب بڑے اطمینان سے کمرے کی صفائی کر  
رہے تھے۔ سلیمان کے ہاتھ میں فراٹی پن تھا اسے اور کچھ نہ سوجھا تو  
اس نے پیچھے سے چور کے سر پر فراٹی پن مار مار کر اسے بے ہوش کر  
دیا۔ شور سن کر میں اس کمرے میں گیا تو سلیمان فخریہ انداز میں مجھے  
اپنے اس کارنامے کے متعلق بتاتے لگا۔ میں سوائے ہنسنے کے اور کیا  
کر سکتا تھا۔ میں نے چور کی نبض دیکھی تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ صبح سے

میں دروازے کے قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ ایک دھماکہ ہوا اور میرے بمشکل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رابداری میں بکھر گئے۔ میں آگے بڑھنے کی بجائے تیزی سے واپس پلٹا اور سپیشل روم میں آگیا۔

وہاں میں نے ریست و ایچ پر سلیمان سے رابطہ قائم کیا اور اسے تفصیل بتا کر رانا ہاؤس پہنچنے کے لئے کہا اور اپنے چہرے پر نیا میک اپ کر کے فلیٹ کے عقبی راستے سے نکل کر فلیٹ کے فرنٹ پر پہنچ گیا جہاں اب میرے بمشکل کی لاش کے ٹکڑے اٹھائے جا رہے تھے۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ سلسلے موجود فلیٹ میں جو میری نگرانی کر رہا تھا اسی نے میرے دھوکے میں چور کا خاتمہ کر دیا ہے۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ رات مجھے بار بار یہ احساس کیوں ہو رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہونے والا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس چور کو چھوٹے سے جرم کی اتنی بڑی سزا ملنے والی ہے تو میں اس کے چہرے پر اپنا میک اپ نہ کرتا۔ لیکن شاید اس چور کی موت ہی اسے یہاں کھینچ لائی تھی۔ میں نے چور کا خون ٹیسٹ کے لئے حاصل کر لیا اور جب اس کا لیبارٹری میں ٹیسٹ کروایا تو پتہ چلا کہ اس کے خون میں کسی زہر کی آمیزش ہے۔ اس زہر کو عام طور پر شیشے کے جاریا کر سٹل بلیٹ میں ہی رکھا جاسکتا ہے ورنہ اس زہر میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ فولاد تک کو پگھلا کر رکھ دیتا ہے۔ سچور کے اس طرح مرنے کا مجھے بے حد افسوس تھا۔ میں نے فوری طور پر اس فلیٹ کا محاصرہ کیا لیکن مجرم اپنا کام کر کے وہاں سے جا چکا تھا۔ اللہ وہاں مجھے ایک کارڈ ضرور پڑا تھا

بہلے اس کا ہوش میں آنا مشکل ہے۔ سلیمان کو چونکہ جلدی تھی اس لئے وہ چور کو اٹھا کر عقبی رابداری میں لے گیا اور اسے فلیٹوں کے درمیان بنی ہوئی سیڑھیوں میں لٹا دیا تاکہ صبح اٹھ کر یہ خود ہی چلا جائے گا اور سلیمان محفل سماع میں شرکت کے لئے چلا گیا۔ سچور کا قد کاٹھ چونکہ میرے جیسا تھا اس لئے میری حس ظرافت جاگ اٹھی۔ میں چور کو اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آیا اور اپنا لباس اتار کر نیا لباس پہن لیا اور اس کا لباس اتار کر اسے اپنا لباس پہنچا دیا اور اس کا لباس چھپا دیا۔ پھر میں نے چور کے چہرے پر اپنا میک اپ کر کے اسے اپنے بستر پر لٹا دیا تاکہ صبح چور اور سلیمان کے درمیان ہونے والی کارروائی سے محفوظ ہو سکیں۔ میں نے چور کی نبض دوبارہ دیکھی۔ وہ صبح سے بہلے ہوش میں نہیں آسکتا تھا اس کے بعد میں سونے کے لئے سپیشل روم میں چلا گیا۔ صبح اٹھ کر میں عقبی راستے سے نماز فجر کی ادائیگی کے لئے مسجد میں چلا گیا۔ نماز پڑھ کر میں اسی راستے سے واپس اپنے فلیٹ میں آگیا۔ سچور بدستور میرے بیڈ پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر میں واپس اپنے سپیشل روم میں آگیا اور سلیمان کا انتظار کرنے لگا۔ پھر مجھے فلیٹ کا مین دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو میں مسکرانے لگا کہ سلیمان آگیا ہے کہ اچانک مجھے ایک کربناک چیخ اور پھر کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ میں تیزی سے فلیٹ کے مین دروازے کی طرف لپکا۔ مین دروازہ کھلا ہوا تھا اور باہر میرا بمشکل رابداری میں پڑا تروپ رہا تھا۔ میں بجلی کی سی تیزی سے اس کی طرف لپکا مگر ابھی میں

جس پر کالے سانپ کا مونو گرام بنا ہوا تھا اور اس پر کوبرا ہوٹل اور اس کا پتہ لکھا ہوا تھا۔

میں نے سوچا کہ میرے لئے یہ موقع بے حد اہم ہے۔ مجرم اپنی طرف سے مجھے ہلاک کر گیا ہے۔ اب وہ میری ہلاکت کی یقیناً اوپر خبر پہنچا دے گا۔ ولدہ امہچا اور تھرپیا میری موت کا یقین شاید آسانی کے ساتھ نہ کریں لیکن اگر میں وقتی طور پر منظر سے ہٹ جاؤں تو وہ دونوں یقیناً لکھ جائیں گے اور شاید کھل کر سامنے آجائیں۔ دوسرا میں سیکرٹ سروس سے قطعی طور پر علیحدگی میں کام کرنا چاہتا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ میرے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے وہ کیسیا کام کرتے ہیں اور رہی بات ان کے ساتھ سلیمان کو شامل کرنے کی تو اسے تم میرے دماغ کی غرابی ہی سمجھو۔ بس اسے یونہی جو زف اور جوہا کے ساتھ تھی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ سارا دن فلیٹ میں پڑا مونگ کی دال بگھارتا رہتا ہے کسی کام میں آگے آنے کی کوشش کرے۔ اس کی دوسری وجہ سلیمان کی احمقانہ باتیں بھی ہیں۔ شاید اس کی موجودگی میں سیکرٹ سروس کا دل نگار ہے اور یہ بھی ممکن ہے سنگ ہی یا تھرپیا دونوں اسے عمران سمجھ کر اس کے پیچھے لگے رہیں اور ان کا دھیان مجھ سے ہٹا رہے۔ عمران کہتا چلا گیا۔

"اوہ، تو آپ سلیمان کو ٹریپ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔"

بلیک زرو نے عمران کی بات سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لو۔" عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں ساری بات سمجھ گیا ہوں۔" بلیک زرو نے کہا۔ عمران کی وضاحت سے واقعی اس کی ساری الجھنیں دور ہو گئی تھیں۔

"سمجھ گئے ہو تو بتاؤ۔ دنیا میں مرئی پہلے آئی تھی یا انڈا۔ عمران ایک بار پھر پڑی سے اتر گیا۔

"میرے خیال میں ان دونوں سے پہلے آپ ہی دنیا میں آئے ہوں گے جو آپ آسانی سے مجرموں کو اور مجرموں کے ارادوں کے بارے میں جان لیتے ہیں۔" بلیک زرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران بلیک زرو کو فی البدیہہ جواب پر زور دار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا چنانچہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور بلیک زرو نے آگے بڑھ کر تیزی سے فون کا رسیور اٹھایا۔

"ایکسٹو۔" اس نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سلطان بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے سرسلطان کی گھمبیر آواز سنائی دی۔

"اوہ، یس سر میں ظاہر بول رہا ہوں۔" بلیک زرو نے سرسلطان کی آواز پہچان کر انہیں جلدی سے سلام کرتے ہوئے کہا۔

"عمران کہاں ہے۔" سرسلطان نے پوچھا۔

"ہمیں ہیں سر لیجئے بات کیجئے۔" اس کے سر کہنے اور اصل آواز میں بولنے سے ہی عمران سمجھ گیا تھا کہ فون سرسلطان کا ہے۔

"اگر آپ کو مجھ سے کوئی قرض لینا ہے تو آپ میرے فنانس سیکرٹری جناب آغا سلیمان پاشا سے مل لیں وہ آپ کو دس روپے تک

کا قرض، قرض حسنہ کے طور پر دے دے گا۔ جس کی آپ کو رسید بھی دینا پڑے گی اور اپنی کسی پر اپرٹی کے کاغذات جمع کروانا پڑیں گے۔“  
عمران نے بلیک زیرو کے ہاتھ سے رسیور پکڑ کر کسی سو ذخور بیٹنے کی طرح کہا۔

”ملک اس وقت خوفناک دورا ہے پر کھڑا ہے اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔“ سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ملک اگر دورا ہے پر کھڑا ہے تو اسے ایک راہ پر لا کر بیٹھنے کو کہہ دیں۔ سارا خوف ناک کے رستے بہہ جائے گا۔“ عمران بھلا کہاں باز آنے والا تھا۔

”عمران سنجیدگی سے میری بات سنو گے۔“ سر سلطان نے درشتگی سے کہا۔

”سنجیدہ ہونے کے لئے مجھے سر کے بل کھڑا ہونا پڑے گا۔ سر کے بل کھڑا ہو کر میں سنجیدہ تو ہو جاؤں گا مگر پھر آپ کی بات نہیں سن سکوں گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہو نہہہ لگتا ہے اس وقت تم پر مذاق کا بھوت سوار ہے۔ تم سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ فون ظاہر کو دو۔“ سر سلطان نے واقعی غصیلے انداز میں کہا۔

”صرف رسیور یا فون سیٹ ہی اٹھا کر ظاہر کو دے دوں۔“ عمران کے ذہن پر جج جج مذاق کا بھوت سوار ہو چکا تھا جو آسانی سے اترنے والا نہیں تھا۔

”عمران۔“ سر سلطان غصے سے دھاڑے۔ ان کی آواز اس قدر تیز تھی کہ عمران نے بو کھلا کر رسیور کان سے ہٹا لیا اور بے اختیار کان میں انگلی پھیرنے لگا جیسے سر سلطان کی تیز آواز نے اس کے کان کے پردے کو نقصان پہنچا دیا ہو۔

”لو بھائی، سلطان معظم تو میرے کانوں کے پردے پھاڑنے پر اتر آئے ہیں۔ تم بھی ان سے بات کر کے اپنے کانوں کی صفائی کروالو۔“

عمران نے آنکھ کا اشارہ کرتے ہوئے رسیور بلیک زیرو کو دے دیا۔  
”یس سر۔ میں ظاہر بول رہا ہوں۔“ رسیور لے کر بلیک زیرو نے سنجیدگی سے کہا۔

”عمران سے کہو کہ وہ سنجیدگی کا بادہ اوڑھ کر فوراً ایوان صدر پہنچے صدر صاحب نے اسے بطور ایکسٹنشن ہاں بلایا ہے۔ اگر وہ نہ آنا چاہے تو بے شک تم آجاؤ۔“ سر سلطان نے کہا اور پھر انہوں نے بلیک زیرو کا جواب سننے بغیر رابطہ منقطع کر دیا۔

”لو اب صدر صاحب کو بھی مجھ سے کام آن پڑا ہے۔ اس وقت وہ کہاں تھے جب ان سے کہا گیا تھا کہ لیبارٹری کی سیکورٹی پاکیشیا سیکرٹ سروس کے حوالے کر دی جائے۔ اس وقت تو انہوں نے ہماری ایک نہیں سنی تھی اب جب سارا کام تلپٹ ہو گیا ہے تو سیکرٹ سروس کے چیف کو مدد کے لئے بلایا جا رہا ہے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس نے رسیور بلیک زیرو کو دیتے ہوئے فون کے لاؤڈر کا بٹن دبایا تھا جس سے اس نے سر سلطان کی بات سن لی

تھی۔

”صدر صاحب کا بلاوا ہے۔ اس لئے جانا تو ہو گا ہی“۔ بلیک زیر نے کندھے اچکا کر کہا۔

”تم چلے جاؤ“۔ عمران نے کہا۔

”میں۔ لیکن میں ان سے کیا کہوں گا“۔ بلیک زیر نے چونک کر کہا۔

”کہہ دینا کہ وہ دشمنوں کے سامنے سر جھکانے کی بجائے ان کے سامنے سر اٹھانا سیکھیں۔ اس بار انہوں نے اگر ان کے دباؤ میں آکر اپنا پراجیکٹ ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا تو ایک روز دشمن اسی طرح دباؤ ڈال کر ان سے پاکیشیا ہی چھین لیں گے“۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا اور بلیک زیر کا جواب سنے بغیر تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔

جولیانے بڑی مشکوں سے خود کو عمران کی موت کے بعد ایکسٹو کے ساتھ کام کرنے کے لئے آمادہ کیا تھا۔ ایک طرح سے ایکسٹو کا اس پر احسان بھی تھا جس نے عمران بن کر اسے ایک نئی زندگی دی تھی ورنہ عمران کی موت کا سن کر اسے جو ذہنی صدمہ ہوا تھا وہ اس صدمے سے یا تو ہمیشہ کے لئے اپنا ذہنی توازن کھو سکتی تھی یا پھر وہ اپنا خاتمہ خود ہی کر ڈالتی۔ لیکن ایکسٹو نے اس کے سامنے عمران کے روپ میں آ کر اسے نہ صرف ذہنی صدمے سے نکال دیا تھا بلکہ اس کے سامنے جو سوال و جواب کئے تھے اس سے جولیانے دل میں ایکسٹو کی عزت اور زیادہ بڑھ گئی تھی کہ وہ اپنے ممبروں کا کس قدر خیال رکھتا ہے۔

عمران کی موت کوئی عام بات بھی نہیں تھی جیسے وہ آسانی سے بھول جاتی۔ عمران جیسے دل ہی دل میں وہ چاہتی تھی اور ہمیشہ اس سے یہی آس لگائے رہتی تھی کہ ایک نہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب

ڈرائیو کر رہی تھی۔ سلیمان اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا جبکہ جوزف بجلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ان تینوں کے چہروں پر حناؤں کی سی سختی چھائی ہوئی تھی۔

تفتیش کا آغاز جوینے عمران کے فلیٹ سے ہی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

”جس وقت عمران کو ہلاک کیا گیا تھا تم اس وقت کہاں تھے۔“  
جوینے سلیمان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”میں عمران صاحب کے سر کی ماش کے لئے بازار سے تیل لینے گیا ہوا تھا۔“ سلیمان نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا اور اس کا جواب سن کر جوینا بھونچکی رہ گئی۔ سلیمان جس طرح سنجیدہ انداز میں بیٹھا تھا اس سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ ہنسنا مسکرا نا اور بات کرنا تک بھول گیا ہے اور عمران کی موت کا گہرا اثر لئے بیٹھا ہے۔ لیکن اس وقت اس نے جوینا کو جو جواب دیا تھا اس سے جوینا کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے سلیمان نے اس کے ساتھ مذاق کیا تھا یا پھر شاید عمران کی موت نے واقعی اس کے دماغ پر گہرا اثر ڈال رکھا تھا کیونکہ عمران اور اپنے سر پر تیل سے ماش کروانے یہ تو ممکن ہی نہیں تھا اور نہ ہی جوینا نے کبھی اس کے سر پر تیل لگا دیکھا تھا۔

”کیا مطلب۔“ یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔“ جوینا نے حیران نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

”کس چیز کا مطلب پوچھ رہی ہیں آپ مس جوینا۔ تیل کا یا ماش

عمران خود ہی اس سے اپنی محبت کا اظہار کرے گا۔ لیکن اب وہ خیال، وہ سوچ عمران کی لاش کے ٹکڑوں کے ساتھ اس کی قبر میں دفن ہو گئے تھے۔ اب جو ایکسٹونے اس کے دل میں نیا جذبہ جگایا تھا وہ تھا انتقام کا جذبہ۔ عمران کے ان قاتلوں سے انتقام کا جذبہ جنہوں نے عمران کو اس قدر سفاکی اور درندگی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ جوینا کا دل چاہا رہا تھا کہ ایک بار اسے عمران کے قاتل مل جائیں تو وہ ان سے اس کی موت کا ایسا بھیانک انتقام لے گی کہ ان کی نسلیں بھی کانپ اٹھیں گی۔

ایکسٹونے جوزف اور سلیمان کے ساتھ اسے عمران کے قاتلوں کی تلاش کا ہی کام سونپا تھا۔ جوزف کی بات تو جوینا کو سمجھ میں آتی تھی کہ اسے اس کے ساتھ کیوں رکھا گیا ہے۔ اکثر مشنز میں جوینا جوزف کی کارکردگی دیکھ چکی تھی مگر سلیمان کو اس کے ساتھ نتھی کرنا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ سلیمان جو عمران کا بادیعی تھا بے وقوف، احمق اور باتونی۔ جس نے سوائے کچن سنبھالنے کے اور کوئی کام نہیں کیا تھا۔ وہ بھلا عمران کے قاتلوں کی تلاش میں اس کی کیا مدد کر سکتا تھا۔ اس کی بات کا جواب ایکسٹونے اسے یہ دیا تھا کہ سلیمان کی خود بھی یہی خواہش ہے کہ وہ اپنے صاحب کے قاتلوں کو تلاش کرے اور انہیں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے۔ ایکسٹونہ حکم تھا اس لئے حکم حاکم مرگ مفاجات کے مصداق جوینا اس پر کیا اعتراض کر سکتی تھی۔  
اس وقت وہ تینوں کار میں فلیٹ کی جانب جا رہے تھے۔ کار جوینا

سے پیسے لوں اور لے جا کر تیل فروش کے منہ پر دے ماروں اور اس سے اپنی تیل کی شیشی واپس لے آؤں۔ لیکن جب واپس آیا تو پتہ چلا کہ عمران صاحب میری کئی سالوں کی تنخواہ دیئے بغیر اوپر سدا جا گئے ہیں تو میں اپنی قسمت پر آنسو بہانے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔ اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں جلد سے جلد عمران صاحب کے قاتلوں کو تلاش کروں اور ان سے اپنی اگلی پچھلی تنخواہیں اور ان لوگوں کے پیسے وصول کروں جن کا قرض دینا ہے۔" سلیمان کہتا چلا گیا۔ اس کی باتیں سن کر جو یا کا ذہن ہوا میں اڑنے لگا تھا۔ اب اس کا شک یقین میں بدل چکا تھا کہ سلیمان واقعی ذہنی طور پر آپ سیٹ ہو چکا ہے۔

"اس کا مطلب ہے تمہیں عمران کی موت کا کوئی دھکہ نہیں ہوا۔"

جو یا نے حیرت زدہ نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"عمران صاحب کی طرف میری ہزاروں نہیں تو سینکڑوں تنخواہیں نکلتی ہیں۔ ان کے مرنے کا دھکہ مجھے نہیں ہوگا تو اور کسے ہوگا۔"

سلیمان نے اسی انداز میں کہا۔

"اوہ جوزف تم کیا کہتے ہو۔" جو یا نے بیک مر میں جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اور پھر یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ جوزف سیٹ کی پشت سے سر نکالے بڑے آرام سے سو رہا تھا۔ اب تو جو یا کی کھوپڑی جھجکھونکے گئی۔ اس یوں محسوس ہوا کہ ان دو بڑے احمقوں کو ایکسٹو نے اس کے ساتھ لگا کر اس کے ساتھ تخت زیادتی کی ہے۔ انتہائی حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ دونوں عمران کے قاتلوں کو تلاش

کا۔" سلیمان نے بھولپن سے پوچھا اور جو یا نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔ واقعی سلیمان کی دماغی حالت درست نہیں تھی۔

"سلیمان، میں تم سے جو پوچھ رہی ہوں اس کا سیدھا سادا جواب دو۔ میں اس وقت مذاق کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہوں۔" جو یا نے اس بار قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"سیدھا سادا تو جواب دے رہا ہوں مس جو یا۔ میں نے کون سا بات کو ٹیڑھے میڑھے یا لٹے سیدھے انداز میں بتایا ہے۔" سلیمان نے حیرانگی سے جواب دیا۔

"ہو نہ ہو، تو تم بازار سے تیل لینے گئے ہوئے تھے۔" جو یا نے ہنکارہ بھر کر کہا۔

"جی ہاں۔ اگر آپ کو یقین نہیں آ رہا تو میں آپ کو اس تیل فروش کے پاس لے جلتا ہوں جس سے میں نے ادھار تیل لیا تھا۔ اس کجنت نے بھی ادھار تیل دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں پہلے جو تیل لے جاتا رہا ہوں پہلے اس کا حساب بے باق کروں پھر وہ مجھے مزید ادھار میں تیل دے گا۔ اس نے مجھ سے تیل کی شیشی بھی چھین کر اپنے پاس رکھ لی تھی کہ اگر میں نے شام تک اس کے تیل کے پیسے نہ دیئے تو وہ شیشی بیچ کر اپنے پیسے پورے کرے گا۔ آپ نہیں جانتیں میرے لئے اس شیشی کی کیا اہمیت تھی۔ وہ دو ہزار برس پرانی شیشی تھی جس میں میرے آباؤ اجداد بھی ادھار میں ہی تیل ڈلو اتے آ رہے تھے۔ میں غصے سے واپس آیا کہ عمران صاحب سے لڑ کر زبردستی ان

کرنے اور ان سے انتقام لینے کے لئے نکلے تھے۔ ان میں سے ایک حماقت آمیز باتیں کر رہا تھا اور دوسرا بڑے اطمینان سے سو رہا تھا جیسے وہ لائنگ روٹ پر سیر کرنے نکلے ہوں۔ اسے شک ہوئے گا کہ کہیں عمران زندہ تو نہیں۔ ان کے انداز سے تو ایسا ہی لگ رہا ہے۔ لیکن یہ کیسے ممکن تھا اس نے خود اپنی آنکھوں سے عمران کو ہلاک ہوتے دیکھا تھا۔ پھر یہ دونوں۔ وہ پریشانی کے عالم میں سوچتی چلی گئی۔ سہاں تک کہ وہ لنگ روڈ پہنچ گئے۔ مجاہد بلڈنگ کے پاس کار روک کر جو یا اترنے ہی لگی تھی کہ سلیمان نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میڈم، اگر آپ نے عمران صاحب کی موت کی تحقیق کرنی ہے تو اس بلڈنگ اور فلیٹ میں جانے کی بجائے سامنے والے فلیٹوں میں جائیں۔ خاص طور پر تیسری منزل کے فلیٹ نمبر دوسو دس میں۔ وہاں آپ کو عمران صاحب کے قاتلوں کی کوئی نہ کوئی نشانی ضرور مل جائے گی۔“ سلیمان کی بات سن کر جو یا چونک اٹھی۔

”یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو۔“ جو یا نے اسے بری طرح گھورتے ہوئے کہا۔

”ابھی ابھی عمران صاحب کے غیبی بھوت نے یہ بات میرے کان میں کہی ہے۔“ سلیمان نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”بھبھ، بھوت۔ کہاں ہے بھوت۔ کون بھوت۔ مجھے بتاؤ میں ابھی وچ ڈاکٹر یا کاشوشو کی روح سے رابطہ قائم کرتا ہوں وہ بھوت کے پیٹ میں گھونے مار کر اس کی آتیں باہر نکال دے گا۔“ جو یوسف نے بھوت کا

نام سن کر ہلڑا تے ہوئے کہا۔

”اے شب دجور کی ناخلف اولاد سہاراہ اسی طرح۔ تو کسی بھوت سے کم ہے کیا۔ اپنے وچ ڈاکٹر یا کاشوشو کی روح کو بلوا کر خود گھونے کھا کر اپنی آتیں باہر نکلوالے۔“ سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

”میرے منہ لگنے کی کوشش مت کر بد صورت باویج۔ ورنہ میرا ایک گھونسہ تیری کھوپڑی کے نکلے کر دینے کے لئے کافی ہوگا۔“ جو یوسف نے اسے بری طرح گھور کر کہا۔

”جوزف میرے ساتھ آؤ۔“ اس سے پہلے کہ وہ دونوں بات بڑھاتے جو یا نے جو یوسف سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس مس۔“ جو یوسف نے فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس کی دونوں سائیڈوں پر ہوسلٹر لٹک رہے تھے۔ جس میں بھاری دستوں والے ریو لور صاف دکھائی دے رہے تھے۔

”میں بھی آؤں مس جو یا۔“ سلیمان نے جو یا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”نہیں، تم ہمیں رکو میں ابھی اگر تم سے بات کرتی ہوں۔“ جو یا نے اس کی جانب عصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور سلیمان سرملا کر رہ گیا۔ جو یا جو یوسف کے ساتھ اس بلڈنگ کی جانب بڑھ گئی جس کے بارے میں سلیمان نے اسے بتایا تھا۔

فلیٹ نمبر دو سو دس کے دروازے پر پہنچ کر جو یا نے دروازے پر



دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا وہ شاید لاک نہیں تھا۔

”آؤ۔“ جو یا نے جوزف سے کہا اور وہ دونوں فلیٹ میں داخل ہو گئے۔ فلیٹ میں اچھا خاصا اندھیرا تھا۔ جو یا تیزی سے سامنے والی کھڑکی کی جانب بڑھ گئی جس پر دیز پرده پڑا ہوا تھا۔ پردہ ہٹا کر وہ کمرے میں کچھ روشنی کرنا چاہتی تھی تاکہ وہ وہاں کسی دیوار پر لگا ہوا لائٹ آن کرنے والا بٹن تلاش کر سکے۔ ابھی وہ کمرے کے وسط میں ہی پہنچی تھی کہ اچانک اس کے سامنے ایک سایہ سا گھوٹا اور اس نے تیز چمچ مارتے ہوئے اچھل کر ایک ٹانگ جو یا کے سینے پر دے ماری۔ جو یا کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ اپنی جگہ سے اچھل کر اپنے پیچھے موجود جوزف سے جا ٹکرائی۔ اگر جوزف بروقت عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اسے دبوچ نہ لیتا تو جو یا جس بری طرح سے اس سے ٹکرائی تھی یقیناً وہ دونوں الٹ کر گر پڑتے۔ جس سائے نے جو یا پر حملہ کیا تھا وہ کسی لڑکی کا تھا کیونکہ اس نے لکھ راتے ہوئے کنگفو کے مخصوص مسائل میں چمچ بھی ماری تھی۔ اس سے پہلے کہ جوزف جو یا کو ایک طرف کرتا سایہ نے زمین پر ہاتھوں اور پیروں کے بل پر قلابازیاں کھائیں اور پھر اس نے دونوں پیر پھیلا کر ایک جوزف اور دوسرا جو یا کے پہلو میں رسید کر دیا اور خود قلابازی کھا کر دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو گئی۔ اس بار بھی اس کا حملہ بے حد تیز اور اچانک تھا۔ جوزف اور جو یا دونوں سنبھل نہ سکے تھے اور پہلوؤں کے بل زمین پر جا گرے تھے۔ سایہ نے پھر چمچ مار کر حرکت کی اور اپنی

جگہ سے اچھل کر تقریباً اڑتی ہوئی ان کی طرف آئی تھی۔ اس نے فضا میں دونوں پیروں کو موڑ لیا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ پوری قوت سے دونوں گھٹنوں سمیت جوزف پر گرنا چاہتی ہو۔ جوزف نے سائے کو اس انداز میں اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے زمین پر چکنی پھل کی طرح تحریکے ہوئے اپنے جسم کو موڑا اور جیسے ہی سایہ اس کے قریب آیا اس نے دونوں پاؤں اٹھا کر اس کے مڑے ہوئے گھٹنوں پر دے مارے۔ سایہ فضا میں قلابازی کھا گیا۔ اسی لمحے جو یا نے بھی لیٹے لیٹے اپنی ٹانگ سایہ کے گھوٹے ہوئے جسم پر دے ماری۔ سایہ رول ہوتا ہوا ایک دھماکے سے فرش پر جا گرا۔ جوزف اور جو یا نے انھیں میں ایک لمحے کی بھی دیر نہ لگائی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں اس سائے کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ جو اندھیرے میں کہیں گم ہو گیا تھا۔

”مس آپ ایک طرف ہو جائیے۔ اس سے میں لڑوں گا۔“ جوزف نے جو یا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں جوزف تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ وہ لڑکی ہے اس کا مقابلہ میں کروں گی۔“ جو یا نے تیز لہجے میں کہا۔ اسی لمحے برق سی کوندی اور سامنے سے کوئی چمکتی ہوئی چمچ جوزف کی طرف بڑھی اسی لمحے جو یا نے جسم کو مارشل آرٹس کے مخصوص انداز میں موڑتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر ایک خاص انداز میں چمکتی ہوئی چیز کو ہاتھ مار دیا۔ چمکتی ہوئی چیز جو یقیناً خنجر تھا جو یا کا ہاتھ پڑتے ہی ایک طرف جا گرا۔ جوزف نے

اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے کی جانب چھلانگ لگا دی اور زمین پر گر کر تقریباً گھسٹا ہوا اس طرف بڑھا جہاں سے اس پر خنجر پھینکا گیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ پھیلا رکھے تھے۔ اس بار اس کا داؤ چل گیا۔ اس کے ہاتھ سائے کی ٹانگوں سے ٹکرائے اور پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ جوزف سائے کی ٹانگوں کو چھوڑ دیتا۔ ٹانگیں پکڑتے ہی اس نے انہیں ایک زوردار جھٹکا دیا اور سایہ الٹ کر گر پڑا۔ اس کے منہ سے ایک بار پھر نسوانی چیخ نکل گئی تھی۔

"میں نے اسے پکڑ لیا ہے مس۔ جلدی سے آگے آئیں۔" جوزف نے چیختے ہوئے جوہا سے مخاطب ہو کر کہا۔ مگر اس سے قبل کہ جوہا اس کی مدد کے لئے آگے بڑھتی سائے نے اچانک جوزف کے سر پر ضرب لگائی تو جوزف کی آنکھوں کے سامنے سورج سا روشن ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کی گرفت سائے کی ٹانگوں سے ڈھیلی بر گئیں۔ سائے نے اس کی گرفت سے ٹانگیں چھوڑیں اور کر دھت بدل کر اندھیرے میں چلا گیا۔

"جوزف، کہاں ہو تم۔" جوہا اندھیرے میں جوزف کی جانب بڑے جوکے انداز میں بڑھ رہی تھی لیکن جوزف اس کی بات کا کیا جواب دیتا اس کے ذہن پر جو سورج روشن ہوا تھا تو اس کی روشنی چند لمحوں کے لئے ہی پھیلی تھی پھر ہر طرف گہری تاریکی سی چھا گئی تھی۔ سائے کی زوردار ضرب نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

"جوزف۔" جوہا نے پھر اسے آواز دی۔ اسی وقت اس نے دائیں

غرف سے سائے کو اپنی طرف آتے دیکھا جو لیا ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں نیچے جھٹک گئی۔ سایہ اس کے اوپر سے ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔ اس نے شاید جوہا پر چھلانگ لگائی تھی۔ سایہ جیسے ہی دوسری طرف گرا اسی لمحے جوہا نے بھی بھوکی شیرنی کی طرح پلٹ کر اس پر چھلانگ لگا دی اور سیدی سائے پر جا گری۔ جوہا نے اسے بری طرح سے رگید کر رکھ دیا تھا اور پھر وہ سایہ کو جنونیوں کے سے انداز میں مارنے لگی۔ سایہ کے منہ سے گھٹی گھٹی آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس نے اچانک اپنے ہاتھ پیر موڑ کر جوہا کو ایک طرف اچھال دیا اور جیسے ہی جوہا فرش پر گر گئی وہ کروٹیں بدلتی ہوئی اس پر آگئی۔ اس بار جوہا سائے کے نیچے تھی اور سائے کے ہاتھ چل رہے تھے اور جوہا کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے چہرے کی کھال بھینچتی جا رہی ہو۔

جوہا پوری قوت سے اسے پرے دھکیلتے میں مصروف تھی کہ اچانک کمرہ تیز اور چمکوند روشنی سے بھر گیا۔ تیز روشنی کی وجہ سے جوہا اور سایہ کی آنکھیں بری طرح سے چندھیا گئی تھیں۔ اسی لمحے جوہا نے موقع کا فائدہ اٹھا کر سایہ کو ایک طرف اچھال دیا اور پھر اچانک کمرہ سایہ کی تیز اور دردناک چیخوں سے گونج اٹھا۔ جوہا کی آنکھیں جب روشنی میں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اس نے ایک سیاہ پوش لڑکی کے پاس سلیمان کو کھڑے دیکھا جو بڑی بے دردی سے اس کے سر پر بوٹ نہی ٹھو کریں مار رہا تھا۔ لڑکی کا جسم ساکت ہو چکا تھا۔ شاید کمرے میں سلیمان نے ہی لائٹ آن کی تھی اور پھر جیسے ہی جوہا نے اسے اپنے پر

سے ایک طرف اچھال کر پھینکا تھا وہ شاید سلیمان کے قریب ہی گری تھی اور سلیمان نے بوٹ مار مار کر بے ہوش کر دیا تھا۔

"مس جوہیا۔ میں بڑی دیر سے نیچے آپ لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر میں خود ہی اوپر آ گیا۔ فلیٹ کے دروازے پر آیا تو اندر سے مجھے دھینگا مشقی کی آواز سنائی دی۔ میں نے چپکے سے کمرے میں آکر لائے آن کر دی۔ اس وقت آپ نے اس لڑکی کو اچھال کر میری طرف پھینک دیا۔ اس سے پہلے کہ یہ مجھ پر حملہ کرتی میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے۔ کون ہے یہ اور یہ آپ سے کیوں لڑ رہی تھی۔ یہ کالے دیو کو کیا ہوا ہے۔ زمین پر اوندھا پڑا کیا کر رہا ہے۔" سلیمان حیرت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہتا چلا گیا۔ لڑکی کا چہرہ خون سے بھرا ہوا تھا۔ یہ شاید جوہیا کے جنوینا نہ انداز کا نتیجہ تھا۔ اس طرح جوہیا کا بھی بایاں گال اور ایک ہونٹ پھٹ گیا تھا جہاں سے خون ابھی تک رس رہا تھا۔ لڑکی واقعی بہترین لڑاکا اور پھر تیلی معلوم ہوتی تھی جس نے اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر ان پر بھروسہ اور انداز میں حملہ کیا تھا اور جوزف جیسے گرائنڈل دیو کو بھی بے ہوش کر دیا تھا۔

جوہیا اپنی جگہ سے اٹھی اور لڑکی کے قریب آگئی۔ اس نے لڑکی کی نفس چٹیک کی وہ واقعی بے ہوش ہو چکی تھی۔ کسی خیال کے تحت جوہیا نے لڑکی کا منہ کھولا اور اس کے دانتوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔ پھر جب اس کی انگلیاں باہر آئیں تو اس میں شیشے جیسا ایک چھوٹا سا کیسپول چمک رہا تھا جس میں ہلکے سبز رنگ کا محلول سا بھرا ہوا نظر آ رہا

تھا۔

"اوہ، شاید اس نے لپٹنے دانتوں میں یہ زہریلا کیسپول چھپا رکھا تھا تاکہ اگر کبھی یہ پکڑی جائے تو کیسپول جبا کر اپنا خاتمہ کر لے۔ آپ کو اس کا خیال کیسے آیا مس جوہیا اور یہ ہے کون۔" سلیمان نے حیرت سے کیسپول کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"عمران کی قاتل یا پھر قاتل کی ساتھی۔" جوہیا نے مبہم سا جواب دیا۔

"اوہ، تب پھر اسے باندھ لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ہوش میں آتے ہی یہ ایک بار پھر اودھم مچا دے اور تجھے بھی کالے دیو کی طرح زمین کی مٹی چلنے پر مجبور ہو نا پڑے۔" سلیمان نے گھبرا کر کہا اور جوہیا نے اثبات میں سر ہلادیا۔ جوہیا کے کہنے پر سلیمان فلیٹ میں سے ایک رسی ڈھونڈ لایا۔ جوہیا نے لڑکی کے ہاتھ پاؤں مضبوطی کے ساتھ باندھ دیئے۔

"سلیمان فلیٹ کا دروازہ بند کر دو اور اس لڑکی کو اٹھا کر میرے ساتھ اندرونی کمرے میں چلو۔ میں اس سے پوچھ گچھ کرنا چاہتی ہوں۔ ایسا نہ ہو اس کی چیخیں سن کر ارد گرد کے فلیٹوں کے لوگ یہاں اکٹھے ہو جائیں۔ اس کے بعد جوزف کو بھی ہوش میں لانا ہے۔" جوہیا نے کہا اور سلیمان نے اس کی ہدایات پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ لڑکی کو اندرونی کمرے میں لے جا کر ایک کرسی پر بٹھا کر اس کے گرد رسیاں پھیلت دی گئیں۔ سلیمان جوزف کے چہرے پر پانی کے

چھینے مار کر اسے ہوش میں لے آیا تھا۔ جوزف نے ہوش میں آکر کہتے ہوئے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

"اب اپنا سر پکڑ کر کیوں کر راہ رہے ہو بد صورت دیو۔ ہو نہہ بڑے لڑاکا بنے پھرتے تھے۔ ایک لڑکی سے مار کھا گئے۔ ہو نہہ۔" سلیمان نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"بکو مت۔ اس بد بخت نے اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر ہم پر حملہ کیا تھا۔ میں نے اندھیرے کے باوجود اس کو پکڑ لیا تھا مگر اس نے نبانے میرے سر پر کیا چیز ماری تھی کہ میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔" جوزف نے اس کی جانب عصیلیٰ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اندھیرے میں اندھیرے کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا بڑے تعجب کی بات ہے۔ تم تو افریقہ کے کالے جنگلوں میں پلے بڑھے ہو۔ جہاں دن رات اندھیرا چھا رہا تھا ہے۔ وہاں تو تم نے بڑے بڑے شیروں، کالے شیروں اور بڑے بڑے خطرناک جانوروں کا خالی ہاتھوں مقابلہ کیا تھا اور بقول تمہارے تم نے ان کی گردنیں توڑ ڈالی تھیں۔ کیا یہ قصے کہانیوں کی باتیں اپنی بڑائی کے لئے مجھے بتاتے رہتے ہو۔" سلیمان نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا اور جوزف اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔

"اس نے بڑی بہادری اور جرأت سے اس لڑکی کا مقابلہ کیا تھا سلیمان۔ مگر یہ لڑکی بچ بچے حد تیز طرار اور خطرناک حد تک لڑاکا ہے۔ اس سے لڑتے ہوئے مجھے بھی دانتوں پسینہ آ گیا تھا۔ بہر حال

اب باتوں میں وقت ضائع مت کرو۔ ہمیں اس لڑکی سے پوچھ گچھ کرنی ہے اور پھر اس کے بارے میں چیف کو بھی رپورٹ دینی ہے۔" جویانے جلدی سے کہا۔ اس کا سخت بچہ سن کر جوزف اور سلیمان نے سر جھکائے۔ جویانے وہاں گرا ہوا خنجر اٹھایا اور اس کمرے کی جانب بڑھ گئی جہاں لڑکی کو کمرے سے باندھا گیا تھا۔ جوزف اور سلیمان بھی اس کے پیچھے اس کمرے میں آ گئے۔

جویانے اشارے پر جوزف نے کمرے کا دروازہ بند کر کے اس کی چٹختی لگا دی۔

جویا لڑکی کی طرف آگے بڑھی اور اس نے لڑکی کے بال پکڑ کر اس کا چہرہ سیدھا کرتے ہوئے زور زور سے اس کے منہ پر طمانچے مارنے شروع کر دیئے۔ چند ہی لمحوں میں لڑکی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ ہوش میں آکر اس نے خود کو بری طرح جکڑا ہوا اور اپنے سامنے ایک لڑکی کو دیکھا تو اس کے چہرے پر تشویش کے سائے بہانے لگے۔

"کون ہو تم لوگ اور مجھے اس بری طرح کیوں باندھا گیا ہے۔" لڑکی کے حلق سے غراہٹ مٹا آواز نکلی۔

"جوزف اگر اس لڑکی کی ایک آنکھ نکال دی جائے تو یہ کیسے لگے گی۔ اس کی خوب صورتی میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا ناں۔" جویانے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے جوزف سے مخاطب ہو کر بڑی لاہروائی سے پوچھا۔

نے پہلے جوزف اور سلیمان کو ڈاکا اور پھر لڑکی کی جانب دیکھ کر ہتھانی غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم سیکرٹ سروس کی ممبر جو یونا نافر وائز سوناں“۔ لڑکی نے جو یونا کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں زہریلی ناگن کی سی کاٹ تھی۔ اس کی بات سن کر جو یونا بری طرح چونک اٹھی۔

”تم میرے بارے میں کیسے جانتی ہو“۔ جو یونا نے اسے خوشخوار نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”میں تمہارے اور تمہارے دوسرے تمام ساتھیوں کے بارے میں اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ مگر تمہارے ساتھ یہ دونوں کون ہیں۔ یہ تو سیکرٹ سروس کے ممبر نہیں ہیں“۔ لڑکی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے لاپرواہانہ انداز سے لگ رہا تھا جیسے بندھے ہونے کے باوجود بھی وہ ذرا بھی خائف نہیں تھی۔

”تم ہو کون اور تمہارا کس گروپ سے تعلق ہے“۔ جو یونا نے سرد لہجے میں پوچھا۔

”کیٹس کے گروپ سے۔ میرا نام شارکی ہے لیکن میں کیٹ فور کے نام سے جانی جاتی ہوں“۔ لڑکی نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

”کیٹس۔ کیا مطلب۔ کس ملک سے تمہارا تعلق ہے اور کہاں کیا کرنے آئی ہو“۔ جو یونا نے حیرت سے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”کیٹس گروپ کو سپیشل طور پر پراکٹیشیا سیکرٹ سروس کو ہلاک

”نہیں مس۔ اگر آپ مجھے اس کی آنکھ نکلنے کا حکم دیں تو میرا وچ ڈاکٹر پاکاشو شوج سے خوش ہو جائے گا۔ اس کی روح جو میرے سر کی حفاظت کرتی ہے ایک آنکھ سے کافی ہے۔ اس لڑکی کی اگر میں آنکھ نکالوں گا تو اس کی آنکھ ٹھیک ہو جائے گی اور وہ میرے لئے بے پناہ طاقتوں کے دروازے کھول دے گا“۔ جوزف نے خوش ہو کر جلدی سے کہا۔ اس کی بات سن کر سلیمان برے برے منہ بنانے لگا۔

”ہونہہ، ایک تو وچ ڈاکٹروں کی بدروصیں اس بدروح کے سر پر چڑھی رہتی ہیں۔ کم بخت کو اپنے ساتھ بھی نہیں لے جاتیں“۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی بڑبڑاہٹ جوزف نے سن لی تھی۔ وہ غصیلی نظروں سے اسے گھورتے لگا تھا۔

”لڑکی کے ساتھ ساتھ اگر آپ مجھے اس باوصی کی بھی آنکھیں نکلنے کا حکم دے دیں مس جو یونا تو پاکاشو شوج کی روح کی تیسری آنکھ بھی کھل جائے گی اور اس کی تیسری آنکھ کھل جائے تو آنے والے نظرات کے بارے میں مجھے ہمت کچھ بتا سکتا ہے“۔ جوزف نے کہا۔

”میری آنکھوں میں لکڑے پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں نکلنے کی کوشش کی تو تمہارے وچ ڈاکٹر پاکاشو شوج کی اگوتی آنکھ بھی ضائع ہو جائے گی۔ پھر وہ تمہاری رہی ہسی طاقتیں بھی جھین لے گا اور تم بے دم کے ننگور بن کر رہ جاؤ گے“۔ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم دونوں اپنی بکواس بند کرو اور لڑکی بتاؤ تم کون ہو اور اس فلیٹ میں کیا کر رہی تھی۔ کیا عمران کو تم نے ہلاک کیا ہے“۔ جو یونا

کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے جو لیا نافروائز۔ جہار ایک ساتھی تو ہلاک ہو چکا ہے۔ اب یہاں میں تمہیں ہلاک کروں گی، جبکہ میری دوسری ساتھی کیٹس جہارے دوسرے ساتھیوں کو ہلاک کریں گی۔ ہمیں ڈتھہ کیٹس بھی کہا جاتا ہے۔ جب تک ہم مطلوبہ نارگنس کو ہٹ نہ کر لیں ہم چین سے نہیں بیٹھیں۔ تم نے مجھے یہاں اس طرح باندھ کر اگر یہ سمجھ لیا ہے کہ مجھ پر تشدد کر کے مجھ سے کچھ اگلا لوگی تو یہ جہاری محض خام خیال ہے۔ تم چاہے میری ایک آنکھ نکالو یا دونوں۔ میرے جسم کا ریشہ ریشہ بھی الگ کر دو تب بھی میں تمہیں وہ نہیں بتاؤں گی جو تم بوجھنا چاہتی ہو۔" کیٹ فور نامی لڑکی نے انتہائی زہریلے لہجے میں کہا۔

"کہنا بہت آسان ہے شاری۔ لیکن زخم سہنا بہت مشکل ہے۔ تم لوگوں کا کس ملک سے تعلق ہے اور یہاں تم کس مشن پر کام کرنے آئی ہو اس کے بارے میں مجھے سب کچھ بتا دو۔ ورنہ یہ جہار ابی خنجر ہے۔ یہ جہارے جسم پر کہاں کہاں اور کیسے کیسے نشان ڈالے گا اس کا اندازہ تم خود لگا لو۔" جو لیا کے لہجے میں یلخت بے پناہ سرد مہری ابھرا آتی تھی۔

"چلو پہلے تم اپنی کوششیں کر کے دیکھ لو۔ باری آنے پر میں جو جہار احرار کروں گی تم اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔" کیٹ فور غرائی۔ اس کا انداز دیکھ کر جو لیا کو تاؤ آگیا۔ اس نے خنجر ایک زوردار جھٹکے سے کیٹ فور کے دائیں کندھے پر مار دیا۔ کیٹ فور

کا سارا بدن ایک لمحے کے لئے لرز اٹھا لیکن اس نے دانتوں پر دانت جما کر ہونٹ مضبوطی سے بھیجنے لے تھے۔ جس کی وجہ سے اس کے حلق سے چیخ کی آواز نہ نکلی تھی۔

"کچھ محسوس ہوا۔" جو لیا نے اس کے کندھے میں اترے ہوئے خنجر کو ادھر ادھر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" کیٹ فور نے کہا۔ شدید کرب اور تکلیف کی وجہ سے اس کا رنگ سرخ ہو گیا تھا لیکن وہ کمال برداشت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی کربناک چیخوں سے اب تک پورا کمرہ تھرا اٹھتا۔

اس کی ہمت اور قوت برداشت دیکھ کر سلیمان اور جوزف بھی حیرت زدہ رہ گئے۔ جو لیا نے ایک جھٹکے سے خنجر اس کے کندھے سے نکال لیا اور انتہائی سفاکی سے اس کے زخموں میں خنجر کی نوکیں مارنے لگی۔ کیٹ فور کا جسم زخم میں بار بار خنجر کی نوک لگنے سے بری طرح سے لرز رہا تھا اور اس کے مساموں سے پسینہ تک بھوٹ نکلا تھا مگر اس نے چہرے پر اذیت کا معمولی سا شائبہ تک نہیں بڑنے دیا تھا۔

"یہ مت بھونکا کہ تم آسانی سے مر جاؤ گی۔ میں نے جہارے دانتوں سے زہر ملا کیسپول نکال لیا ہے۔ دیکھتی ہوں تم کب تک اذیت برداشت کرتی ہو۔" جو لیا نے غصے سے چیخے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر کیٹ فور ایک لمحے کے لئے جھکی ہوئی۔ اس نے جلدی سے دانتوں میں زبان پھیری اور پھر واقعی اس کے چہرے پر پہلی بار تشویش

کے سائے پھیلتے چلے گئے مگر جلد ہی اس نے خود کو نارمل کر لیا۔

"میرا خود کشی کرنے کا ابھی کوئی ارادہ نہیں ہے جو لیا نا۔ میں مروں گی تو تمہیں اپنے ساتھ ہی لے کر مروں گی۔ تم اپنا کام جاری رکھو۔" اس نے بھینانک پن سے کہا اور جو لیا اس کے اطمینان بھرے انداز سے سلگ اٹھی۔ اس نے خنجر کی نوک واقعی بڑی بے رحمی سے کیٹ فور کی دائیں آنکھ میں اتار دی۔ کیٹ فور نے اپنی جینٹیں روکنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن جب جو لیا نے اس کی آنکھ میں گڑا ہوا خنجر گھمایا اور کیٹ فور کا کٹا ہوا ڈھیلا خون اور غلیظ مواد سمیت باہر نکل آیا تو وہ کسی بھی طرح اپنے آپ پر قابو نہ پاسکی۔ اس نے فلک شگاف انداز میں جیٹھا چاہا مگر عین وقت پر جوزف نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی جینٹوں کا گھگھوٹ دیا۔ کیٹ فور کرسی پر بندھی اس بری طرح سے لرز رہی تھی جیسے اس کے جسم سے جان نکلی جا رہی ہو۔ پھر یقیناً اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

"ہو نہ، بڑی ہمت اور قوت برداشت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ جوزف اس کی آنکھ میں کوئی کپڑا ٹھونس دو اور اس کے منہ میں بھی کپڑے کا گولا بنا کر ڈال دو۔ دیکھتی ہوں یہ کیسے میرے سوا لوں کا جواب نہیں دیتی۔" جو لیا کا بچہ اس قدر خوفناک تھا کہ بچے کھرا سلیمان بری طرح اسم کر رہ گیا تھا۔ کسی مجرم یا اس کے ساتھی پر اس قدر خوفناک تشدد ہوتے وہ شاید پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ جوزف نے سر ہلا کر جیب سے رومال نکالا۔ اس کے دونوں کمرے کے ایک کا گولا بنا کر

کیٹ فور کی خون اگتی ہوئی آنکھ میں اور دوسرا نکلنے کا گولا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دیا۔ جو لیا آگے بڑھی اور اس نے خنجر کی نوک ایک بار پھر کیٹ فور کے کندھے کے زخم پر مارنا شروع کر دی۔ کیٹ فور کا جسم پھر لرزنے لگا اور پھر اس نے یکدم آنکھ کھول دی۔

کہا ہوا کیٹ فور۔ ابھی تو شروعات ہے۔ میں نے تمہاری ایک آنکھ نکالی اور تم ابھی سے ہی بے ہوش ہو گئیں۔ ابھی تو میں نے تمہاری دوسری آنکھ نکالی ہے۔ پھر کان، پھر ناک اور پھر تمہارے جسم کی ایک ایک ہونٹیں الگ الگ کر ڈالوں گی۔" جو لیا نے کہا اس کا بچہ درندگی سے بھرپور تھا۔ کیٹ فور کی دوسری آنکھ شدید اذیت اور غصے سے سرخ ہو رہی تھی۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اس لئے وہ کچھ کہہ تو نہیں سکی مگر اس کے حلق سے نکلنے والی غراہٹ بے حد خوفناک تھی۔ جو لیا نے خنجر کی نوک اس کی دوسری آنکھ کے سامنے کر دی۔ کیٹ فور کی آنکھ میں خوف کی پرچھائی نظر آنے لگی۔ پھر اچانک اس کی آنکھ میں جیسے برق سی کوندی۔ اس نے اچانک اپنا پیر اٹھا کر پوری قوت سے زمین پر مار دیا۔ اچانک ایک ہولناک اور کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور جو لیا کو یوں محسوس ہوا جیسے عمران کی طرح اس کے جسم کے بھی ہزاروں ٹکڑے ہو کر کمرے میں بکھر گئے ہوں۔ یہی حال جوزف اور سلیمان کا بھی ہوا تھا۔ انہیں بھی اپنے جسم دھماکے سے پھٹنے معلوم ہوئے تھے اور پھر ان کے ذہنوں پر تاریکی کی دیر چادریں چڑھتی چلی گئیں۔ شاید ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

دانش منزل سے نکلے ہی عمران نے اپنی کار کا رخ موڑا اور اسے بڑی سڑک پر لے آیا۔ دانش منزل سے نکلنے سے پہلے وہ ماسک میک اپ کرنا نہیں بھولا تھا۔ اس وقت وہ ایک عام سانو جوان دکھائی دے رہا تھا۔ چونکہ وہ سیکرٹ سرس اور مجرموں کی نگاہ میں مرچکا تھا اس لئے وہ اپنی سپورٹس کار بھی استعمال نہیں کر رہا تھا۔ اس وقت جس کار میں وہ بیٹھا تھا وہ نئے ماڈل کی کار تھی۔ جسے اس نے حال ہی میں خریدا تھا۔

سڑک پر آتے ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک وزینگٹ کارڈ نکال لیا۔ کارڈ پر ایک سانپ کا نشان بنا ہوا تھا جس کے تین سر تھے۔ اس کے نیچے وائٹ کنگ کا نام اور کنگٹک ہوٹل کا نام وپتہ لکھا ہوا تھا۔ کارڈ پڑھ کر عمران نے پریشان انداز میں سر ہلایا اور کارڈ دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔ اس کی کار مختلف سڑکوں سے ہوتی، ہوتی واسطی

روڈ پر پہنچ گئی۔ اس سڑک پر کنگٹک ہوٹل کی بلند و بالا عمارت دور سے ہی نظر آرہی تھی۔

عمران کار ہوٹل کی پارکنگ میں لے گیا۔ پھر کار سے اتر کر وہ ہوٹل کے مین گیٹ کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ اس وقت اس نے بہترین تراش فراش کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ جس میں اس کی شخصیت بارعب اور جاذب نظر دکھائی دے رہی تھی۔ گیٹ پر ایک باوردی دربان نہایت چوکنے انداز میں کھڑا تھا۔

”سلام صاحب“۔ اس نے عمران کے قریب آنے پر اس کے لئے دروازہ کھولتے ہوئے نہایت مودبانہ لہجے میں کہا۔ عمران نے اس کے سلام کا جواب دینے کے لئے سر کو خفیف سی جنبش دی اور اندر داخل ہو گیا۔

ہوٹل کا ہال بے حد وسیع و عریض اور شاندار انداز میں سجا ہوا تھا۔ سارے فرش کا پینڈ تھا۔ کرسیاں اور وہاں رکھی ہوئی میزیں بھی اعلیٰ قسم کی لکڑیوں کی اور خوبصورت ڈیزائن کی نظر آرہی تھیں۔ ہال کا زیادہ تر حصہ آباد تھا۔ ایک طرف چھوٹا سا گول ریو لونگ چبوترا بنا ہوا تھا جہاں ایک بڑے اور خوبصورت بیانو پر ایک نہایت حسین لڑکی بیٹھی بڑی میٹھی دھن میں بیانو بجا رہی تھی۔ لڑکی نے بہترین تراش کا لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے سر پر موتیوں جڑا ایک خوبصورت تاج بھی تھا۔ سچ مچ وہ اس وقت پرانے زمانے کی حسین شہزادی دکھائی دے رہی تھی۔ عمران اس کے قریب سے گزرا تو اس



کر سکتا تھا کیونکہ ہال میں موجود دونوں کی اکثریت اس کی تھرتھی ہوئی انگلیوں اور اس کے حسین چہرے پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

”کیا میں آپ کے پاس بیٹھ سکتی ہوں۔“ اچانک ایک مترنم آواز سن کر عمران چونک اٹھا۔ وہ بیٹا نو بجانے والی لڑکی کی جانب اس قدر محو تھا کہ اسے مظلوم بیٹا ہو سکا کہ کب ایک خوبصورت لڑکی اس کے قریب اکھڑی ہوئی تھی۔ وہ لڑکی بھی بے حد حسین تھی۔ اس کی گوری رنگ، شانوں پر نکھرے ہوئے سنہری بال، نیلی آنکھیں اور اس کا فیشن ایبل لباس اس پر خوب چڑھا تھا۔

”اوہ ضرور، تشریف رکھئے۔ تشریف رکھئے۔“ عمران نے جلدی سے اٹھ کر اس لڑکی کے آگے بچھ جانے والے لمبے میں کہا۔

”شکریہ۔“ لڑکی نے کہا اور کرسی کھینچ کر بڑے اطمینان سے بیٹھ گئی۔ لڑکی غیر ملکی تھی اس کے سین نقش ایشیائی ملک کے تھے۔ وہ بڑے غور سے عمران کی جانب دیکھ رہی تھی۔ عمران بھی دھیمی مسکراہٹ سمجائے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت ویڑنے عمران کے آگے کافی کاگ لاکر رکھ دیا۔ وہ جانے کے لئے مزاحی تھا کہ عمران نے اسے روک لیا۔

”آپ کچھ لینا پسند کریں گی مس۔“ عمران نے لڑکی سے پوچھا۔

”جو آپ نے اپنے لئے منگوایا ہے وہی میرے لئے منگو لیجئے۔“ لڑکی نے بڑے ناز بھرے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ویڑن صاحبہ کے لئے بھی ایک کافی لے آؤ۔“

نے پلکیں اٹھا کر عمران کی جانب دیکھا۔ جیسے ہی اس کی نظریں عمران کی نظروں سے ملیں عمران کو ایک عجیب سا احساس ہونے لگا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ ان حسین آنکھوں کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہے۔ آنکھوں کی بناوٹ اسے جانی پہچانی سی لگی تھی مگر آنکھوں کا رنگ سبزی مائل تھا۔ جس کی وجہ سے عمران کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس نے ان آنکھوں کو پہلے کب اور کہاں دیکھا ہے۔

سبز آنکھوں والی لڑکی کا جبوتر اچاروں طرف گھوم رہا تھا۔ عمران جبوترے سے کچھ فاصلے پر ایک خالی میز پر جا کر بیٹھ گیا۔ ہال میں نظریں دوڑاتے ہوئے وہ بار بار بیٹا نو بجانے والی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

”یس سر۔“ اس کے میز پر بیٹھتے ہی ایک ویڑن تیر کی طرح اس کے پاس آیا تھا۔ عمران نے اسے گھور کر دیکھا۔ اس کے ذہن میں ایک لمحے کے لئے شرارت کا عنصر جاگا لیکن پھر اس نے جلدی سے خود پر قابو پا لیا۔ وہ یہاں جس کام کے لئے آیا تھا اگر اس نے یہاں کوئی احمقانہ حرکت کی تو اس کا پہچان لیا جانا یقینی سی بات تھی اور وہ ابھی خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے پیچھے اس کا کیا مقصد تھا۔ یہ عمران نے اپنی ریڈی میڈ کھوپڑی میں ہی چھپا رکھا تھا۔

”فل کریم ہاٹ کافی۔“ عمران نے ویڑن سے کہا اور ویڑن سر ہلا کر واپس مڑ گیا۔ لڑکی کا جبوتر اچانک اس کی طرف آ رہا تھا۔ عمران مسلسل اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر اس کی آنکھوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کا لڑکی کو اس طرح دیکھنے پر وہاں کوئی اعتراض نہیں

جلدی ۔۔ عمران نے ویڑ سے کہا اور وہ میں سر کہتا ہوا مڑ گیا۔  
 "میرا نام ماریا ہے اور میں ساک لینڈ سے آئی ہوں۔ اس ٹیبل پر  
 اکیلی بیٹھی بور ہو رہی تھی۔ آپ کو بھی اکیلے دیکھا تو کمپنی کے لئے  
 یہاں آگئی۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔" لڑکی نے عمران کی  
 جانب بڑی ملطفت زدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔  
 "اوہ نہیں، آپ جیسی حسین و شہیہ کی کمپنی پا کر تو مجھے اپنی خوش  
 قسمتی پر ناز ہونے لگا ہے۔ مجھے خالد کہتے ہیں۔" عمران نے مسکراتے  
 ہوئے جواب دیا اور ماریا کا چہرہ کھل اٹھا۔

"آپ اس ہوٹل میں پہلی بار آئے ہیں یا اکثر آتے رہتے ہیں۔"  
 ماریا نے اس کی جانب پر شوق نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
 "ہوٹل گردی میرا شوق ہے۔ مگر اس ہوٹل میں آنے کا آج میرا  
 پہلا اتفاق ہے۔ اور اب مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میں پہلے یہاں کیوں  
 نہیں آیا۔ یہاں کا پر فضا ماحول اور یہاں اٹھلتی ہوئی سستیاں اس قدر  
 حسین اور دلکش ہوں گی اس کے بارے میں، میں نے کبھی سوچا بھی  
 نہیں تھا۔"

"ستیاں۔ اوہ شاید آپ کو ستیاں بہت پسند ہیں۔ اسی لئے آپ نے  
 اپنے کوٹ پر ایک خوبصورت ستیلی کا پچ لگا رکھا ہے۔" ماریا نے  
 مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ بس یہ تو یونہی۔" عمران نے کوٹ پر لگی ستیلی کو پکڑتے  
 ہوئے کہا۔ اسی وقت ویڑ ماریا کے سامنے بھی کافی کا فل کریم گ سرو

کر گیا۔ اس سے پہلے کہ عمران اس سے بات کرتا ماریا نے پرس میں  
 سے ایک کارڈ نکال کر عمران کے آگے رکھ دیا۔ اس کارڈ کو دیکھ کر  
 عمران چونک پڑا۔ وہ بالکل ویسایا وزینگ کارڈ تھا جو عمران کو  
 کرشل بلٹ چلانے والے کے فلیٹ میں پڑا تھا تھا۔ اس پر وہی  
 مخصوص وائٹ کنگ کا نشان بنا ہوا تھا اور اس ہوٹل کا نام پتہ درج  
 تھا۔ عمران نے کسی خیال کے تحت جیب سے اپنا کارڈ بھی نکال کر میز  
 پر ڈال دیا۔

"ہوں، تم یہاں سے سیدھے گھرے کالونی ایج بلاک کو ٹھنی نمبر  
 سات سو سترہ میں چلے جاؤ۔ وہاں ایس ایج جہارا انتظار کر رہا ہے۔  
 جہارا کی طرف میز کے نیچے ایک ٹیکٹ چپکا ہوا ہے اسے ساتھ لے جاؤ  
 اور ایس ایج سے کہنا کہ ٹی تھری بی دوسرا ٹیکٹ لے کر رات کو اس  
 کے پاس پہنچے گی۔" ماریا نے اچانک بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔ ایس  
 ایج اور ٹی تھری کا نام سن کر عمران کے ذہن میں دھماکے ہونے لگے  
 تھے۔ ایس ایج سے اس کی مراد یقیناً سنگ ہی تھا اور ٹی تھری بی تھریس  
 ببل بی آف یویمیا تھی۔ وہی تھریس اس وقت عمران کے سامنے بیٹھی  
 تھی جس نے اس کمال کامیک اپ کر رکھا تھا کہ عمران جیسا کھاگ  
 انسان بھی اسے پہچان نہ پایا تھا۔

عمران کنگ کے نشان کے کارڈ کی وجہ سے اس ہوٹل میں آیا تھا۔  
 وہ اس قاتل کو اس ہوٹل میں تلاش کرنے آیا تھا۔ جس نے عمران  
 کے دھوکے میں ایک چور کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس ہوٹل میں آتے

ہوئے عمران نے کوئی منصوبہ نہیں بنایا تھا اور یونہی بے مقصد اس ٹیبل پر آ بیٹھا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہ اس ہوٹل میں آئے گا تو سنگ ہی اور تھریسیا جیسے خطرناک مجرم اس طرح کھل کر اس کے سامنے آجائیں گے۔ ماریا جو اصل میں تھریسیا تھی اس نے جان بوجھ کر اس کے حسن کی تعریف کی تھی تاکہ وہ کچھ دیر اس ہوٹل میں آنے جانے والوں پر نظر رکھ سکے۔ تھریسیا کو شاید اپنے کسی خاص آدمی کا انتظار تھا اور وہ شاید اس آدمی کی شکل سے واقف نہیں تھی۔ اس کے اور اجنبی کے لئے یہ مخصوص میز اور شاید تسلی کا کوڑے تھا۔ عمران کے کوٹ پر لگی ہوئی تسلی معمولی سی تھی جو اس کے کوٹ کے ساتھ شنگی ہوئی تھی۔ تھریسیا کو سامنے دیکھ کر چچ عمران کا ذہن دھماکوں کی زد میں آ گیا تھا۔ ان دونوں کے یہاں ہونے کا یہی مطلب تھا کہ وہ ایک بار پھر پاکیشیا کے خلاف کسی گھنڈائی سازش کر رہے ہیں۔ سنگ ہی اور تھریسیا جب بھی مل کر کام کرتے تھے تو اپنے پلان پر عمل کرنے کے لئے ہر طرف سازشوں کا جال پھیلا دیتے تھے۔ ایسا جال جس کے تانے بانے نہ جانے کہاں کہاں تک پھیلے ہوتے تھے۔ عمران کے ساتھ اب تک جو واقعات پیش آئے تھے ان سے صاف پتہ چلتا تھا کہ اس سارے کھیل کے پیچھے زیر و لیڈ کا ہاتھ ہے اور زیر و لیڈ اپنے مفاد اور پاکیشیا کے خلاف سنگ ہی اور تھریسیا کو ہی آگے کرتا تھا جو ہر قسم کے ماسٹرز پلانز کو پمڈل کرنے میں ماہر تھے۔ سنگ ہی اور تھریسیا ابھی پاکیشیا آئے تھے یا نہیں اس کے بارے میں عمران کو کچھ معلوم

نہیں تھا اور نہ ہی اس کے پاس کوئی ایسا کلیو تھا کہ وہ ان دونوں کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مارتا۔ مگر اب نہ صرف اس کے سامنے تھریسیا خود بہ نفس نفیس موجود تھی بلکہ وہ اسے سنگ ہی کے بارے میں بھی بتا رہی تھی کہ وہ کہاں ہے اور نہ جانے اس سیکٹ میں کیا تھا جسے تھریسیا اس کے ذریعے سنگ ہی کے پاس بھیج رہی تھی۔ اسی طرح کا دوسرا سیکٹ شام کو وہ خود لے کر سنگ ہی کے پاس جانے والی تھی۔

ان کے عزائم اور ان کا مشن معلوم کرنے کے لئے عمران کو بہت کام کرنا تھا اور ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا تھا۔ ورنہ وہ سنگ ہی اور تھریسیا کی فطرت سے اچھی طرح سے واقف تھا اگر ان کو ذرا بھی بھٹک مل گئی کہ عمران کی نظروں میں وہ آچکے ہیں تو وہاں سے فرار ہو کر اپنے مشن پر کسی اور جگہ بیٹھ کر بھی کام کر سکتے تھے۔ اس لئے اس نے سامنے بیٹھی ہوئی تھریسیا پر اپنا پاب ظاہر کرنے سے احتیاط برتا مناسب سمجھا تھا۔ تھریسیا جیسی خطرناک اور چالاک ترین مجرمہ مغالطے میں تھی جو اسے پہچان نہیں پارہی تھی ورنہ وہ تو اس کے سامنے سے بھی بھاگتی تھی۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ عمران جس میک اپ میں تھا تھریسیا سے بات کرتے ہوئے اس نے اپنی آواز بھی بدل لی تھی۔ ورنہ تھریسیا اس کی آواز سن کر ہی اسے پہچان جاتی اور عمران اندھیرے میں ہی رہ جاتا۔

عمران نے تھریسیا کے کہنے پر نہایت احتیاط سے میز کے نیچے ہاتھ مارتا تو اسے میز کے نیچے چپکی ہوئی ایک جھوٹی سی ڈبیہ مل گئی جو اس

بنا ہوا تھا جیسے عمران کے کوٹ پر بنا ہوا تھا۔ قدرت کے اس حسین اتفاق پر عمران عیش عیش کر اٹھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ تھریسا جیسی مجرمہ کیسے دھوکے میں آگئی تھی۔ اس نوجوان کو دیکھ کر عمران تیزی سے آگے بڑھا۔

”اندر خطرہ ہے۔ جلدی سے میرے پیچھے آؤ۔ یہ ٹی تھری بی کا حکم ہے۔“ عمران نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر نوجوان بڑی طرح سے چونک پڑا اور رک کر اس کی جانب دیکھنے لگا لیکن عمران رکے بغیر تیزی سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے نوجوان پر نفسیاتی حملہ کیا تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ ٹی تھری بی کا حوالہ سن کر وہ اس کے پیچھے ضرور آئے گا اور وہی ہوا۔ نوجوان تذبذب کے عالم میں چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر سر جھٹک کر اس کے پیچھے آنے لگا۔

عمران اسے کار پارکنگ میں لے آیا تھا۔ کار پارکنگ میں آتے ہی نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے نزدیک آگیا تھا۔

”ٹھہرو۔ کون ہو تم۔“ نوجوان نے اس کے قریب آکر تیز لہجے میں پوچھا۔

”میں کون ہوں۔ اس کے بارے میں بعد میں پوچھ لینا۔ جہاں سے لئے ٹی تھری بی کا حوالہ ہی کافی ہونا چاہئے۔“ عمران نے سر دھجے میں کہا اور اپنی کار میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور ساتھ والی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ نوجوان اسے تیز نظروں سے گھور رہا تھا وہ مکمل طور

نے بڑی ہوشیاری سے اپنے کوٹ کی جیب میں منتقل کر لی۔

”ٹھیک ہے اب تم جاؤ۔“ تھریسا نے کافی کا گنگ اٹھا کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کافی کے گنگ کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔ وہ خود بھی اب جلد سے جلد وہاں سے اٹھ جانا چاہتا تھا کیونکہ تھریسا نے جس کے مغالطے میں اس کے سامنے اپنی اصلیت ظاہر کی تھی اور ڈیپ دی تھی وہ کسی بھی لمحے وہاں آسکتا تھا اور عمران چاہتا تھا کہ وہ اس شخص کو باہر ہی کوڑ کر لے۔ اس شخص کو پہچاننے کے لئے اس کے لباس پر لگی ہوئی تتلی کا نشان ہی اس کے لئے کافی تھا۔

ہوٹل سے باہر آکر اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر دروازے کے ایک طرف دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی کا انتظار کر رہا ہو۔ اس وقت اس کا وہاں کھڑا ہونا خطرناک ہو سکتا تھا۔ تھریسا یا اس کا کوئی ساتھی جو اسے تھریسا کے ساتھ دیکھ چکا تھا اسے یہاں کھڑے دیکھ کر چونک سکتا تھا لیکن عمران کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا کیونکہ وہ اس وقت اپنی مدد کے لئے کسی ممبر کو بھی وہاں نہیں بلا سکتا تھا۔ کیونکہ آنے والا کبھی بھی آسکتا تھا۔

اچانک عمران کی نظر کار پارکنگ کی طرف سے آتے ہوئے ایک نوجوان پر پڑی۔ اس نے ہلکے گھرے گھر کا عمران جیسا ہی سوٹ پہن رکھا تھا اور اس کے دائیں طرف موجود جیب پر ویسی ہی تتلی کا نشان

پر عمران کے نفسیاتی اثر میں آگیا تھا۔ جلد لمحے سوچتے رہنے کے بعد وہ عمران کی ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ عمران نے کار اشارت کی اور پھر اس کی کار ہوٹل کی پارکنگ سے نکلتی چلی گئی۔

عمران اس نوجوان کو رانا ہاؤس لے جانا چاہتا تھا تاکہ اس سے اس کا شجرہ نسب پوچھ سکے تاکہ سنگ ہی کے سامنے اسے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

کرنل بلیک اس وقت ایک مقامی نوجوان کے روپ میں تھا۔ اس نے آفیسر کالونی کے علاقے میں کار روکی اور ایک بڑی کوٹھی کے گیٹ کے پاس کھڑے محافظ کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔

”کیا بات ہے جناب“۔ محافظ نے اس کے قریب آکر بڑے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”اس علاقے میں کہیں ڈاکٹر کاشف مرزا صاحب رہتے ہیں۔ مجھ سے ان کا کارڈ کہیں مس پلیس ہو گیا ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان کی کوٹھی کہاں ہے“۔ کرنل بلیک نے اس سے پوچھا۔

”ڈاکٹر کاشف مرزا صاحب۔ آپ ان ڈاکٹر صاحب کی بات تو نہیں کر رہے جو کسی سائنسی لیبارٹری میں کام کرتے ہیں“۔ محافظ نے سوچتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ میں انہی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں“۔ کرنل بلیک نے

سر ملاتے ہوئے کہا۔

”آپ ایسا کریں تھوڑا سا آگے جا کر سیدھے ہاتھ مڑ جائیں۔ پہلی کوٹھی چھوڑ کر دوسری کوٹھی ڈاکٹر صاحب کی ہے۔ ان کے گیٹ کا رنگ براؤن ہے اور گیٹ پر بڑا ساقاب بنا ہوا ہے۔“ محافظ نے کہا اور کرنل بلیک نے سر ملا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ پھر دائیں طرف کار کو موڑ کر اس نے براؤن رنگ کے عقاب والے گیٹ کے سامنے کار روکی اور کار کا انجن بند کر کے کار سے نیچے اتر آیا۔ کوٹھی کے ایک طرف محافظوں کا چھوٹا سا کین بنا ہوا تھا جہاں ایک مسلح محافظ نہایت چوکے انداز میں کھڑا تھا۔ کرنل بلیک نے ساتھ والی سیٹ پر بڑا ہوا ایک بریف کیس اٹھا کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔

”میں سرفرمائے۔ آپ کو کس سے ملنا ہے۔“ کار روک کر اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر محافظ نے کہیں سے باہر آکر بڑے دنگ لہجے میں کہا۔

”میرا نام پروفیسر احسن رضوی ہے۔ ڈاکٹر کاشف مرزا سے فون پر میری بات ہو چکی ہے۔ میں ان سے ملنے آیا ہوں۔“ کرنل بلیک نے کہا اور ایک کار ڈنگال کر محافظ کو دے دیا۔

”پروفیسر احسن رضوی۔ اوہ میں سر، ڈاکٹر صاحب آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ آئیے۔“ محافظ نے کار ڈیڑھ کر جلدی سے کہا اور گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ گیٹ کا چھوٹا سا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ کرنل بلیک کو لے کر اندر چلا گیا۔

کوٹھی باہر سے جتنی خوبصورت تھی اندر سے اور زیادہ کشادہ اور دلکش نظر آ رہی تھی۔ لان میں دو پہرے دار موجود تھے۔ محافظ نے ایک پہرے دار کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ یہ پروفیسر رضوی صاحب ہیں۔ انہیں لے جا کر ڈرائیونگ روم میں بٹھاؤ اور ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کر دو۔ پہرے دار نے اثبات میں سر ہلایا اور کرنل بلیک کو لے کر اندرونی عمارت کی جانب بڑھ گیا۔

کرنل بلیک کو اس نے ایک خوبصورت ڈرائیونگ روم میں بٹھایا اور خود باہر نکل گیا۔ کرنل بلیک نے بریف کیس سامنے پڑی میز پر رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر آ گیا۔ اس نے نہایت قیمتی سوٹ پہن رکھا تھا۔ آنکھوں پر نظر کا چشمہ تھا۔ اس کے سر کے بال آدھے سے زیادہ سفید دکھائی دے رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی کرنل بلیک سمجھ گیا کہ یہی ڈاکٹر کاشف مرزا ہے۔ اس لئے وہ اس کے احترام میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”میرا نام کاشف مرزا ہے۔ آپ وہی ہیں جنہوں نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھ سے خاص طور پر ملنے کے لئے فون کیا تھا۔ آپ نے اگر مجھے پروفیسر بشارت کا حوالہ نہ دیا ہوتا تو میں آپ سے شاید ابھی نہ ملتا۔ کیونکہ میں ان دنوں بے حد مصروف ہوں۔ فرمائیے کیا کام تھا آپ کو مجھ سے۔“ ادھیڑ عمر ڈاکٹر کاشف مرزا نے کرنل بلیک سے ہاتھ ملا کر اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

کویوں محسوس ہوا جیسے اس کا سارا جسم ہلکتا مفلوج ہو کر رہ گیا ہو۔ وہ سن سکتا تھا لیکن نہ اپنی جگہ سے حرکت کر سکتا تھا اور نہ ہی بول سکتا تھا۔ کرنل بلیک نے ہسپتال واپس بریف کیس میں رکھا اور اس میں سے ایک چھوٹا سا جو کو ڈبہ نکال کر میز پر رکھ دیا۔ ڈبے کے درمیان سے اس نے ایک ایریل مناتار باہر نکالی اور ڈبے پر لگے دو بٹنوں میں سے ایک بٹن دبا دیا۔ ڈبے میں سے زوں زوں کی آواز نکلنے لگی۔ کرنل بلیک نے دوسرا بٹن پریس کیا تو زوں زوں کی آواز نکلتا بھی بند ہو گئی۔

”یہ ساؤنڈ سکر مشین ہے۔ میں نے اسے آن کر دیا ہے اب اگر تم حلق پھاڑ پھاڑ کر بھی چیختا چاہو تو جیٹو کیونکہ چھاری معمولی سی آواز بھی اس ڈبے کی وجہ سے باہر نہیں جاسکے گی۔“ کرنل بلیک نے کاشف مرزا سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر بریف کیس کو ایک طرف رکھ کر اس نے کمرے کے دونوں دروازے بند کر دیئے اور دوبارہ اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا۔ بریف کیس میں سے اس نے چھوٹی چھوٹی عجیب و غریب مشینیں نکال کر میز پر رکھنا شروع کر دیں۔ ڈاکٹر کاشف مرزا حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ ان چیزوں کے استعمال سے اچھی طرح سے واقف ہو۔

کرنل بلیک نے سب سے آخر میں ایک سرخ اور ایک چھوٹی سی شیشی نکالی تھی اور پھر بریف کیس بند کر دیا تھا۔ بریف کیس بند کرنے کے بعد اس نے سرخ انھا کر اس کی کیپ اتاری اور شیشی میں

”میں جانتا ہوں ڈاکٹر صاحب۔ آپ بے حد مصروف آدمی ہیں لیکن میرا آپ سے ملنا اذ ضروری تھا۔ ڈاکٹر بشارت آپ کے عزیز ہیں اور وہ ان دنوں اکیڈمی میں ہیں۔ انہوں نے ہی مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ انہوں نے مجھے جو پیغام دیا ہے بہتر ہو گا آپ کسی ایسی جگہ چلے جہاں میری اور آپ کی باتیں کوئی سن نہ سکے۔“ کرنل بلیک نے کہا۔

”اوہ، ایسی کونسی خاص بات ہے جو ڈاکٹر بشارت نے آپ کو مجھ سے اس قدر رازداری سے بتانے کے لئے کہا ہے۔ آپ بے فکر ہو کر بات کریں۔ کوٹھی میں اس وقت میرے اور میرے محافظوں کے سوا کوئی موجود نہیں ہے اور میرے محافظوں میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ دیواروں سے کان لگا کر ہماری باتیں سننے کی کوشش کریں۔“ ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔

”پھر ٹھیک ہے۔“ اس کی بات سن کر کرنل بلیک نے مطمئن انداز میں سر ہلا کر کہا۔ اس نے میز پر بڑا ہوا برف کیس اٹھا کر اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اس کا نمبرنگ تالا کھولنے لگا۔ بریف کیس کھول کر اس نے اس میں سے اچانک ایک چھوٹا اور چھٹا سا ہسپتال نکال کر ڈاکٹر کاشف مرزا کی طرف کر دیا۔

”یہ۔ یہ کیا۔“ ہسپتال دیکھ کر ڈاکٹر کاشف مرزا نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا لیکن اسی لمحے ہسپتال کی نال سے روشنی کی باریک سی لکیر نکل کر ڈاکٹر کاشف مرزا کی پیشانی سے ٹکرائی اور ڈاکٹر کاشف مرزا

اسسٹنٹ انچارج ہو اور اسسٹنٹ انچارج ایک لحاظ سے تمام لیبارٹری کا کرتا دھرتا ہوتا ہے۔ میں تم سے ایس ایس ایم لیبارٹری کے سیکورٹی سسٹم کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو فائدے میں رہو گے ورنہ..... کرنل بلیک نے ورنہ کہہ کر جان بوجھ کر فقرہ اوجھڑا چھوڑ دیا تھا۔ ایس ایس ایم لیبارٹری کا نام سن کر ڈاکٹر کاشف مرزا کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

”نہیں۔ نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ ایس ایس ایم لیبارٹری کے بارے میں نہ میں کچھ جانتا ہوں اور نہ ہی اس کے بارے میں تمہیں کچھ بتا سکتا ہوں۔“ ڈاکٹر کاشف مرزا نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر کاشف مرزا۔ میرے پاس تمہاری ایکٹیوٹی کی رپورٹ ہے۔ تم ان دنوں ذاتی طور پر ریست کرنے کے لئے لیبارٹری سے باہر آئے ہوئے ہو۔ آج شام کو تمہیں ہر صورت میں واپس لیبارٹری پہنچنا ہے اور تمہیں یہاں سے لیبارٹری کی خاص سیکورٹی لینے کے لئے آئے گی۔ تم لیبارٹری میں کیا کرتے ہو اور کیا کر سکتے ہو مجھے اس کی پوری معلومات ہیں۔ ان دنوں لیبارٹری میں ایس ایس ایم میزائل کا تجرباتی میزائل تیار کیا جا رہا ہے جس کا تم نے اسی ہفتے میں تجربہ کرنا ہے۔ آج جب تم لیبارٹری میں جاؤ گے تو تم اس وقت تک وہیں رہو گے جب تک تجرباتی میزائل فار نہیں کر دیا جاتا۔“ کرنل بلیک نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”ست، تم کون ہو اور تمہیں یہ سب باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔“

موجودہ بلکے سرخ رنگ کا محلول سرخ میں بھرنے لگا۔ سرخ بھر کر اس نے شیشی ایک طرف رکھی اور اٹھ کر ڈاکٹر کاشف مرزا کے قریب آ گیا۔ اس نے ڈاکٹر کاشف مرزا کا ایک بازو تنگا کیا اور اس میں سرخ اتار دی۔ سارا محلول انجیکٹ کر کے اس نے سوئی ایک جھٹکے سے باہر نکالی اور سرخ کو ایک طرف اچھال دیا۔

”ڈاکٹر کاشف مرزا۔ جو دوا میں نے تمہارے بازو میں انجیکٹ کی ہے اس کی وجہ سے تم بول بھی سکو گے۔ میں تم سے کچھ ضروری باتیں پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ تمہارے لئے بہتر ہو گا کہ تم مجھے میری تمام باتوں کا جواب دے دو ورنہ ان اوزاروں کو تم دیکھ ہی رہے ہو۔ یہ خوفناک حد تک ایذا پہنچانے والے جدید ترین اوزار ہیں۔ اگر تم نے میرے سوالوں کا جواب نہ دیا تو میں ان اوزاروں کو استعمال کروں گا۔ تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ الگ الگ کر دوں گا۔ تم لاکھ جتنو گے چلاؤ گے مگر میرے سوا تمہاری جینٹیں کوئی اور نہیں سن سکے گا۔“ کرنل بلیک نے ڈاکٹر کاشف مرزا سے مخاطب ہو کر انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ اسی لمحے ڈاکٹر کاشف مرزا کو محسوس ہوا جیسے واقعی اس کی زبان حرکت کرنے کے قابل ہو گئی ہو۔

”ست، تم کون ہو اور..... اور مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو۔“ ڈاکٹر کاشف مرزا نے لکنت زدہ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں اور ہچرے پر ہلکا خوف غاری تھا۔

”تم ایس ایس ایم یعنی سپر سپیڈ میزائل کی لیبارٹری میں بطور



ڈاکٹر کاشف مرزا نے ہکلاہٹ زدہ لہجے میں پوچھا۔

”مجھ سے اگر تعاون کرو گے تو میں تمہارا دوست بھی ہو سکتا ہوں۔ عدم تعاون کی بناء پر تم مجھے اپنی موت سمجھ لو۔ دردناک اذیت بھری اور انتہائی خوفناک موت اور مجھے ان تمام باتوں کا کیسے علم ہے اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔“ کرنل بلیک نے خوفناک لہجے میں کہا۔

”اوہ، اس کا مطلب ہے کہ تم کسی دشمن ملک کے جاسوس ہو۔ مجھ سے لیبارٹری اور اس کے سیکورٹی راز معلوم کر کے تم لیبارٹری میں گھسنا چاہتے ہو تاکہ تم لیبارٹری اور میڈائل کو تباہ کر سکو۔ نہیں، نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ یہ تو سراسر ملک سے غداری ہوگی۔ ڈاکٹر کاشف مرزا مر تو سکتا ہے لیکن اپنے ملک سے غداری کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ کبھی نہیں۔“ ڈاکٹر کاشف مرزا کا بوجھ یکدم بدل گیا تھا۔ اس کا اظہار بے حد نفوس اور چٹانوں کی طرح مضبوط نظر آ رہا تھا۔

”تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔“ کرنل بلیک نے زخمی سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے پوچھا۔

”قطعاً۔ تم لوگ کچھ بھی کر لو مگر نہ تم اس لیبارٹری تک پہنچ سکتے ہو اور نہ ہی اس کا سیکورٹی سسٹم توڑ کر اندر جا سکتے ہو۔ تم جیسے جاسوسوں سے بچنے کے لئے ہی لیبارٹری میں انتہائی جدید اور سپیشل انتظام کیا گیا ہے تم تو کیا تمہاری نسلیں بھی اس لیبارٹری میں داخل

نہیں ہو سکتیں۔“ ڈاکٹر کاشف مرزا نے غصے اور نفرت سے ہونٹ میچھتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر کرنل بلیک کے ہونٹوں پر ایک زہرا انگیز مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے میز پر رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی مشین اٹھائی جس کے آگے تیز اور گول بلیڈ لگے ہوئے تھے۔ کرنل بلیک نے اس کا ہٹن دبا یا تو بلیڈ کسی پنکھے کی طرح گردش کرنے لگے۔ وہ اتنی جگہ سے اٹھا اور ڈاکٹر کاشف مرزا کے قریب آگیا۔

”ان گھومتے ہوئے بلیڈوں کو دیکھ رہے ہو ڈاکٹر۔ اس سے میں تمہاری گردن کی ہڈی بھی ایک لمحے سے کم وقفے میں کاٹ سکتا ہوں۔ لیکن گردن سے پہلے میں تمہارے ہاتھوں، پیروں کی انگلیاں کاٹوں گا۔ اس کے بعد پاؤں اور بازو، پھر تمہارے گھٹنے اور کندھوں کی ہڈیاں کاٹوں گا۔ جہاں جہاں سے ہڈیاں کاٹتا جاؤں گا وہاں وہاں میں سامی کون ڈالتا جاؤں گا۔ سامی کون کے بارے میں تم جانتے ہی ہو گے۔ فاسفورس کی شکل کا پاؤڈر ہوتا ہے۔ فاسفورس کو تو ہوا لگنے سے آگ لگتی ہے لیکن سامی کون کا پاؤڈر خاص طور پر انسانی خون اور ہڈیوں میں موجود گوشت پر اثر کرتا ہے۔ یہ ایک لمحے سے بھی کم وقفے میں ہڈیوں کی گہرائی تک اتر جاتا ہے اور اندر ہی اندر سے ہڈیوں کو گلانا شروع کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے تمہیں کس قدر تکلیف اور کس اذیت کو برداشت کرنی پڑے گی یہ تم خود ہی سوچ سکتے ہو۔“ کرنل بلیک نے میز پر سے ایک چھوٹی سی ذبیہ اٹھا کر اس کا ڈھکنا کھولتے ہوئے کہا۔

کر گئی ہو۔ اس کے ہاتھ سے خون فوارے کی طرح بہہ نکلا تھا۔  
 "ارے، ابھی سے چیخ رہے ہو۔ ابھی تو ہمیں سامی کون کا مزہ بھی چکھنا ہے۔" کرنل بلیک نے سفاکی سے ہنستے ہوئے کہا اور پاؤڈر کی کھلی ہوئی ڈبیہ سے چٹکی میں پاؤڈر لیا اور ڈاکٹر کاشف مرزا کے ہاتھ کی کئی ہوئی انگلی کی جگہ پر ڈال دیا۔ پاؤڈر زخم پر پڑتے ہی وہاں سے خون نکلنا بند ہو گیا مگر ڈاکٹر کاشف مرزا کو یوں لگا جیسے اس کے سارے جسم میں آگ بھڑک گئی ہو۔ اگر اس کا جسم مفلوج نہ ہوتا تو وہ یقیناً مرغ بسمل کی طرح زمین پر گر کر پھوٹنے لگتا۔ اس کے منہ سے نکلنے والی چیخیں بے حد کر بناک تھیں اور اس کی آنکھیں اور چہرہ تکلیف کی شدت سے جگڑ کر رہ گیا تھا اور آنکھوں سے پانی بہہ نکلا تھا۔

"کیوں، ڈاکٹر کاشف مرزا لطف آیا۔" کرنل بلیک زہریلے انداز میں ہنسا۔

"تنت، تم انتہائی ظالم، سفاک اور درندے ہو۔ میں ہمیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ کچھ نہیں بتاؤں گا۔" ڈاکٹر کاشف مرزا نے بری طرح سے چیخے ہوئے کہا اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ سامی کون کی ناقابل برداشت تکلیف نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

"ہو نہ، تم پاکیشیائی واقعی اپنی ہٹ کے کہے ہو۔ تکلیفیں اور ذہنی برداشت کر کے مرنا قبول کر لیتے ہو لیکن ملک سے غداری نہیں کرتے۔ لگتا ہے میں جہاد اسارا جسم ادھیڑ کر اس میں سامی کون نبردوں تب بھی جہاد یہی جواب ہو گا۔ میں کرنل بلیک ہوں ڈاکٹر

"نہیں، نہیں، تنت، تم مجھ پر اس قدر ظلم نہیں کر سکتے۔ تم انسان ہو اور ایک انسان دوسرے انسان پر اس قدر خوفناک ظلم نہیں کر سکتا۔" ڈاکٹر کاشف مرزا نے خوف سے چپختے ہوئے کہا۔  
 "تو پھر جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دے دو اور مجھے ظالم بننے پر مجبور ہونے سے روک لو۔" کرنل بلیک نے زہریلے انداز میں ہنس کر کہا۔

"کبھی نہیں۔ میں سیارٹری کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔" ڈاکٹر کاشف مرزا نے کہا۔ اس کے لہجے میں سختی ایک بار پھر عود کر آئی تھی۔

"بہت اچھی بات ہے۔ جہادی اس اچھی بات پر خوش ہو کر میں جہادی یہ انگلی کاٹ رہا ہوں۔ سامی کون کی تکلیف برداشت کرتے ہوئے ہمیں بھی یقیناً بے حد راحت محسوس ہوگی۔" کرنل بلیک نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا اور پھر ڈاکٹر کاشف مرزا کے ایک ہاتھ کو اٹھا کر اس کی ایک انگلی پکڑ لی۔ ڈاکٹر کاشف مرزا کی آنکھوں میں خوف کے سائے پھرانے لگے۔ کرنل بلیک نے گھومتے ہوئے بلیڈ والی مشین اس کی انگلی کے قریب کی تو بلیڈ سے ڈاکٹر کاشف مرزا کی انگلی کاٹ کر کرنل بلیک کے ہاتھ میں رہ گئی اور ڈاکٹر کاشف مرزا کا ہاتھ بے جان پتلے کے ہاتھ کی طرح گر گیا۔ لیکن انگلی کتنے ہی ڈاکٹر کاشف مرزا کے منہ سے اس قدر اذیت ناک چیخ نکلی جیسے سارا جسم مفلوج ہونے کے باوجود انگلی کتنے کی تکلیف اس کے سارے جسم میں سرایت

کاشف مرزا۔ زبان کھوانے کے میرے پاس ایک سو ایک طریقے ہیں۔ دیکھتا ہوں تم کس طرح زبان نہیں کھلتے۔" اسے بے ہوش ہوتا دیکھ کر کرنل بلیک نے غراتے ہوئے کہا۔ اور بلیڈ زوالی مشین بند کر دی۔ بریف کیس کو اس نے اپنی طرف کھسکایا اور اس کے خانے سے ایک شیشی اور ایک سرخ نکال لی۔ یہ سرخ پہلی سرخ کی نسبت بڑی تھی۔ شیشی میں سیاہی مائل محلول بھرا ہوا تھا۔ کرنل بلیک نے سرخ میں محلول بھرا اور پھر اس نے بے ہوش ڈاکٹر کاشف مرزا کے دانتیں کان کے نیچے ایک مخصوص رگ تلاش کر کے اس میں محلول انجیکٹ کر دیا۔ جس جگہ اس نے انجکشن لگایا تھا وہاں سیاہ نشان سا بڑ گیا تھا جو تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا۔ کرنل بلیک انجکشن لگانے کے بعد پیچھے ہٹ گیا تھا اور غور سے ڈاکٹر کاشف کے ڈھکے ہوئے سر کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک ڈاکٹر کاشف کے منہ سے کراہ نکلی اور اس نے یکدم آنکھیں کھول دیں۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے اور اس کی آنکھیں کبوتر کے خون سے بھی زیادہ سرخ ہو رہی تھیں۔ اس بار اس کے سارے جسم کو جھٹکے لگ رہے تھے۔ کرنل بلیک نے اس کے جسم کو جھٹکے گئے دیکھ کر تیزی سے ایک پیر اٹھا کر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ تاکہ ڈاکٹر گر نہ جائے۔ ڈاکٹر کاشف مرزا کا جسم بری طرح سے لرز رہا تھا۔ اس کے جسم کی لرزش کا ارتعاش کرنل بلیک کو اپنی ٹانگ میں ہوتا صاف محسوس ہو رہا تھا۔ اسی وقت ڈاکٹر کاشف مرزا کی ناک، منہ اور کانوں سے خون بہہ نکلا اور اس کا

لرزتا جسم ساکت ہو گیا۔ ساتھ ہی اس کی آنکھیں یوں چڑھ گئیں جیسے وہ نشے میں دھت ہو۔

"ڈاکٹر کاشف مرزا۔ ڈاکٹر کاشف مرزا۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔" کرنل بلیک نے اس کے سینے سے ٹانگ ہٹا کر اس کے چہرے کے سامنے جھٹکے ہوئے پوچھا لیکن ڈاکٹر کاشف مرزا نے کوئی جواب نہ دیا۔ کرنل بلیک نے انگلی کا پک بٹا کر ڈاکٹر کاشف مرزا کی پیشانی پر ہلکی سی ضرب لگائی تو یکبارگی ڈاکٹر کاشف مرزا کا جسم سر سے پیر تک لرز اٹھا اور اس کے ناک، منہ اور کانوں سے نکلنے والے خون میں تیزی آگئی۔

"ڈاکٹر کاشف مرزا۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔" کرنل بلیک نے اس کے سامنے بری طرح سے چٹختے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، ہاں۔ کلب، کون۔ کون ہو تم۔" ڈاکٹر کاشف مرزا نے منہ سے خون اگلتے ہوئے کہا۔

"ایس ایس ایم لیبارٹری کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ اس کے حفاظتی سسٹم کے بارے میں مجھے بتاؤ۔" کرنل بلیک نے اسی طرح سے چٹختے ہوئے کہا۔

"ایس ایس ایم لیبارٹری جہاں سے ایک سو کلو میٹر دور شمالی علاقے چاکور میں ہے۔ ایک پہاڑی وادی میں موجود ایک مصنوعی جھیل کے نیچے۔ اس کا حفاظتی نظام بے حد سخت ہے۔ وادی اور جھیل کے پاس سخت پہرہ ہے۔ ہر طرف مسلح کمانڈوز تعینات ہیں جن کی

گئی۔ اس نے ایک دو بار ہچکچائیں لیں اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا۔

کرنل بلیک چند لمحوں کے لئے ڈاکٹر کاشف مرزا کی بتائی ہوئی تفصیلات پر غور کرتا رہا پھر اس نے ڈاکٹر کاشف مرزا کو صوفے سے اٹھا کر زمین پر ڈال دیا۔ ڈاکٹر کاشف کا سارا جسم خون سے رنگا ہوا تھا۔ کرنل بلیک نے میز پر رکھا ہوا ایک سپرے اٹھایا اور ڈاکٹر کاشف کے جسم پر سپرے کرنے لگا۔ سپرے کی پھوار ڈاکٹر کاشف مرزا کے جسم پر پڑ رہی تھی اور اس کے جسم پر لگا ہوا خون بھابھ بن کر غائب ہونے لگا۔ کمرے میں تیز اور کراہیت آمیز بو پھیل گئی تھی۔ کرنل بلیک نے کمرے میں بکھرے ہوئے خون پر بھی سپرے کر دیا اور وہاں سے خون جوں کا توں غائب ہوتا چلا گیا جیسے وہاں خون کا ایک معمولی سا نشان بھی کبھی نہ پڑا ہو۔

ڈاکٹر کاشف مرزا کا چہرہ اور لباس نکھر گئے تھے۔ کرنل بلیک نے ایک دوسرا سپرے لیا اور اسے ڈاکٹر کے چہرے اور گردن پر کرنا شروع ہو گیا۔ ڈاکٹر کاشف مرزا کا زرد چہرہ ہلکا ہلکا سرخی مائل ہو گیا۔ تب کرنل بلیک نے ایک چھوٹی سی عجیب و غریب مشین اٹھا کر اس کا بزن بکا دیا۔ مشین سے ایک باریک سی شعاع کی لکیر نکلے لگی۔ یہ سپرے پھینکنے والی جدید ترین مشین تھی۔ کرنل بلیک نے مشین سے نکلنے والی شعاع ڈاکٹر کاشف مرزا کی گردن پر ڈالی اور پھر اس کا ہاتھ اس کی گردن سے چہرے اور سر پر حرکت کرنے لگی۔ جہاں جہاں

نظروں سے بچ کر ایک معمولی چڑیا بھی وہاں سے نہیں گزر سکتی۔ اس کے علاوہ تحصیل کے نیچے لیبارٹری تک جانے کے لئے جو سرنگ بنائی گئی ہے وہاں کمپیوٹرائزڈ چیکنگ مشینیں کام کر رہی ہیں۔ جو لوگ لیبارٹری سے متعلق ہوتے ہیں ان کا خون گروپ، سکن ٹیسٹ، آئی ٹھر اور دیگر تمام معلومات کمپیوٹروں میں فیڈ ہیں جس کو کسی بھی طرح دھوکہ دے کر لیبارٹری میں نہیں گھسا جاسکتا۔ ڈاکٹر کاشف مرزا کہتا چلا گیا۔ کرنل بلیک نے اس کے کان کے نیچے جو انجکشن لگایا تھا اس کی وجہ سے ڈاکٹر کاشف مرزا کی دماغی رگیں متحرک ہو گئی تھیں اور اس محلول نے دماغ کی کئی رگوں کو دیہیج کر دیا تھا جس کی وجہ سے ڈاکٹر کے ناک، منہ اور کانوں سے مسلسل خون نکل رہا تھا اور وہ بغیر سوچے سمجھے کرنل بلیک کو ایس ایس میزائل لیبارٹری کی پوری معلومات فراہم کرتا جا رہا تھا۔ جیسے اگر اس نے یہ سب کچھ نہ بتایا تو اس کا دماغ ایک دھماکے سے پھٹ جائے گا۔ کرنل بلیک اس سے لیبارٹری کے متعلق اور چند مزید سائنسی معلومات لیتا رہا جس کے بارے میں ڈاکٹر کاشف مرزا نے اسے ہر بات بتادی۔ مسلسل خون کے اخراج کی وجہ سے اس کی زبان میں کثرت آتی جا رہی تھی اور وہ نذاحال ہوتا جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر کرنل بلیک نے اس سے چند اور سائنسی باتیں پوچھیں اور پھر مطمئن ہو کر اس نے زور سے مکا ڈاکٹر کاشف مرزا کے سر پر مار دیا۔ ناک، منہ اور کانوں سے خون دھاروں کی شکل میں نکلنے لگا اور ڈاکٹر کاشف مرزا کی گردن ایک طرف دھٹک

ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر اس کا ڈھکن کھول کر اس میں سے چھٹی کی مدد سے کنٹیکٹ لیزن نکال کر آنکھوں میں لگائے۔ اب وہ مکمل طور پر ڈاکٹر کاشف مرزا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کاشف مرزا کے چہرے کی کھال سے اصل میک اپ کیا تھا جس کی وجہ سے اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کرئل بلیک ہے۔ جدید ترین مشینوں کی مدد سے وہ سو فیصد ڈاکٹر کاشف مرزا بن چکا تھا۔ پھر اس نے جلدی اپنی تمام چیزیں سمیٹ کر بریف کیس میں رکھیں اور پھر اس نے بریف کیس سے ایک چھوٹا سا پستول نکال کر اس کا رخ ڈاکٹر کاشف مرزا کی لاش کی طرف کر کے اس کا شبن دبا دیا۔ پستول سے باریک سرخ شعلہ نکل کر ڈاکٹر کاشف مرزا کی لاش پر پڑی اور دوسرے ہی لمحے ڈاکٹر کاشف مرزا کی لاش پانی بن کر زمین پر پھیلتی چلی گئی۔

کمرے میں تیز سرانڈ بھر گئی تھی لیکن کرئل بلیک نے وہاں بھی ایک سیہ کر دیا تھا جس سے نہ صرف کمرے سے سرانڈ ختم ہو گئی تھی بلکہ ڈاکٹر کاشف مرزا کا پانی بنا جسم بھی بھاپ بن کر غائب ہوتا چلا گیا۔

بند ہی لمحوں بعد وہاں سے ڈاکٹر کاشف مرزا کا جو دہمیشہ ہمیشہ کے لئے غائب ہو چکا تھا۔ اب اس کمرے میں کرئل بلیک بڑے فخریہ انداز میں ڈاکٹر کاشف مرزا بنا مسکرا رہا تھا۔ ڈاکٹر کاشف مرزا کا چہرہ، اس فنکارانہ سکھ کے ساتھ ساتھ لیبارٹری پہنچنے اور وہاں داخل ہونے کی تمام تر معلومات اس کے پاس موجود تھیں جہاں جانے سے اسے اب نیا کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔

شعلہ پڑ رہی تھی وہاں ایک بال جیسی سیاہ لکیر پڑتی جا رہی تھی۔ پورے چہرے کی سائینڈوں پر عمودی لکیر ڈال کر اس نے مشین بند کی اور اسے ایک طرف رکھ کر ایک مزی ہوئی پیچی اور ایک چھٹی لے کر وہ گردن سے ڈاکٹر کاشف مرزا کے چہرے کی کھال نہایت مہارت اور صفائی سے کاٹنے لگا۔

باریک جھلی ناکھال نہایت ملامت سے اترتی جا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ڈاکٹر کاشف مرزا کے چہرے پر ماسک میک اپ کی تہہ ہو جسے کرئل بلیک نہایت نفاست اور مہارت سے اتارنے میں مصروف تھا۔ چند ہی لمحوں میں اس نے ڈاکٹر کاشف مرزا کے سارے چہرے کی کھال اتاری تھی۔ سرخ کھال پر اس نے پہلے والا سپرے کا تو اس پر لگا ہوا سرخ خون بھاپ بن کر اڑ گیا۔ کرئل بلیک نے بریف کیس سے ایک لوشن نکالا اور ماسک ناکھال پر لگانے لگا۔ اس لوشن کو اس نے اپنے چہرے پر بھی مل لیا تھا اور پھر اس نے آئینہ نکالا اسے سامنے رکھ کر ڈاکٹر کاشف مرزا کی کھال اپنے چہرے پر لگا کر۔

مخصوص انداز میں اپنے چہرے پر چھتھپانے لگا۔ تقریباً دس منٹوں بعد اس کا چہرہ ڈاکٹر کاشف مرزا کے چہرے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ کھال کے ماسک کو اپنے چہرے پر اچھی طرح سے ایڈجسٹ کر کے اس نے ڈاکٹر کاشف مرزا کی انگلیوں کی بھی کھال سپر مشین سے کاٹ اپنی انگلیوں پر چڑھا لی۔ پھر ایک خاص لوشن لگا کر اس نے اپنے با کا رنگ اور سٹائل ڈاکٹر کاشف مرزا کے بالوں جیسا بنایا اور آخر

واسٹ کنگ کی دی ہوئی معلومات کی بناء پر اس نے ڈاکٹر کاشف مرزا پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اسے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ کوٹھی کی حفاظت کرنے والے محافظوں کی ڈیونیاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ دن کو اور شام کو اور رات کو اور محافظ وہاں تعینات ہوتے ہیں۔ شام کو لیبارٹری سے اسے خاص گاڑی لینے کے لئے آنے والی تھی۔ اس کے آنے تک کرنل بلیک کو آرام کرنے کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ ڈاکٹر کاشف مرزا سے ملنے آنے والا نوجوان کب گیا اور کیسے گیا۔ دوسرے محافظوں کو اس کا کچھ پتہ نہیں چل سکتا تھا اور ان میں اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ ڈاکٹر کاشف مرزا سے پوچھتے کہ آنے والا نوجوان کون تھا۔ کتنی دیر اس کے پاس رہا اور کب واپس گیا۔

دو گاڑیاں آگے پیچھے چلتی ہوئیں نہایت تیز رفتاری سے دارالحکومت کے مضافات کی طرف جانے والی سڑک پر دوڑ رہی تھیں۔ ان میں ایک کار میں صفدر، تنویر، نعمانی اور خادور تھے جبکہ دوسری کار میں صدیقی اور چوہان سوار تھے۔ ان کی منزل چونکہ چاکور میں موجود میزائل لیبارٹری تھی اس لئے وہ ایک ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ صفدر اور تنویر کو تو لیبارٹری میں رہنا تھا جبکہ نعمانی اور خادور نے بھی خودکشی کرنے والے ان تین افراد کی شناخت کرنے کے لئے اسی لیبارٹری سے اپنی تفتیش کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔

دارالحکومت سے چاکور سو کلومیٹر دور پہاڑی وادی میں تھا۔ وہاں سپیشل چوکیوں اور لیبارٹری کے سپیشل راستوں سے گزرنے کے لئے ایکسٹرنل انہیں سپیشل کارڈ دے دیئے تھے اور وہ اسی وقت باکور علاقے کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

عمران کی اندوہناک موت اور اس کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے ان سب کے چہروں پر بے پناہ سنجیدگی طاری تھی۔ وہ خاموشی سے سفر کر رہے تھے۔ چاکور کی طرف جانے والے علاقے کو مخصوص ایریا بنا دیا گیا تھا۔ اس لئے اس طرف عام گاڑیوں کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سڑک صاف اور کشادہ تھی اس لئے ان کی کاریں خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی جا رہی تھیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ چیف نے سلیمان جیسے احمق، بے وقوف اور جاہل بادستی کو سیکرٹ سروس کے ساتھ کیوں منسلک کر دیا ہے۔ اس جیسا جاہل انسان بھلا سیکرٹ سروس کے ساتھ کیا کام کر سکتا ہے اور پھر اسے جو نیا کے ساتھ عمران کے قاتلوں کی تلاش کا کام سونپ دیا گیا ہے۔ اس جیسے احمق کے ساتھ جو نیا بھلا کیا کام کر پائے گی۔" تنویر سے آخر رہا نہ گیا تو وہ بول ہی پڑا۔

"چیف کیا کرتا ہے کیا نہیں وہ سیکرٹ سروس میں کسے رکھتا ہے اور کسے نکالتا ہے یہ اس کا کام ہے۔ ہمارے سوچنے کا نہیں۔ سلیمان احمق، جاہل، بے وقوف ہے تو کیا ہوا وہ عمران صاحب جیسے فزیر انسان کے ساتھ رہتا آیا ہے سب چیف نے کہا نہیں تھا کہ اس نے عمران سے بہت کچھ سیکھ رکھا ہے۔ جب وہ کام کرے گا تو اس کی صلاحیتیں کھل کر ہمارے سامنے آجائیں گی۔ جو نیا، جوزف اور سلیمان کا گروہ خود چیف نے بنایا ہے۔ کیوں اس کا جواب تمہیں چیف سے بہتر کو نہیں دے سکتا۔" تنویر کی بات سن کر صفدر نے منہ بناتے ہو۔

کہا۔ اے شاید تنویر کا جلا کٹا انداز برا لگا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر۔" تنویر نے کچھ کہنا چاہا۔

"جب یہ ٹھیک ہے تو پھر اگر مگر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس گروپ کی جو ذمہ داری ہے وہ اسے پوری کرے نہ کرے یہ اس کی ذمہ داری ہے۔ ہمیں جو کام دیا گیا ہے ہمیں اس پر کام کرنا ہے اور بس۔" صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس کا غصیلا انداز دیکھ کر تنویر نے ہونٹ بھیجنے لئے۔ اس نے نعمانی اور خاور کی جانب دیکھا مگر ان کے چہرے سپاٹ تھے جیسے انہیں بھی تنویر کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہ ہو۔

"ارے یہ ان کی کار کو کیا ہوا۔ کار جھٹکے کھا رہی ہے۔ اوہ شاید کار کا پٹرول ختم ہو گیا ہے۔ ایک منٹ کار روکنا صفدر۔" اچانک خاور نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ صفدر نے بیک ویو مرر میں پیچھے آتی ہوئی جوہان کی کار دیکھی جو واقعی اس طرح جھٹکے کھا رہی تھی جیسے اس کا فیول ختم ہو گیا ہو۔ صفدر نے کار ایک طرف کر کے روک لی۔ اس کے پیچھے جوہان نے بھی کار روک لی۔

"جاؤ تنویر تم پوچھ کر آؤ کیا معاملہ ہے۔" صفدر نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔ تنویر نے سر ہلایا اور کار سے اتر کر جوہان کی کار کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ جوہان اور صدیقی کار سے اتر آئے تھے۔ جوہان نے کار کے نیچے جھانک کر دیکھا اور پھر مایوسی سے سر ہلانے لگا۔ وہ تینوں اگلی کار کی طرف آنے لگے۔

”کیا بات ہے۔ تمہاری کار جھٹکے کیوں کھا رہی تھی۔“ صفدر نے سر نکال کر چوہان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”کار کے انجن کا آئل لیک ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے انجن گرم ہو گیا ہے۔ اگر کچھ در اور چلتا رہا تو اس میں سے دھواں نکلنا شروع ہو جائے گا اور انجن میں آگ بھی لگ سکتی ہے۔“ چوہان نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔

”ہو نہ، جب ایک کار میں ہم سب سفر کر سکتے تھے تو تمہیں دوسری کار میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے تمہیں منہ بھی کیا تھا مگر تم نے میری بات مانی ہی نہیں۔“ صفدر نے منہ بنا کر کہا۔ اس پر شاید عمران کی موت کا زیادہ ہی صدمہ تھا جس کی وجہ سے وہ اس وقت سب سے غصے اور تیز لہجے میں پیش آ رہا تھا۔

”واقعی غلطی ہو گئی۔ بہر حال اب اس کار کو ہمیں چھوڑنا پڑے گا اور کیا کیا جا سکتا ہے۔“ چوہان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ بیٹھو۔“ صفدر نے اسی انداز میں کہا اور وہ سب کار میں بیٹھ گئے۔ صفدر نے ایک بار پھر کار کی رفتار بڑھا دی۔

”کیا بات ہے صفدر۔ تم ضرورت سے کچھ زیادہ ہی سنجیدہ دکھائی دے رہے ہو۔“ چوہان نے صفدر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ صفدر نے مبہم سا جواب دیا۔

”کچھ تو ہے۔ گتا ہے عمران صاحب کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے تم اپ سیٹ ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے عمران صاحب تمہیں ہی

عزیز تھے۔ ان کے مرنے کا دکھ صرف تمہیں ہے ہمیں نہیں ہو سکتا۔“ چوہان نے تلخ لہجے میں کہا۔

”چوہان پلیز۔“ میں واقعی اس وقت سخت اپ سیٹ ہوں۔ مجھے خود سمجھ میں نہیں آ رہا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ اگر تم یہ بات میرے سخت رویے کی وجہ سے کر رہے ہو تو آئی ایم سوری۔ آئی ایم ریلی ویری سوری۔“ صفدر نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

”اوہ، ایسی کوئی بات نہیں۔ سوری مت کرو۔ میں نے تو یہ بات ویسے ہی کہہ دی تھی تم تو سنجیدہ ہی ہو گئے۔ اس کا مطلب ہے اب سوری، آئی ایم ریلی ویری سوری مجھے بھی کہنا پڑے گا۔“ چوہان نے بو کھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے انداز پر وہ سب مسکرا دیئے۔ صفدر کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی تھی مگر بے حد دھیمی اور بجھی سی۔

”عمران صاحب کی کمی ہمیں شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ ان کے نہ ہونے کی وجہ سے ایسا لگ رہا ہے جیسے سیکرٹ سرس اور سوری ہو گئی ہے۔ پتہ نہیں ان کے بغیر ہم کوئی کام بھی کر پائیں گے یا نہیں۔“ خاور نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اس وقت عمران صاحب کے متعلق باتیں کر کے ایک دوسرے کا دل دکھاتے رہیں۔ حیف نے جو کچھ کہا تھا کیا وہ ہم سب کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے کافی نہیں تھا۔“ صفدر کا لہجہ ایک بار پھر تلخ ہو گیا۔



جو کیوں سے گزرنے نہیں دیں گے۔" نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا۔ اسی وقت ایک بڑا موڑ آیا اور صفدر نے کار ایک دم اس طرف گھمادی۔

"نہیں، یہ بات نہیں۔ میں تو۔ ارے یہ کیا۔" تھوڑے کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ اچانک سامنے سڑک پر دیکھتے ہوئے وہ بری طرح سے چونک پڑا۔ کافی فاصلے پر ایک سفید کار سڑک پر آڑی ترحی کھڑی تھی اور اس کے ساتھ دو خوبصورت لڑکیاں سیاہ جٹ لباس پہنے پشت لگائے کھڑی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنتیں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ موڑ مڑتے ہی وہ اچانک سامنے آگئیں تھیں اس لئے صفدر نے جلدی سے بریک پینڈل پر پوری قوت سے پیر رکھ دیا تھا۔ کار کے نائز چمک کر زبردست احتجاج کرتے ہوئے سڑک پر لکیریں بناتے ہوئے یکدم رک گئے تھے۔ کار اور لڑکیاں ان سے سو گز کے فاصلے پر تھیں۔ جیسے ہی کار رکی لڑکیوں نے مشین گنتوں کا رخ ان کی جانب کر دیا اور پھر اچانک ان کی گنتوں سے فائرنگ ہونے لگی۔ وہ سب تیزی سے نیچے جھک گئے۔ گولیوں نے کار کے فرنٹ پر برسے ہوئے بے شمار سوراخ کر ڈالے تھے اور پھر کار کی سکرین ایک چھناکے سے ٹوٹ کر ان پر آ پڑی تھی۔ صفدر نے جھکے جھکے انداز میں جلدی سے گیزر بدلا اور کار کو پیچھے لے جانے لگا لیکن اسی وقت اچانک پیچھے سڑک پر بھی ایک لڑکی مشین گن لئے ہوئے آ موجود ہوئی اور اس نے بھی یلخت گن کا منہ کھول دیا۔ کار کی بیک سکرین بھی ٹوٹ گئی اور مجبوراً صفدر نے کار کو بریک لگا دیئے۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی اس وقت عمران صاحب کو یاد کر کے اپنا جی جلاتے سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بہتر ہے کہ ہم پوری ذہانت، ہوشیاری اور دیانت داری سے لیبارٹری میں جا کر نہ صرف تجربوں کو تلاش کریں بلکہ پوری مستعدی سے تجربہ ہونے تک لیبارٹری کی حفاظت بھی کریں۔ ہمیں کیا کرنا ہے یہ سب ہم لیبارٹری پہنچ کر لیبارٹری کا حفاظتی نظام اور لوکیشن دیکھ کر ہی پروگرام بنائیں گے اور جس طرح بھی بن بڑے گا میزائل کے تجربے تک وہیں رہیں گے۔ اگر مجرم ہمارے ہاتھ لگ گئے تو ان کی بوٹیاں اڑا کر رکھ دیں گے۔" صدیقی نے کہا اور سب نے اس کی تقلید میں گردنیں ہلا دیں۔

"میرا خیال ہے کہ ہم آدھے سے زیادہ سفر کر چکے ہیں لیکن ابھی تک ہمیں کوئی حفاظتی چوکی نظر نہیں آئی۔ چیف نے تو کہا تھا کہ ہر دس کلومیٹر کے فاصلے پر سخت حفاظتی چوکیاں بنائی گئی ہیں تاکہ کوئی غیر متعد آدمی اس طرف جا ہی نہ سکے۔" تھوڑے ہی لمحے بعد۔

"تم بھول رہے ہو چیف نے یہ بھی کہا تھا کہ پہلی سکوڑی چوکی ستر کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس کے بعد ہر دس کلومیٹر کے بعد چوکیاں ہیں جن کی تعداد تین ہے۔ لیکن چوکیوں سے ہمیں کیا لینا دینا۔ ہم اس وقت کسی دشمن ملک میں نہیں بلکہ اپنے ملک میں ہیں اور ان چوکیوں سے گزرنے کے لئے ہمارے پاس سپیشل کارڈز ہیں۔ ہمیں فکر کیوں ہو رہی ہے کیا چوکیوں پر تعینات کمانڈوز ہمیں

سلسلے موجود لڑکیاں مسلسل ان کی کار پر فائزنگ کرتی ہوئیں آگے آ رہی تھیں۔ اسی طرح پیچھے آنے والی لڑکی بھی کار پر فائزنگ کرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ وہ سب کار میں دبک کر رہ گئے تھے۔ گویاں مسلسل کار پر برس رہی تھیں اور کار واقعی مکھیوں کا چھتہ بنتی جا رہی تھی۔

”جہارے پاس ہتھیار ہیں“۔ صدر نے جھکے جھکے چلتے ہوئے بچے میں پوچھا۔

”ہاں ہیں لیکن کار پر جس طرح گولیوں کی برسات ہو رہی ہے اگر ہم میں سے کسی نے بھی اٹھنے کی کوشش کی تو کسی بھی طرح نہ بچ سکے گا“۔ نعمانی نے تیز بولے میں کہا۔

”ہونہر، تو کیا نہیں بڑے بڑے مرنا چاہتے ہو۔ کار بلسٹ پروف نہیں ہے۔ لڑکیاں آگے بڑھ رہی ہیں۔ کسی وقت بھی گویاں کار کو چھید کر ہمیں لگ سکتی ہیں۔ کار کا دروازہ کھولو اور ان پر بھی فائزنگ شروع کر دو تاکہ انہیں اندازہ ہو جائے کہ ہم نہیں ہیں۔ گولیوں سے بچنے کے لئے وہ ادھر ادھر ہو جائیں گی۔ اس موقع کا فائدہ اٹھا کر ہمیں کار سے نکلنا ہو گا۔ صدر نے تیز بولے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اور تنویر سلسلے والی لڑکیوں پر فائز کرو۔ میں اور صدیقی پیچھے سے آنے والی لڑکی کو کور کرتے ہیں“۔ چوہان نے چپچتے ہوئے کہا۔ انہوں نے بڑی تیزی سے اپنے پستول نکال کر ہاتھوں میں لے لئے تھے۔ صدر اور تنویر نے پستول کی نال ٹوٹی ہوئی سکرین کے

فریم پر رکھی اور مسلسل فائز کرنے لگے۔ جیسے ہی انہوں نے فائزنگ شروع کی چوہان اور صدیقی نے یکدم کھلے دروازے کھول دیئے اور پیچھے سے آنے والی لڑکی کو دیکھ بغیر اس کی طرف گویاں برسانے لگے۔ اس اقدام سے واقعی ایک لمحے کے لئے دونوں طرف سے فائزنگ رک گئی تھی۔

”چوہان، صدیقی موقع اچھا ہے کار سے نکل جاؤ“۔ صدر نے ان سے مخاطب ہو کر چیخ کر کہا۔

چوہان اور صدیقی نے نہایت تیزی سے باہر چھلانگیں لگا دیں اور سڑک پر گرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے مخالف سمتوں میں نشیب کی طرف جھکے جھکے انداز میں دوڑتے چلے گئے۔ اسی لمحے ان پر فائزنگ ہوئی مگر وہ چھلانگیں مار کر نشیب میں چلے گئے تھے۔

لڑکیاں جو کار سے فائزنگ ہونے کی وجہ سے جلدی سے سڑک پر گر گئی تھیں۔ ان میں سے دو سڑک پر ٹھکتی ہوئی نشیب کی جانب بڑھیں اور تیسری لڑکی لیٹے لیٹے کار پر فائزنگ کرنے لگی۔ اسی لمحے اچانک چوہان نے اس کا نشانہ لے کر اس پر فائز کر دیا۔ اس کی چلائی ہوئی گولی لڑکی کے ہاتھ میں موجود مشین گن پر لگی تھی اور لڑکی کے ہاتھ سے مشین گن نکل کر دور جا گری تھی۔ اسی لمحے چوہان نے سامنے سے نشیب میں لڑھک کر آنے والی لڑکی کو دیکھا جو گن سیدھی کر کے اس پر فائزنگ کرنے ہی والی تھی چوہان نے تیزی سے کروٹ بدلی اور جسم کو تیزی سے گھماتے ہوئے اس کی طرف فائز جھونک مارا۔ لڑکی

نے بھی کمال پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا اور فوری طور پر اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی اور ساتھ ہی اس نے چوہان کی جانب فائرنگ کر دی تھی اور دوسری طرف دوسری لڑکی نشیب میں رہتی ہوئی اتری اور پھر وہ اٹھ کر مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے اس طرف بڑھنے لگی جس طرف صدیقی گیا تھا۔ اسے اپنی طرف آتے اور مسلسل فائرنگ کرتے دیکھ کر صدیقی تیزی سے کروٹیں بدلتا چلا گیا۔ اپنی طرف سے غافل پا کر صفدر نے سر اٹھایا اور پھر صدیقی کی طرف فائرنگ کرتی ہوئی لڑکی کا نشانہ لے کر اس نے اس پر گولی چلا دی۔ گولی لڑکی کے بازو پر لگی تھی۔ صفدر نے اسے اچھلتے اور پھر زمین پر گرتے اور نشیب میں بری طرح سے لڑھکتے دیکھا۔ اسی لمحے صدیقی اپنی جگہ سے اٹھا اور دوڑتا ہوا لڑکی کے سر پہنچ گیا۔

”خبردار، اگر حرکت کی تو کھوپڑی اڑا دوں گا۔“ صدیقی نے لڑکی کے قریب پہنچ کر اتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

تیسری لڑکی جو سڑک پر بڑی تھی اس نے دوبارہ اپنی گن کی طرف بڑھنا چاہا مگر اسی لمحے تنویر اور خاور بھی کار سے باہر آ گئے۔ انہوں نے لڑکی کی طرف مسلسل فائر کرتے ہوئے اسے اپنی جگہ رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس طرف چوہان نے بھی لڑکی کی طرف فائرنگ کر کے اس کے ہاتھ سے گن گرا دی تھی۔ وہ تینوں اس وقت ان کے پستولوں کی زد میں تھیں۔

”ان سب کو یہاں لے آؤ۔“ صفدر نے کار سے نکل کر چھٹے ہوئے

کہا۔

”چلو اٹھو اور سڑک کی طرف چلو۔“ صدیقی نے خزا کر لڑکی سے کہا اور لڑکی ہونٹ بھیج کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”اپنے ہاتھ سر پر رکھ لو۔“ صدیقی غزایا اور لڑکی نے ہاتھ سر پر رکھ لئے اور پھر سڑک کی جانب قدم اٹھانے لگیں۔ اسی طرح چوہان، تنویر اور خاور بھی دوسری لڑکیوں کو اس طرف لے آئے۔ ان تینوں کو ایک ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔

”کون ہو تم اور اس طرح تم نے ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کیوں کی تھی۔“ صفدر نے ان تینوں کی جانب خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ ان سب کی پستولوں کا رخ لڑکیوں کی جانب تھا لیکن لڑکیوں کے چہروں پر خوف و تردد کا ہلکا سا شائبہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جس لڑکی کے بازو میں گولی لگی تھی اس کے بازو سے مسلسل خون کا اغراج ہو رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر بھی صیہ تکلیف کا ذرا سا بھی احساس نظر نہیں آ رہا تھا۔

”ہمیں جہاد کی ہلاکت کے لئے بھیجا گیا ہے اور ہم کیس ہیں۔“ کیس ایک بار جس کا شکار کرنے کا ارادہ کر لیتی ہیں اس وقت تک بچے نہیں بنتیں جب تک وہ اپنے نارگت کا شکار نہ کر لیں۔“ ایک لڑکی نے نہایت سخت لہجے میں کہا۔

”کیس۔ مگر تمہیں ہم سے کیا دشمنی ہے۔ کس نے بھیجا ہے تمہیں۔“ چوہان نے آگے بڑھ کر حیرت سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے

پوچھا۔

”ان لوگوں کا تعلق اس گروپس سے معلوم ہوتا ہے جس نے عمران صاحب کو ہلاک کیا ہے۔ ان کا اس طرح جہاں ہمارا راستہ روکنے کا بھی مقصد ہو سکتا ہے کہ ہم لیبارٹری نہ پہنچ سکیں۔“ صفدر مجھے اجازت دو تو میں ابھی ان سے اگوا لوں کہ ان کا گروپ کون سا ہے۔ عمران صاحب کو کس نے ہلاک کیا ہے اور لیبارٹری میں خودکشی کرنے والے تین افراد سے ان کا کیا تعلق ہے اور ان لڑکیوں کو ہماری ہلاکت کے لئے کس نے بھیجا ہے۔“ تنویر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”بتاؤ اور نہ ہم تمہیں یہیں ڈھیر کر دیں گے۔“ خاور نے کرشمگی سے کہا۔

”تم ہمیں کیا ڈھیر کرو گے۔“ پیچھے دیکھو موت جہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔“ زخمی لڑکی نے بڑے زہریلے لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ وہ سب بے اختیار پیچھے دیکھنے پر مجبور ہو گئے اور یہی ان کی غلطی تھی جیسے ہی انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا اسی وقت کیٹس نے زوردار چیخیں ماریں اور اپنی جگہوں سے ہلکتی فضا میں اچھلیں۔ اس سے پہلے کہ صفدر اور اس کے ساتھی ان کی طرف پلٹتے کیٹس نے فضا میں قلابازیاں لگاتے ہوئے اپنے رخ بدلے اور سیکرٹ سروس کے ممبروں کے قریب پیروں کے بل آکھڑی ہوئیں اور انہوں نے مارشل آرٹس کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اچھال کر سڑک پر پھینک دیا۔ ایک کیٹ نے اپنی ٹانگ صفدر کے

پیٹ میں چلاتے ہوئے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے اور کمان کی طرح جھکتے ہوئے صفدر کے ساتھ کھڑے خاور کو بھی پرے دھکیل دیا تھا۔ دوسری لڑکی نے تنویر اور نعمانی کو ہاتھ اور پاؤں چلاتے ہوئے گرا دیا تھا۔ تیسری لڑکی نے صدیق اور پورہان کے قریب آکر ایک ساتھ ان کی ٹانگیں پکڑ کر جھٹکنے سے انہیں گرا دیا تھا۔ ان سب کے ہاتھوں سے ان کے پستول گر گئے تھے۔ کیٹس کا حملہ اس قدر جارحانہ اور تیز تھا کہ سیکرٹ سروس کے ممبروں کو سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا تھا۔ انہوں نے زمین پر گرے ہوئے ممبروں پر نہایت تیزی سے ہاتھ پیر چلانے شروع کر دیئے تھے۔ سیکرٹ سروس کے ممبروں کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کے ارد گرد چھلاوے رقص کر رہے ہوں۔ تیز رفتار اور گرفت میں نہ آنے والے چھلاوے۔ جو مارشل آرٹس کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر ٹوٹ رہے تھے۔

ایک کیٹ نے فضا میں اچھل کر قلابازی کھاتے ہوئے جیسے ہی گھنٹوں کے بل صفدر کے سینے پر گر کر اس کی ہڈیاں توڑنے کی کوشش کی خاور بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا۔ اس نے لیٹے لیٹے جست لگائی اور فضا میں قلابازی کھا کر صفدر پر گرتی ہوئی لڑکی کے پہلو میں توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح سے جا ٹکرایا۔ کیٹ کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی اور وہ فضا میں پلٹنیاں کھاتی ہوئی دور جا گری مگر زمین پر گرتے ہی وہ یکدم یوں اٹھ کر کھڑی ہو گئی جیسے سڑک پر سپرنگ لگے ہوئے ہوں اور انہوں نے اسے اچھال کر کھرا کر دیا

ہو۔ اس اثناء میں صفدر اور خاور کو اٹھ کر کھڑے ہونے کا موقع مل گیا تھا۔

ایک اور لڑکی نے زوردار چیخ ماری اور دوڑتی ہوئی ان دونوں کی جانب بڑھی۔ دوڑتے دوڑتے اس نے فضا میں جھلانگ لگائی اور دونوں ٹانگیں پھیلا کر خاور اور صفدر کو مارنے کی کوشش کی لیکن صفدر اور خاور تیزی سے ایک طرف ہٹے اور پھر ان دونوں نے ایک ایک ٹانگ اٹھا کر دوسری ٹانگ پر گھومتے ہوئے کیٹ کی کمر پر ایک ساتھ کس رسید کر دیں۔ کیٹ فضا میں اور زیادہ اچھل گئی اور پھر ایک دھماکے سے زمین پر جا گری۔ اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اٹھتی صفدر اور خاور تیزی سے اس کے سر پر پہنچ گئے۔ صفدر نے نہایت غصیلے انداز میں آگے بڑھ کر اسے اپنی ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔ خاور بھی اس پر پل بڑا تھا۔ کیٹ صفدر کی ٹھوکروں اور خاور کے حملوں سے بچنے کے لئے بری طرح سے ہاتھ پیر مار رہی تھی مگر صفدر اور خاور تو غصے سے پاگل ہی ہو گئے تھے۔ ان کے ہاتھ پاؤں نہایت تیزی سے حل رہے تھے اور کیٹ کے حلق سے دردناک جیتھیں نکلتا شروع ہو گئی تھیں۔

اوجر جس کیٹ نے تنویر اور نعمانی پر حملہ کیا تھا وہ کیٹ کے ہاتھوں بری طرح مار کھاتے رہے پھر اچانک تنویر کے ہاتھ میں کیٹ کی ٹانگ آ گئی۔ اس نے زوردار جھٹکا دے کر اسے نیچے گرا دیا۔ اس دوران نعمانی نے کروٹ بدلتے ہوئے اپنی ٹانگ گھما کر اس کے سر پر

زوردار ٹھوکر دے ماری۔ کیٹ کے حلق سے کربناک چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر بری طرح سے ترپنے لگی۔ تنویر نے اٹھتے ہوئے جلدی سے کیٹ کی دونوں ٹانگیں پکڑیں اور اسے ایک جھٹکے سے اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔ کیٹ قریب کھڑی کار سے نکل آئی اور ایک دھماکے سے زمین پر گر کر ترپنے لگی۔ تنویر بھاگتا ہوا اس کے قریب گیا اور اس کے جسم پر زور زور سے ٹانگیں مارنے لگا۔ لڑکی بری طرح سے جیتھتی رہی لیکن تنویر کو اس پر ذرا بھی رحم نہیں آ رہا تھا۔ اس نے مار مار کر لڑکی کو ہولہولہ کر دیا تھا اور لڑکی ساکت ہو گئی تھی۔ اس کے باوجود بھی تنویر اسے مار رہا تھا۔ تیسری کیٹ جس نے صدیقی اور چوہان پر حملہ کیا تھا وہ بھی برق رفتاری سے اس کے حملوں سے خود کو بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور پھر جیسے ہی انہیں موقع ملا وہ ایک ساتھ لڑکی پر ٹوٹ پڑے تھے اور لڑکی کو کسی بھی طرح سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ ایک بار صدیقی نے چوہان کا ہاتھ پکڑا اور پوری قوت سے گھوم کر اس نے اپنی ٹانگیں اٹھا کر لڑکی کے پیٹ میں دے ماریں۔ لڑکی فضا میں اچھلی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ دھماکے سے زمین پر گر گئی اس نے اپنے جسم کو موڑتے ہوئے قلابازی کھائی اور پھر اسی طرح قلابازیاں کھاتے ہوئے ان سے بچھے ہتی چلی گئی۔ چوہان اور صدیقی کے زوردار حملوں نے اس کا بھی حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس کے ہونٹ، ناک اور گال پھٹ گئے تھے اور جہاں سے اب خون رس رہا تھا۔ لڑکی نے ہاتھ کی پشت سے ناک صاف کیا اور پھر خون دیکھ کر

اس کی آنکھوں میں بھی خون اتر آیا۔ جوہان اور صدیقی اس کی جانب بڑھنے لگے۔ اسی لمحے لڑکی نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور تیزی سے اپنی کار کی طرف بھاگ اٹھی۔ سامنے صفدر اور خاور تھے وہ اپنی مقابل لڑکی کو ڈھیر کر چکے تھے۔ انہوں نے بھاگ کر آنے والی لڑکی کو قابو کرنا چاہا مگر لڑکی کے جسم میں تو جیسے پارہ بھرا ہوا تھا وہ ہوا کے جھونکے کی طرح سے ان کے قریب سے گزر گئی۔ کار کے قریب جا کر اس نے چھلانگ لگائی اور کار کی کھلی ہوئی کھڑکی کے راستے کار میں پہنچ گئی۔ اس سے پہلے کہ صفدر، خاور، صدیقی اور نعمانی بھاگتے ہوئے وہاں آتے لڑکی تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ صفدر اور اس کے ساتھیوں نے جو لڑکی کی طرف دیکھا تو اپنی جگہ پر اپک جھٹکے سے رک گئے۔ لڑکی کے ہاتھ میں ایک پسند گرنیز تھا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے گرنیز کی پن پکڑی ہوئی تھی۔

”آؤ، آؤ رک کیوں گئے آؤ“۔ لڑکی نے ان کی جانب خوفناک نظروں سے دیکھتے ہوئے غضبناک شیرینی کی طرح دھاڑتے ہوئے کہہ اور ایک جھٹکے سے ہم کی پن کھینچی۔ صفدر، نعمانی، خاور اور دوسرے ممبروں کے چہروں پر بوکھلاہٹ ناچنے لگی۔ اسی وقت لڑکی نے اپنا ہاتھ گھمایا اور ہم اڑتا ہوا سکیٹ سروس کے ممبروں کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

بام پھلی کی طرح لمبا اور دبلا پتلا آدمی آنکھیں بند کئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے اور دونوں پیر میز پر رکھے آرام کر رہا تھا کہ اچانک سامنے میز پر بڑے ہوئے فون کی کرخت گھنٹی بج اٹھی اور اس کی آنکھیں یکدم کھل گئیں۔ اس نے نیلی نیلی آنکھوں سے گھور کر فون کی جانب دیکھا۔ جیسے اس وقت اس کی گھنٹی کا بجنا اسے سخت ناگوار گزرا ہو۔ نیلی فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ اس نے ٹانگیں میز کی سائیڈ سے نیچے کیں اور سیدھے ہو کر ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا۔

”ہیس۔ ایس ایچ سپیکنگ“۔ اس نے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔  
 ”کے بی بول رہا ہوں باس“۔ دوسری جانب سے ایک تیز لیکن مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ کے بی کیا رپورٹ ہے“۔ ایس ایچ جو کہ سنگ ہی تھا، نے

ویری سوری باس۔ اور۔۔ دوسری طرف سے کرنل بلیک کی بھی ہوئی آواز سنائی دی۔

”سوری کے بچے۔ تم جلتے ہو تمہاری یہ چھوٹی سی غلطی ہمیں کتنے بڑے نقصان سے دوچار کر سکتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے وہاں لگے ہوئے فون محفوظ ہوں گے۔ اور۔۔ سنگ ہی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”یس باس۔ بچہ سے واقعی غلطی ہو گئی۔ اور۔۔“ کرنل بلیک نے دھیے مگر انتہائی شرمندہ لہجے میں کہا۔ سنگ ہی جتو لکے کرنل بلیک کی غلطی پر ہونٹ بھیچتا رہا پھر اس نے زور سے سر جھٹک دیا۔

”ہو نہ، بتاؤ لیبارٹری تک کیسے پہنچے ہو۔ میرے علم میں تو یہ بات آئی ہے کہ اس بار پاکیشیا جیسے پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ ملک نے لیبارٹری کا سیکورٹی نظام انتہائی جدید کمپیوٹرائزڈ اور فول پروف کر رکھا ہے۔ تم پھر وہاں تک پہنچنے میں کیسے کامیاب ہو گئے۔ اور۔۔“ سنگ ہی نے پوچھا۔

”یس باس۔ واقعی اس لیبارٹری کا حفاظتی سسٹم بے حد عجیب و غریب، پیچیدہ اور انتہائی ایڈوانس ٹیکنالوجی پر مشتمل ہے۔ اگر وائٹ کنگ سے مجھے اس لیبارٹری کے انچارج ڈاکٹر کاشف مرزا کی مپ نہ ملتی تو میرے یہاں تک پہنچنا کسی بھی طرح ممکن نہیں تھا۔ وائٹ کنگ کے مطابق ڈاکٹر کاشف مرزا ان دنوں اتفاقاً ذاتی کام کے سلسلے میں لیبارٹری سے باہر آیا ہوا تھا۔ میں نے اس کے متعلق تمام معلومات

کرنل بلیک کی آواز پہنچتے ہوئے چونک کر کہا۔  
”کام ہو گیا ہے باس۔ میں مال خانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ دوسری طرف سے کرنل بلیک کی مسرت بھری آواز سنائی دی۔

”تو پھر تم مجھ سے ٹیلی فون پر کیوں بات کر رہے ہو احمق۔“ سنگ ہی نے غضبناک انداز میں غراتے ہوئے کہا۔  
”اوہ۔ یس، یس سر۔ مم، میں بھول گیا تھا۔ مم، میں ابھی کال کرتا ہوں۔“ سنگ ہی کی غراتے مٹا آواز سن کر کرنل بلیک نے بوکھلائے ہوئے کہا اور جلدی سے فون بند کر دیا۔

”نائسنس۔ بلڈی فول کو اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ کہاں اور کس جگہ سے کیسے کال کرنی چاہئے۔“ سنگ ہی نے غصیلے لہجے میں کہا اور ایک جھٹکے سے رسیور کرڈ پر پٹچ دیا۔ پھر اس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر لے کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اسی لمحے ٹرانسمیٹر پر لگا ایک بلب جل ٹھا اور ٹرانسمیٹر سے زوں زوں کی آواز نکلنے لگی۔

”یس، سنگ ہی سپیکنگ۔ اور۔۔“ اس نے خوشخوار بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

”کرنل بلیک بات کر رہا ہوں باس۔ معافی چاہتا ہوں لیبارٹری میں صحیح سلامت پہنچ جانے کی وجہ سے مجھ پر جوش طاری ہو گیا تھا۔ اس لئے ٹیلی فون پر آپ کو کال کر بیٹھا۔ آئی ایم سوری، آئی ایم ریلی

اکٹھی کیں تو پتہ چلا کہ اس کا ایک رشتہ دار ایکریما میں ہے جس کا نام پروفیسر بشارت ہے۔ میں نے اس کے حوالے سے ڈاکٹر کاشف مرزا سے بات کی اور کہا کہ میں اسے ڈاکٹر بشارت کا ضروری پیغام دینا چاہتا ہوں۔ جس پر اس نے مجھ سے ملنے کی حامی بھری۔ بہر حال میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے معلومات حاصل کرنے کے لئے مجھے سختی سے کام لینا پڑا اور پھر میں نے اس کی سکن اتار کر اس کا میک اپ کر لیا۔ شام کو لیبارٹری سے مجھے لینے کے لئے سپیشل وین آگئی۔ مجھ سے مخصوص کوڈورڈز پوچھے گئے جن کے بارے میں مجھے ڈاکٹر کاشف مرزا نے بتا دیا تھا۔ کوڈورڈز پوچھنے کے بعد میرا تفصیلی معائنہ کیا گیا اور پھر مجھے لیبارٹری میں لے جایا گیا۔ لیبارٹری میں داخلے سے پہلے مجھے سپیشل وے سے گزارا گیا۔ فنکٹر سکن مارک کی وجہ سے مجھے لیبارٹری تک پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ پھر ایک جگہ بلڈ جیکٹر کمپیوٹرائزڈ مشین نصب تھی وہاں اگر میں آر آر ڈی وائچ سسٹم آن نہ کر دیتا تو میرا بلڈ ڈاکٹر کاشف مرزا کے بلڈ گروپ سے نہ ملنے کی وجہ سے شاید میں پکڑا جاتا۔ لیکن آر آر ڈی وائچ سسٹم جیسے میں نے اپنی گھڑی میں نصب کیا ہوا تھا اس کی وجہ سے میں نے وقتی طور پر کمپیوٹر سسٹم فیل کر دیا اور اگلے مرحلے میں پہنچ گیا۔ وہاں ریڈیائی لہروں سے میرا میک اپ چیک کیا گیا۔ اگر میں نے ڈاکٹر کاشف مرزا کی اور سپیشل سکن کا ماسک نہ پہنا ہوتا تو میں آسانی سے پکڑا جاسکتا تھا۔ بہر حال اس مرحلے سے بھی میں آسانی کے ساتھ گزر گیا۔ پھر وہاں مجھ سے مزید کوڈورڈز

پوچھے گئے۔ جن کا تعلق ایس ایس ایم پروجیکٹ سے تھا۔ ان تمام مرحلوں سے میں بہ احسن خوبی لیبارٹری میں پہنچ گیا۔ اب ایک لحاظ سے لیبارٹری کا مکمل کنٹرول سسٹم میرے ہاتھ میں ہے۔ ایس ایل ایکس تھا ڈنڈ تھری ایکس تھری کمپیوٹر مشینز کے ذریعے اس میزائل پر کام کیا جا رہا ہے۔ میں نے تمام پروگرام کی مکمل جانچ پڑتال کر لی ہے۔ تجرباتی میزائل تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔ اب مجھے پروگو کمپیوٹر پروگرامنگ اپنی مرضی کا بنانے کے لئے ماسٹر کمپیوٹر پچ اور ایچ ڈی فایو سسٹم کی ہارڈ ڈرائیو کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ تجرباتی میزائل میں وار ہیڈ کی ضرورت ہے جس کا وزن دس کلوگرام سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے اور کوائٹی سی سی ون تھری چلے۔ اور۔۔۔ کر نل بلک نے تمام تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”نھیک ہے ماسٹر کمپیوٹر پچ اور ہارڈ ڈرائیو پاکیشیا پہنچ چکی ہے۔“  
 فی تھری بی یہ چیزیں خود لائی ہے۔ ڈبلیو ایچ کل شام تک پہنچ جائے گا۔  
 ان چیزوں کی ترسیل تم تک کیسے ہوگی اس کے بارے میں کل شام تک مجھے بتا دینا۔ باقی مشن مکمل کرنے کے لئے میں خود لیبارٹری میں آؤں گا۔ لیبارٹری میں موجود کام کرنے والے افراد کی تعداد کے بارے میں مجھے معلوم ہیں انہیں کب آف کر کے اپنے آدمی وہاں پہنچانے ہیں اس کی بھی تفصیل کل شام کو ڈسکس کر لی جائے گی۔ تمہیں کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو۔ اور۔۔۔ سنگ ہی نے کہا۔

”نہیں باس۔ مجھے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت کی



چیزیں میں سپیشل بریف کیس میں چھپا کر لپٹے ساتھ لے آیا ہوں۔  
 اور ”۔ کرنل بلیک نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے۔ اب تم وہاں اطمینان سے کام کرو۔ کل شام پانچ بجے میں خود جہیں کال کروں گا۔ اور۔“

”اوکے باس۔ میں انتظار کروں گا۔ اور۔“ کرنل بلیک نے کہا۔  
 ”اوکے وش یو گڈ لک۔ اور اینڈ آل۔“ یہ کہہ کر سنگ ہی نے  
 ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ کرنل بلیک کا ایس ایس ایم لیبارٹری میں  
 بغیر وعافیت پہنچ جانے کی خبر سن کر اس کے چہرے پر بے پناہ چمک  
 اور اطمینان نظر آنے لگا تھا۔ وہ جلد لکھے سوچتا رہا پھر اس نے انٹرکام کا  
 ایک بٹن دبایا۔

”یس سرسبی کان سپیکنگ۔“ دوسری جانب سے ایک مودبانہ  
 آواز سنائی دی۔

”شاذل نہیں آیا اب تک۔“ سنگ ہی نے اس سے تیز لہجے میں  
 پوچھا۔

”نہیں باس۔ ابھی تک وہ یہاں نہیں پہنچا“ سٹی کان نے کہا۔  
 ”ہو نہ، جیسے ہی وہ پہنچے فوراً مجھے خبر کرنا۔“ سنگ ہی نے کہا۔  
 ”آل رائٹ سر“ سٹی کان نے کہا اور سنگ ہی نے سر ملاتے ہوئے  
 انٹرکام کا بٹن آف کر دیا۔ اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے تیز سسٹی کی آواز نکلی اور  
 سنگ ہی بری طرح سے چونک پڑا۔

”یس سنگ ہی سپیکنگ۔ اور۔“ اس نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر اس کا

بٹن آن کرتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔  
 ”گریڈ ماسٹر بول رہا ہوں سنگ ہی۔ کیا کرتے پھر رہے ہو تم نے  
 ابھی تک ہیڈ کوارٹر میں کوئی رپورٹ کیوں نہیں کی۔ اور۔“ دوسری  
 جانب سے ایک جیتختی ہوئی انتہائی کرخ آواز سنائی دی۔

”اوہ، یس سر۔ میں ابھی آپ کو رپورٹ دینے کے لئے کال کرنے  
 ہی والا تھا۔ اصل میں کرنل بلیک کی رپورٹ ابھی جتن لکھے قبل مجھے  
 ملی ہے۔ اس نے ایس ایس ایم لیبارٹری تک پہنچنے میں کامیابی حاصل  
 کر لی ہے اور لیبارٹری کا تمام نظام اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے۔ رپورٹ  
 کے مطابق تجرباتی میزائل تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔ کل شام  
 تک ہم مکمل طور پر لیبارٹری پر قبضہ کر لیں گے۔ لیبارٹری کے اصل  
 آدمیوں کو ہٹا کر ہم اپنے آدمی لگا دیں گے جو میزائل کو ہمارے  
 پروگرام کے تحت تیار کریں گے اور پھر مخصوص وقت پر اسے فائر کر  
 دیا جائے گا۔ اور۔“ سنگ ہی نے جلدی جلدی رپورٹ دیتے ہوئے  
 کہا۔

”ہو نہ۔ کیا اس بار پاکیشیا میں تمہارا منصوبہ مکمل ہو جائے گا یا  
 ہمیشہ کی طرح تم اور تھریسیا پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں اور علی  
 عمران کے ہاتھوں شکست کھا کر واپس لوٹ آؤ گے۔ اور۔“ گریڈ  
 ماسٹر کا لہجہ بے حد طر آمیز اور سخت تھا۔

”اوہ نہیں باس۔ اس بار ایسا نہیں ہوگا۔ ہمارا مشن بے حد فول  
 پروف اور انتہائی جاندار ہے۔ مشن کی کامیابی کے لئے ہم نے خاص

طور پر پاکیشیا سیکرٹ سروس اور علی عمران کے لئے کام کیا تھا۔ کرنل بلیک نے علی عمران کو اپنے ہاتھوں کر سٹل بلیٹ کا شکار کیا ہے۔ عمران کی موت کا پہلے مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا۔ مگر جب میں نے تحقیقات کیں تو پتہ چلا کہ کرنل بلیٹ کا شکار ہونے والا علی عمران کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ علی عمران جیسا گھاگ اور خطرناک انسان اس آسانی سے کرنل بلیک کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے گا اس پر میں دنگ رہ گیا تھا لیکن خیال آیا کہ بعض اوقات ایک معمولی جیونی بھی ہاتھی جیسے گرائڈیل جانور کی ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے تو پھر عمران کو ہلاک کرنا کون سی بڑی بات تھی۔ عمران جیسا انسان ہمارے ہاتھوں ہلاک ہو گیا تو پھر ہمارے سامنے سیکرٹ سروس کے ممبر کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی میں نے ان کی ہلاکت کے لئے خاص طور پر کیٹس کو یہاں بلوایا تھا۔

کیٹس کے بارے میں تو آپ کو علم ہی ہے کہ ان کی کارکردگی کیسی ہے۔ وہ جب تک سیکرٹ سروس کے ممبروں کو تلاش کر کے انہیں ہلاک نہیں کر دیں گی اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گی۔ اس کے باوجود بھی اگر سیکرٹ سروس کے ممبر کیٹس کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے کسی طرح بچ جاتے ہیں۔ تب بھی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ کرنل بلیک ایبارنری تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس کی موجودگی میں وہاں کوئی اور دم بھی نہیں مار سکتا۔ اور ”سنگ ہی بڑے فخریہ لہجے میں کہتا چلا گیا۔

”ہونہ۔ تم کیا رہے ہو مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ مجھے تو بس مشن کی کامیابی سے مطلب ہے۔ اگر تم مشن مکمل کرنے میں ناکام رہے تو پھر تمہارے لئے زیر و لینڈ میں داخلے کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں گے۔ اور“ ”گریٹڈ ماسٹر کا لہجہ اس قدر سخت اور خوفناک تھا کہ سنگ ہی جیسا انسان بھی کانپ کر رہ گیا۔

”نن، نہیں باس۔ میں اس مشن کی کامیابی کے لئے سرحد کی بازی لگا دوں گا۔ ہر ممکن طریقے سے اس مشن کو مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور“ ”سنگ ہی نے جلدی سے کہا۔

”کوشش نہیں، تمہیں اس مشن کو ہر حال میں پورا کرنا ہے کچھ۔ اور“ ”گریٹڈ ماسٹر نے غرا کر کہا۔

”ییس باس۔ میں سمجھ گیا۔ بالکل سمجھ گیا۔ مشن مکمل ہو گا اور ضرور مکمل ہو گا۔ اور“ ”سنگ ہی نے گھبرا کر کہا۔

”اوکے گڈ لک ایڈ اور ایڈ آل“ ”گریٹڈ ماسٹر نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ سنگ ہی نے بن آف کر کے ایک طویل سانس لیا اور ٹرانسمیٹر کو ایک طرف رکھ کر ایک بار پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ اسی وقت انٹرکام کی بیل بجی اور اس نے جلدی سے سیدھا ہو کر اس کا بن دبا دیا۔

”باس شاول آگیا ہے“ سٹی کان کی مؤہ بانہ آواز سنائی دی۔ ”گڈ۔ اسے اندر بھیج دو“ ”شاول کی آمد کا سن کر سنگ ہی کی آنکھوں میں تیز چمک ابھرائی تھی۔

کر کے روک دی۔ وہ شاول سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے اسے پہلے رانا ہاؤس لے جانا چاہتا تھا لیکن پھر اسے یاد آیا کہ رانا ہاؤس میں جوزف تو موجود ہے نہیں وہ جو لیا اور سلیمان کے ساتھ اس کے نام نہاد قاتلوں کی تلاش پر مامور ہیں۔ اس لئے وہ اسے دانش منزل لے آیا تھا۔ ایک تو جہاں وہ اس نوجوان شاول سے پوچھ گچھ کر سکتا تھا۔ دوسرے وہ تھریسیا کے دیسے ہوئے ڈبیہ مٹائیٹ کو چیک کرنا چاہتا تھا اور تیسرے تھریسیا اور سنگ ہی کے سامنے آجانے کی وجہ سے سیکرٹ سروس کے ممبروں کی بھی ضرورت تھی جن کے ساتھ وہ سنگ ہی کے ٹھکانے پر ریڈ کرنا چاہتا تھا۔ جیسے ہی اس نے کار دانش منزل کے گیٹ پر روکی آپریشن روم میں موجود بلیک زیرو نے اس کے لئے گیٹ کھول دیا اور عمران کار اندر لے گیا۔

”تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا اور یہ کون سی جگہ ہے۔“ شاول نے عمران کو تیز اور قدرے عصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”کان ادھر کرو۔ بتاتا ہوں۔“ عمران نے کار روکتے ہوئے اس سے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ شاول حیرانی سے اس کے قریب ہوا۔ اسی وقت عمران کا چچا ملتا ہوا اس کی کنپٹی پر بڑا اور شاول ہلکی سی چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ عمران جلدی سے کار سے اترا اور پھر دوسری طرف آ کر اس نے اس طرف سے کار کا دروازہ کھولا اور شاول کو کار سے نکال کر کندھے پر ڈالتا ہوا بلیک روم کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ شاول کو

”یہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو اور تم نے اب تک مجھے بتایا نہیں کہ تم کون ہو اور تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ ہوٹل میں خطرہ ہے۔“ کیمیا خطرہ تھا ہوٹل میں۔“ عمران کے ساتھ بیٹھے ہوئے نوجوان نے کافی دیر خاموش بیٹھے رہنے کے بعد عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”پہلے ہناؤ۔ تمہارا نام کیا ہے۔“ عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”شاول۔ شاول نام ہے میرا۔ مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو۔“ نوجوان نے چونک کر پوچھا۔

”تمہارے نام کا اخبار میں تلاش کشدگان کے کالم میں اشتہار چھپوانا ہے۔“ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”کیا، کیا کہا تم نے۔“ شاول اس کی بات سن کر بری طرح سے چونک اٹھا۔ اسی وقت عمران نے کار دانش منزل کے گیٹ کے قریب

دیتی۔ بہر حال جو یا نے لائٹ آن ہونے پر دیکھا یہ اصل میں ایک  
 ٹرکی تھی جس نے سیاہ چست لباس پہن رکھا تھا۔ جو یا کو یقین تھا کہ  
 اس ٹرکی کا آپ کی ہلاکت میں ہاتھ ہے اس نے سلیمان کی مدد سے  
 ٹرکی کو کرسی سے باندھ دیا اور پھر وہ اس سے پوچھ گچھ کرنے لگی۔ اس  
 کے لئے جو یا کو ٹرکی پر شدید تشدد کرنا پڑا۔ ٹرکی نے اسے بس یہی  
 بتایا تھا کہ اس کا تعلق کیٹس گروپ سے ہے اور اس کا نام شار کی ہے  
 اور وہ کیٹس گروپ کی کیٹ فور ہے۔ اس سے پہلے کہ جو یا اس پر مزید  
 تشدد کرتی اور کچھ اور پوچھتی کیٹ فور نے اپنا ایک پیر زور سے زمین پر  
 مارا۔ جس کی وجہ سے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور ٹرکی کا جسم اس  
 دھماکے سے پھٹ گیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ کے دھوکے  
 میں کر سٹل بلیٹ سے چور کا جسم پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔  
 دھماکے کے رد عمل سے جو یا، جوزف اور سلیمان تینوں اچھل کر دور  
 جا گرے تھے اور پھر وہ مکمل طور پر بے ہوش ہو گئے تھے۔ خوفناک  
 دھماکے کی آواز سن کر ارد گرد کے فلیٹوں کے مکین اس فلیٹ میں  
 گھس گئے تھے۔ انہوں نے جو ہر طرف انسانی لاش کے ٹکڑے اور تین  
 افراد کو بے ہوش پڑے دیکھا تو فوری طور پر پولیس کو اطلاع دے دی  
 گئی۔ جو یا، جوزف اور سلیمان کو بے ہوشی کی حالت میں قریبی  
 ہسپتال پہنچایا گیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو یا کو ہوش میں آیا تھا۔ اس نے  
 مجھے رپورٹ دی ہے۔ اس کے مطابق کیٹس گروپ کو پاکیشیا سیکرٹ  
 سروس کے شکار کے لئے بھیجا گیا ہے۔ دھماکے کی وجہ سے اس کی

بلیک روم میں ڈال کر وہ کمرے کو لاک کر کے باہر آ گیا اور سیدھا  
 آپریشن روم میں چلا گیا۔

اسے آپریشن روم میں آتا دیکھ کر بلیک زرو اس کے احترام میں  
 اٹھ کھڑا ہوا۔

”اتنی جلدی آپ واپس بھی آگئے اور وہ کون ہے جسے آپ اپنے  
 ساتھ لائے ہیں۔“ سلام دعا کے بعد بلیک زرو نے عمران سے مخاطب  
 ہو کر پوچھا۔

”وہ میری کبھی نہ ہونے والی بیوی کا بھائی ہے اور میرے جلدی  
 آنے پر اگر تمہیں اعتراض ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔“ عمران نے  
 سنجیدگی سے کہا۔

”اوہ، ایسی بات نہیں۔ ایک اطلاع دینے کے لئے میں آپ کو واج  
 ٹرانسمیٹر پر کال کرنے ہی والا تھا کہ آپ یہاں آ گئے۔“ بلیک زرو نے  
 جلدی سے کہا۔

”کیسی اطلاع۔“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”جو یا، جوزف اور سلیمان آپ کے قاتلوں یا قاتل کی تلاش کے  
 سلسلے میں رانا بلڈنگ گئے تھے۔ اس بلڈنگ کے اس فلیٹ میں جہاں  
 سے آپ پر کر سٹل بلیٹ فائر کیا گیا تھا۔ جو یا جب فلیٹ میں داخل  
 ہوئی تو اس پر چار تک اندھیرے میں ایک سائے نے حملہ کر دیا۔ اس  
 نے جوزف اور جو یا کے ساتھ زبردست فائٹ کی اور پھر اگر وہاں  
 سلیمان آکر اس ٹرکی کو بے ہوش نہ کر دیتا تو وہ یقیناً جو یا کو ختم کر

جھوٹ کیوں دے رہے ہیں۔" بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جب تک ان لوگوں کا اصل مشن میرے سلسلے نہیں آجاتا میں ان پر کیسے ہاتھ ڈال سکتا ہوں۔ یہ لوگ جب بھی کسی مشن پر کام کرتے ہیں پوری طرح ہاتھ پیر پھیلا کر کام کرتے ہیں۔ دیکھا نہیں تم نے پہلے انہوں نے میری ہلاکت کا بندوبست کیا پھر ایس ایس ایم کی خبر پوری دنیا میں پھیلا دی اور سیکرٹ سروس کا راستہ روکنے کے لئے انہوں نے کیٹس جیسی خطرناک لڑکیوں کو کہاں بلایا۔ یہ تو اتفاق ہی تھا کہ کیٹ فور سلیمان کی وجہ سے جولیا کے قابو میں آگئی ورنہ وہ ان تینوں کو ہلاک کئے بغیر نہ جاتی۔ اور ہمیں دوسرے ممبروں کا پتہ نہیں چل رہا کہ وہ کہاں ہیں۔ سنگ ہی اور تھریسیا ایسے مجرم ہیں جو خود ہاتھ پیر ہلائے بغیر ایسے کام کر جاتے ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔" عمران کہتا چلا گیا۔

"اچھا یہ بتاؤ صدر مملکت کے پاس تم کیوں نہیں گئے۔ سر سلطان نے تمہیں بطور ایکسٹنڈو ہاں پہنچنے کی ہدایات دی تھیں۔" عمران نے خیال آنے پر جھکتے ہوئے پوچھا۔

"میں جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ صدر مملکت نے فون پر خود ہی مجھ سے رابطہ کر لیا تھا۔ میں نے ان سے بڑے سخت انداز میں بات کی تھی اور ان سے کہا تھا کہ وہ کسی کے دباؤ میں نہ آئیں۔ ہمارا سپر سپیڈ میزائل تیار ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ سے بین الاقوامی طور پر ہم پر دباؤ

دماغی حالت درست نہیں تھی اس لئے میں نے اسے فی الوقت ریست کرنے کے لئے کہا ہے۔" بلیک زیرو نے عمران کو ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ کیٹس گروپ کے متعلق تو میں نے بھی بہت کچھ سن رکھا ہے۔ وہ چار لڑکیاں ہیں اور آفت کی پرکالہ ہیں۔ آسانی سے کسی کے قابو میں نہیں آتیں۔ نہایت تیز رفتاری سے کام کرتی ہیں اور ایک بار جس کے پیچھے لگ جائیں اسے قبر میں پہنچا کر دم لیتی ہیں۔ اگر وہ واقعی سیکرٹ سروس کے پیچھے ہیں تو پھر واقعی تشویش کی بات ہے۔ تم نے باقی ممبروں کو کال کیا تھا۔" عمران نے کہا۔

"ہاں، لیکن ان کی طرف سے بھی کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوہ لگتا ہے سنگ ہی اور تھریسیا کسی لمبے چکروں میں ہیں۔" عمران نے ہونٹ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سنگ ہی اور تھریسیا۔ کیا ان کا آپ کو کوئی کلیو ملا ہے۔" بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

"تم کلیو کی بات کرتے ہو۔ میں ان کی شہ رگ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔" عمران نے کہا اور بلیک زیرو کو ساری تفصیل بتادی۔

"اگر آپ کو ان کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے تو آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ ان پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالتے۔ ان خطرناک مجرموں کو

انہوں نے کہا کہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ واقعی کب تک ہم دشمن ممالک سے ڈرتے اور دنیا کے خوف سے اپنے آپ کو دباتے رہیں گے۔" بلیک زیرو نے بتایا اور عمران اس کی جانب ستائی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"واقعی تمہارا ہی حوصلہ ہے جو تم نے صدر مملکت سے اس انداز میں بات کر لی ورنہ میں تو ان کے سلسلے زبان تک ہلانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو ہنس پڑا۔ "آپ کا کیا خیال ہے اگر صدر مملکت نے واقعی ایسا بیان دیا تو کیا اس کا کوئی رد عمل نہیں ہوگا۔" بلیک زیرو نے جلد لے وقف کے بعد پوچھا۔

"ہونا تو چاہئے۔ بہر حال جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ تم دوبارہ ممبروں کو کال کرنے کی کوشش کرو۔ میں ذرا تھریسیا کے دیئے ہوئے ٹیکٹ کو چیک کر لوں۔ اس کے بعد مجھے شاؤل سے بھی بات کرنی ہے اور پھر اپنے بچاؤ دھرم سے بھی جا کر ملنا ہے۔ دیکھیں وہ کیا کر رہا ہے۔" عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے سر ملادیا۔ عمران جب سے تھریسیا کا دیا ہوا ڈیپ ٹیٹیکٹ لے کر ایک بڑی مشین پر چڑھا تھا اور بلیک زیرو ممبروں کو کال کرنے کے لئے واچ ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی ملانے لگا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور بلیک زیرو نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو۔" اس نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

ضرور ڈالا جا سکتا ہے لیکن ہمارے خلاف کوئی جارحانہ قدم نہیں اٹھ سکتا۔ صدر مملکت کے مطابق بات اقوام متحدہ تک پہنچ چکی ہے اور انہیں دباؤ باندھ کر دیا ہے۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ وہ اقوام متحدہ کی کانفرنس میں موجود ہمارے ارکان کو کہلا بھیجیں کہ ہم اپنے پروگرام نہ صرف جاری رکھیں گے بلکہ میزائل کا تجربہ بھی ضرور کیا جائے گا۔ اس میزائل کی تیاری میں ہمارا بے پناہ سرمایہ خرچ ہوا ہے اور میزائل دنیا کا ہر ملک اپنی سیفٹی کے لئے تیار کر رہا ہے۔ پوری دنیا میں بڑے بڑے اور خوفناک سے خوفناک میزائل تیار کئے جا رہے ہیں ہم نے اگر اپنی ٹیکنالوجی سے ایک میزائل تیار کر لیا ہے تو دنیا اس قدر شور کیوں مچا رہی ہے۔ اگر ہمیں میزائل کی تیاری اور تجرباتی میزائل فائر کرنے سے روکا جا رہا ہے تو پھر سپر پاورز اور دوسرے ممالک بھی اپنے میزائل پروگرام روکیں اور وہ بھی اپنے بنائے ہوئے میزائل تلف کر دیں۔ کافرستان کھلم کھلا میزائل پر میزائل بناتا جا رہا ہے اور آئے روز وہ تجرباتی میزائل فائر کرتا رہتا ہے اس کے خلاف تو آج تک کسی نے بات نہیں کی اور نہ ہی اسے میزائل بنانے سے اس انداز میں روکا گیا ہے۔ میں نے صدر صاحب سے دو ٹوک لہجے میں کہہ دیا تھا کہ آپ بر ملا کہہ دیں کہ ہم نے جو میزائل تیار کئے ہیں اگر ہمارے خلاف جارحانہ قدم اٹھایا گیا تو ہمارا تجرباتی پروگرام اصل میزائل فائر کرنے میں بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔ صدر صاحب پہلے تو میری کڑوی باتیں سن کر بہت جہیز ہوئے مگر پھر شاید انہیں میری باتوں کی سمجھ آگئی

”سلطان بول رہا ہوں۔“ دوسری جانب سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”اوہ، یس سر میں طاہر بات کر رہا ہوں۔“ سرسلطان کی آواز پہچان کر بلیک زیرو نے اپنی اصل آواز اور مودبانہ لہجے میں کہا۔

”تم نے ٹیلی فون پر صدر مملکت سے خود بات کی تھی۔“ سرسلطان نے پوچھا۔

”یس سر۔ کیوں کیا کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔“ بلیک زیرو نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔ اس کی بات سن کر عمران بھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ بلیک زیرو نے عمران کو اپنی طرف دیکھتے پا کر لاؤڈر کا بٹن دبایا تھا تاکہ سرسلطان کے درمیان ہونے والی باتیں عمران بھی سن لے۔

”کیا بات ہوئی تھی تمہاری صدر صاحب سے۔“ سرسلطان نے سنجیدگی سے پوچھا اور بلیک زیرو نے وہی باتیں سرسلطان کو بتا دیں جو اس نے عمران کو بتائی تھیں۔

”بہت خوب۔ جلتے ہو تمہاری ان باتوں کا کیا ریسنا سن ملایا ہے۔“ سرسلطان نے کہا اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی جبکہ بلیک زیرو ابھی تک نہیں سمجھ پاتا تھا۔

”نہیں سر۔ کیا ہوا ہے۔“ اس نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

”صدر مملکت نے ایک ریسیا کے صدر اور دوسرے ممالک کے صدور سے فرداً فرداً فون پر بات کی تھی اور انہوں نے تمہاری کبھی باتیں

ان کے سلسلے دوہرا دی تھیں۔ پہلے تو ان صدور نے سخت رد عمل کا اظہار کیا اور پھر جب صدر مملکت نے ان کے ساتھ سخت رویہ اپناتے ہوئے کہا کہ وہ اس صورت میں اپنا میزائل پروگرام ترک کر سکتے ہیں جب دوسرے ممالک بھی اپنے میزائل پروگرام بند کر دیں۔ یہی بات اقوام متحدہ تک بھی پہنچا دی گئی ہے۔ ظاہر ہے سپر پاورز اس کی منظوری کے لئے کبھی حامی نہیں بھریں گے اور ہمارا ایس ایس ایم پراجیکٹ پر کام ہوتا رہے گا۔ اسی طرح صدر مملکت نے شوگر ان کے صدر سے بھی بات کی تھی۔ شوگر ان چونکہ ہمارا دوست ملک ہے اور اس نے ہر آڑے وقت میں ہمارا ساتھ دیا ہے اس لئے صدر صاحب نے ان سے نہایت حلیمی سے بات کی ہے اور ایس ایس ایم پراجیکٹ کا فارمولا انہیں بھی دینے کی پیشکش کی ہے جسے شوگر ان کے صدر نے قبول کر لیا ہے اور انہوں نے فوری طور پر سرحدوں سے فوج ہٹانے کا وعدہ کر لیا ہے۔ شوگر ان کی فوج کا سرحدوں سے ہٹنے کا سن کر کافرستان پر بھی دباؤ ڈالا ہے اور ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ انہوں نے بھی جنگی مشینیں بند کر دی ہیں اور اپنی فوج کو پیچھے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ سب تمہاری اور عمران کی ذہانت کا نتیجہ ہے ظاہر بیٹے۔ صدر صاحب اس کا سارا کریڈٹ ایکسٹو کو دے رہے ہیں اور مجھے فخر ہے کہ تم اور عمران میری توقع سے بڑھ کر ہو اور ہر آنے والے وقت میں تم لوگوں نے ملک کے مفاد کے لئے کام کیا ہے۔ آئی ایم پراؤڈ آف یو مائی سنز۔“ سرسلطان جذباتی لہجے میں کہتے چلے گئے اور بلیک

زیر سکون کا سانس لے کر مسکراتے ہوئے عمران کی جانب دیکھنے لگا۔ عمران بھی مسکرا رہا تھا۔

"یہ سب آپ کی کرم نوازی ہے جو آپ نے ہمیں صدر مملکت سے اس قدر بات کرنے کا حوصلہ دے رکھا ہے ورنہ ہم کہاں اور صدر مملکت کہاں"۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ عمران سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر لگا جیسے بلیک زیرو نے اس کی توقع کے مطابق جواب دیا ہو۔

"نہیں۔ یہ تم لوگوں کی اپنی کارکردگی ہے۔ تم اپنی مثال آپ ہو۔ بہر حال عمران کہاں ہے"۔ سر سلطان نے بر ملا کہا۔ عمران نے اشارے سے بلیک زیرو کو منع کر دیا کہ وہ اس کے بارے میں نہ بتائے۔

"عمران صاحب جب کسی ضروری کام میں مصروف ہوتے ہیں پھر ان کا کب سہ پہل چلتا ہے کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں"۔ بلیک زیرو نے جھوٹ بولنے سے اجتناب برتتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جب اس سے رابطہ ہو تو اس سے کہنا مجھ سے بات کر لے۔ میں خود بھی اس سے سوری کرنا چاہتا ہوں کہ میں بلاوجہ اس کے ساتھ تلخ ہو گیا تھا"۔ سر سلطان نے کہا اور پھر انہوں نے رابطہ منقطع کر دیا۔

"آپ نے بات کیوں نہیں کی"۔ بلیک زیرو نے فون رکھ کر عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"بلیک زیرو اس وقت تھریسیا اور سنگ ہی جیسے مجرم یہاں موجود ہیں۔ میں تھریسیا کے دیئے ہوئے ٹیکٹ جس میں سے ماسٹر کمپیوٹر آپسٹ کرنے والی ایک چپ نکلی ہے پر کام کر رہا ہوں سچپ کو چیک کر کے ابھی مجھے شاول سے بھی بات کرنی ہے اور پھر مجھے جلد سے جلد سنگ ہی تک پہنچنا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے شاول کی کشدگی اور خاص طور پر تھریسیا کی بھیجی ہوئی ماسٹر وچپ کے غائب ہونے کے بارے میں معلوم ہو۔ سر سلطان سے تو پھر بھی بات ہو سکتی ہے"۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے اشارات میں سر ہلادیا۔

عمران نے چپ ایک کمپیوٹر انڈر مشین میں ڈال دی تھی اور سلمنے روشن سکریں پر نمبروں کی شکل میں کچھ فکڑ ز اور دنیا کا نقشہ ابھر آیا تھا۔ عمران غور سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر مشین سے منسلک کی بورڈ سے فکڑز اور نقشے کو وہ واضح کر کے چیک کرنے لگا۔ اس اثنا میں بلیک زیرو ایک بار پھر ٹراسمیریز ممبروں سے رابطہ کے لئے کام کرنے لگا لیکن دوسری جانب سے اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

عمران پندرہ بیس منٹ تک مشین پر کام کرتا رہا پھر اس کے ماتھے پر ششوں کا جال سا پھیل گیا۔

"اوہ، تو ان کے یہ ارادے ہیں"۔ اس نے ہونٹ میٹھتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر بلیک زیرو چونک پڑا اور تیزی سے عمران کے قریب آگیا اور سلمنے سکریں پر دیکھنے لگا جہاں ایشیا کا نقشہ پھیلا ہوا تھا۔ ایک سرخ رنگ کا دائرہ شوگر ان کے دارالحکومت کے گرد



”کسی ممبر سے بات ہوئی۔“ عمران نے بلیک زیرو کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جواب میں بلیک زیرو نے انکار میں سر ہلا دیا۔  
”گتا ہے یا تو وہ کیٹس کا شکار ہو گئے ہیں یا پھر کسی ایسی جگہ موجود ہیں جہاں سے وہ کال انٹرنہ نہیں کر سکتے۔ بہر حال تم مسلسل انہیں کال کرتے رہو۔ میں شافول سے بات کر کے سنگ ہی کی طرف جا رہا ہوں تاکہ اس کپیوٹر چرپ کو اس کے حوالے کر سکوں۔ اب میں بھی یہی جانتا ہوں کہ وہ اپنا مشن مکمل کر لے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا۔ آپ کچھ ٹوڑ چپ سنگ ہی کو دیتے جا رہے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنا مشن مکمل کر لے۔ یہ جان کر بھی کہ اس کا مشن کس قدر خوفناک اور کس قدر بھیاناک ہے۔“ بلیک زیرو نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ سنگ ہی مجھے پیارا ہے اور میں تھریسیا کو۔  
ان کا اس مشن میں اگر میں ساتھ نہیں دوں گا تو اور کون دے گا۔“  
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور تیری سے آپریشن روم سے باہر نکل  
گیا۔ بلیک زرو حیرت سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ اس کی سمجھ میں  
نہیں آ رہا تھا کہ بیٹھے بٹھائے عمران کو آخراً کیا ہو گیا ہے جو سنگ ہی اور

سپارک کر رہا تھا اور ایک سفید رنگ کی لکیر پاکیشیا سے ہوتی ہوئی اس دائرے تک جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ نقشے کے نیچے عجیب و غریب گنگر نظر آ رہے تھے جو تیزی سے تبدیل ہوتے جا رہے تھے۔

”کیا مطلب۔ یہ پاکستانیہا شکران کے دارالحکومت کلاچنگ کو کیوں مارک کیا جا رہا ہے۔“ بلیک زرو نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

”اس لکیر اور شکران کے دارالحکومت کلاچنگ کے گرد سپارک کرتے ہوئے سرخ دائرے کو بھی دیکھ کر اگر تم کچھ نہ سمجھو تو سچ ج جہاری عقل پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے۔ عمران نے برا سامنے بناتے ہوئے کہا۔ عمران کی بات سن کر بلیک زرو نے ہونٹ بھیج لئے اور ایک بار پھر غور سے سکرین پر بدلتے ہوئے فگرز اور نقشے کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ بیخفت اپنی جگہ سے بری طرح سے اچھل پڑا۔

"اوہ، یہ تو۔۔۔ یہ تو۔۔۔ اس نے بو کھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔  
"شکر ہے جلد ہی تمہاری سبھی بات آگئی ورنہ میں اس سکریں  
کو تم پر دے مارتا یا تمہیں اس سکریں پر دے مارتا۔" عمران نے کہا  
اور بلیک زبرو کے چہرے پر خراجِ نظر آنے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ  
کہتا عمران نے کمپیوٹر کے کی بورڈ پر تیزی سے انگلیاں چلاتا شروع کر  
دیا۔ سکریں پر نمبر بدلتے رہے اور نقشہ تیزی سے سمٹنے لگا۔ دس  
پندرہ منٹ تک کام کرنے کے بعد اس نے مشین میں سے چپ باہر  
 نکالی اور پھر مشین آف کر کے اس نے ایک طویل سانس لیا اور چپ  
 کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر غور سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر بر خیال انداز میں سر

تھریسیا کا منصوبہ جان کر اور اس کمپوزر چپ کی اہمیت سمجھتے ہوئے بھی ان کے پاس جا رہا ہے۔ ان کی مدد کرنے اور ان کو ماسٹر کمپوزر کی چپ واپس کرنے۔ کیا عمران کا دماغ خراب ہو گیا تھا یا وہ کسی خاص مقصد کے لئے اس سے ایسا کہہ کر گیا تھا۔ بلیک زرد کافی دیر تک سوچتا رہا لیکن جب اسے کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے سر جھٹک دیا اور اس سکرین کی جانب دیکھنے لگا جہاں عمران اہتائی بے رحمانہ انداز میں شاول نامی شخص پر تشدد کرتے ہوئے اس سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔ عمران کے ہاتھ میں خنجر نظر آ رہا تھا جس سے وہ شاول کی ایک آنکھ، دونوں کان اور ناک کاٹ چکا تھا۔ شاول کا چہرہ لبو لبان ہو رہا تھا اور وہ جلدی جلدی عمران کو کچھ بتا رہا تھا۔ پھر عمران نے مطمئن ہو کر سر ہلایا اور خنجر شاول کے دل کے مقام پر اتار کر اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد عمران نے کمرے سے میک اپ باکس نکالا اور اس کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ سجدہ لہو بعد وہاں عمران کی جگہ دوسرا شاول کھڑا نظر آ رہا تھا۔ شاول کا میک اپ کرنے کے بعد عمران نے دیوار پر نگا ہوا ایک بٹن دبایا تو اس کی آواز آپریشن روم میں گونجنے لگی۔

”میں جا رہا ہوں طاہر۔ اس لاش کو برقی بھٹی میں ڈال دو اور ممبروں سے مسلسل رابطہ کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ جیسے ہی ان سے رابطہ ہوا انہیں ہدایات دے دینا کہ جیسے ہی میں انہیں کال کروں وہ المرت ہو جائیں۔“ عمران نے کہا اور پھر بٹن آف کر کے وہ بلیک روم سے باہر نکل گیا سجدہ لہو بعد وہ اپنی کار میں بیٹھا دانش منزل

سے باہر جاتا دیکھائی دے رہا تھا اور بلیک زرد حیران و پریشان انداز میں اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ عمران کو روکنا چاہتا ہو مگر چلنے کے باوجود وہ عمران کو نہ روک سکتا ہو۔

ہماری جان بچائی ہے ورنہ جس انداز میں اس نے ہم پر ہم پھینکا تھا ہم فاصلے پر ہونے کی وجہ سے ہم نہیں پکڑ سکتے تھے۔“ صہدر نے اٹھ کر مسرت آمیز لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر تنور کے شانے تھپتھپانے لگا جو اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ دوسرے ممبر بھی آگے بڑھ کر تنور کو داد دینے لگے جس نے واقعی بڑی مہارت سے جھلانگ لگا کر ہم کو فضا میں کسی گیند کی طرح دلوچ لیا تھا اور پھر اسے اسی لمحے کیٹ پر کھینچ مارا تھا۔ ممبروں کی داد وصول کرتے ہوئے تنور مسکرا رہا تھا۔

”ان دوسری بلیوں کا کیا کرنا ہے۔ وہ شاید بے ہوش پڑی ہیں۔“  
چوہان نے ان کی توجہ بچ جانے والی دو کیٹس کی طرف دلاتے ہوئے کہا۔

”انہیں باندھ کر کار کی ڈگی میں بند کرو۔ ان کا تعلق واقعی ان لوگوں سے ہے جو لیبارٹری میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ ان سے ہمیں ان لوگوں کے بارے میں کافی معلومات مل سکتی ہیں۔“ صہدر نے کہا۔  
”تو کیا ہم ان سے معلومات جہاں سڑک پر حاصل کریں گے۔“  
صدیقی نے پوچھا۔

”نہیں جہاں سے دو تین فرلانگ پیچھے میں نے ایک فارم ہاؤس دیکھا تھا۔ خاصا پرانا فارم ہاؤس ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہاں کوئی نہیں ہوگا کیوں ناں ہم ان دونوں کو وہیں لے چلیں۔“ خاد نے کہا۔  
”یہ واقعی نہایت مناسب رہے گا۔ ہو سکتا ہے کیٹس سے ہمیں ایسی معلومات مل جائیں کہ لیبارٹری میں ان کے ساتھیوں نے

اس سے پہلے کہ ہم سیکرٹ سروس کے ممبروں کے قریب گرتا۔  
تنور جو دوسری کیٹ کو مار کر واپس پلٹ رہا تھا اس نے اسے ہم پھینکتے دیکھ لیا۔ اس نے دوڑ کر چانگ ایک لمبی جھلانگ لگائی اور ایک ہاتھ آگے بڑھا کر ہم کو فضا میں ہی دلوچ لیا اور پھر فضا میں ہی اس کا ہاتھ گھوما تھا اور وہی ہم اڑتا ہوا اسی کیٹ کی طرف جانے لگا جس نے ہم پھینکا تھا۔ کیٹ نے گھبرا کر ایک طرف جھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن ہم عین اس کے قریب کھڑی کار سے جانکر آیا۔ ایک کان جھاڑ دینے والا دھماکا ہوا اور کار کے ساتھ کیٹ کے بھی پر پٹے اڑ گئے۔ ممبر دھماکہ ہونے سے ایک لمحہ پیشتر زمین پر گر گئے تھے۔ ورنہ کار کے پر پٹے ان کو لگتے تو وہ یقیناً بڑی طرح سے زخمی ہو جاتے۔ کار کے چلتے ہوئے گھڑے دور دور تک جا کرے تھے۔

”ویل ڈن تنور۔ ویل ڈن۔ تم نے اپنی جان پر کھیل کر واقعی

خود کشیاں کیوں کی تھیں۔ ان کے تین آدمی ہی لیبارٹری میں تھے یا ابھی اور بھی موجود ہیں۔" سچوہان نے کہا۔

"سب سے پہلے ہمیں چیف کو کال کرنی چاہئے کیونکہ لڑائی کے دوران میری کلائی پر رسٹ واچ کی ضربیں لگی تھیں۔ ہم سب یہاں پر موجود ہیں سوائے مس جو یا کے۔ اس لئے کال یقیناً چیف ہی کر رہا ہوگا۔" صفدر نے کہا۔

"ہاں میری کلائی پر بھی ضربیں لگی تھیں۔" خاور نے کہا۔  
 "میری بھی۔" نعمانی نے کہا اور دوسرے ممبر بھی بتانے لگے کہ فرداً فرداً انہیں بھی کال موصول ہونے کا سنگٹل ملا تھا۔

"جب تو چیف سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔ نجانے کیا اہم مسئلہ ہو جو چیف ہم سب کو کال کر رہا تھا۔" صفدر نے کہا۔

"یہاں مناسب نہیں ہوگا۔ کیٹس کو اٹھا کر ہم پرانے فارم ہاؤس میں چلتے ہیں، وہاں انہیں ہوش میں لا کر ان سے بات بھی کر لیں گے اور تم چیف کو کال بھی کر لینا۔" سچوہان نے کہا اور صفدر نے اشیات میں سر ملادیا۔ دونوں کیٹس کو انہوں نے اپنی ٹائیوں سے اچھی طرح باندھ کر کار کی ڈیگی میں ڈالا اور کار میں سوار ہو کر وہ واپس مڑ گئے۔ کچھ دور واپس جانے کے بعد انہیں دائیں طرف کافی فاصلے پر ایک فارم ہاؤس نظر آگیا۔ سامنے چونکہ خود دو جھڑیوں کا طویل سلسلہ بھیلایا ہوا تھا اور وہاں اچھی خاصی ڈھلان تھی اس لئے وہ کار میں اسی فارم ہاؤس تک نہیں جاسکتے تھے۔ صفدر نے کار سڑک کے کنارے پر روک لی۔

اور پھر وہ سب کار سے اتر کر فارم ہاؤس کی طرف چل پڑے۔ تنویر اور نعمانی نے کار کی ڈیگی سے ایک ایک کیٹ کو اٹھا کر اپنی کمر بٹا دیا تھا۔ فارم ہاؤس لکڑی کا بنا ہوا تھا اور خاصا پرانا تھا۔ ساخوردہ ہونے کی وجہ سے اس کی لکڑیوں کو دیکھ لگ چکی تھی اور جگہ جگہ سے لکڑیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ ایک ٹوٹا ہوا دروازہ لگا ہوا تھا جسے کھول کر وہ اندر گئے تو وہاں گھاس پھونس اور مٹی کی تہوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

"گتا ہے یہ تو زمانے سے خالی پڑا ہوا ہے۔ ہر طرف مٹی کی تہیں جمی ہوئی ہیں۔ کیا پہلے ہم اس جگہ کی صفائی کرتے پھرں گے۔" تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے تھوڑی بہت تو ہمیں صفائی کرنی ہی پڑے گی۔ تم کیوں گھبرا رہے ہو۔ ہم سب مل کر صفائی کر لیتے ہیں تم ایک طرف کھڑے ہو کر دیکھتے رہو۔" صدیقی نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ، اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ اگر تم صفائی کر سکتے ہو تو میں کیوں نہیں کر سکتا۔" تنویر نے کہا اور وہ سب مسکرا دیئے۔ گھاس پھونس کا ڈھیر وہاں نہ جانے کس مقصد کے لئے جمع کیا گیا تھا۔ انہوں نے گھاس تھما کر ان کی دو تین ڈھیریاں لگا دیں اور کیٹس کو الگ الگ دو ڈھیروں پر ڈال دیا۔ وہ ابھی تک مکمل طور پر بے ہوش تھیں۔

"میرا خیال ہے انہیں ہوش میں لا کر ان سے پوچھ گچھ کرنے سے پہلے ہمیں چیف سے بات کر لینی چاہئے۔" صفدر نے کہا تو سب نے

اثبات میں سر ملادیتے۔ اسی وقت صفدر کی کلائی پر ضربیں لگنے لگیں۔  
 ”اوہ لگتا ہے چیف پھر کال کر رہا ہے۔ تم ہمیں رکو میں چیف سے  
 بات کر کے آتا ہوں۔“ صفدر نے کہا اور جلدی سے فارم ہاؤس کے  
 دروازے کی طرف بڑھ گیا کیونکہ وہ ایک کیٹ کو کراہ کر آنکھیں  
 کھولتے دیکھ چکا تھا۔

”اے ابھی ہاف آف کر دو۔ چیف سے بات کرنے کے بعد اس  
 سے بات کریں گے۔“ صفدر نے دروازے پر رکتے ہوئے کہا۔ تصویر  
 آگے بڑھا ہی تھا کہ اسی وقت کیٹ نے گھبرا کر زور سے زمین پر پیر مار  
 دیے۔ وہ گھاس پر اس انداز میں بڑی تھی کہ اس کے پیر زمین پر ہی  
 تھے۔ پیر بندھے ہوئے تھے اس لئے اس کے دونوں پیر زمین سے  
 نکلے ہوئے تھے۔ ایک زوردار دھماکا ہوا اور سیکرٹ سروس کے ممبروں  
 کے جسموں پر خون اور گوشت کے لوتھروں کی بارش ہو گئی۔ ساتھ ہی  
 تیز بدبو کا بھجھکانا ان کے نتھنوں سے نکلا تھا اور انہیں وہاں موجود ہر  
 چیز تیزی سے گھومتی ہوئی دکھائی دینے لگی اور وہ کئے ہوئے شہتیروں کی  
 طرح گرتے چلے گئے۔ سب سے پہلے صفدر کو ہوش آیا تھا۔ ہوش میں  
 آتے ہی اسے محسوس ہوا جیسے اس کے ہاتھ پیر بری طرح سے بندھے  
 ہوئے ہوں۔ اس نے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ واقعی  
 بندھا ہوا گھاس پر پڑا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سلسلے گہری تاریکی  
 چھائی ہوئی تھی۔ اس نے آنکھیں جھپکا جھپکا کر دیکھنے کی کوشش کی  
 لیکن اندھیرے میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ گھاس پر بڑے

ہونے اور وہاں گھاس پھوس کی مخصوص بو سے اسے اندازہ ضرور ہو  
 گیا تھا کہ وہ اسی فارم ہاؤس میں پڑا ہے۔ پچھلا منظر کسی فلم کی طرح  
 اس کے ذہن پر چلنے لگا۔ جب اسے کلائی پر ضربیں محسوس ہوئیں اور وہ  
 باہر جانے ہی لگا تھا کہ دو میں سے ایک کیٹ کو ہوش آ گیا تھا۔ اس  
 کے حکم پر تصویر اسے دوبارہ بے ہوش کرنے کے لئے کیٹ کی طرف  
 بڑھا ہی تھا کہ اسی لمحے کیٹ نے بو کھلا کر اپنے دونوں پیر زمین پر دے  
 مارے تھے۔ اس کے پیروں میں ہیل والی سینڈلین تھیں۔ جیسے ہی  
 سینڈل زمین سے ٹکرائیں اچانک ایک زوردار دھماکا ہوا اور انہیں  
 یوں لگا جیسے ان پر اچانک خون کی بارش ہو گئی ہو اور ساتھ ہی ایک  
 تیز اور نامانوس سی بو نے ان کے دماغوں کو چکر کر رکھ دیا تھا اور وہ  
 بے ہوش ہو گئے تھے۔

اس وقت جب اسے ہوش آیا تو نہ صرف اس کی آنکھوں کے  
 سامنے اندھیرا پھیلا ہوا تھا بلکہ اس کے ہاتھ پیر بھی بری طرح سے  
 بندھے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ کافی درجے پر ہوش بڑا رہا  
 تھا۔ لیکن اگر واقعی اس کیٹ نے ہی انہیں بے ہوشی کے عالم میں  
 باندھا تھا تو اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔ ان کے مطابق وہ ان سب کی  
 جانوں کی دشمن تھیں اور انہیں ہر صورت میں ہلاک کرنا چاہتی  
 تھیں۔ پھر موقع کا فائدہ اٹھا کر اس نے ایسا کیوں نہیں کیا اور اس  
 کیٹ کے سینڈل زمین پر مارنے، دھماکا ہونے اور ان پر ہونے والی  
 خون کی بارش کیا تھی۔ صفدر نے واضح طور پر اس کیٹ کے جسم کو ہم

سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اب وہ کہاں ہوگی یہ بھی نہیں ہے۔“ صفدر کہتا چلا گیا۔

”کیٹ ون ہمیں موجود ہے۔“ اچانک انہوں نے کیٹ کی تیز اور غراہٹ بھری آواز سنی اور وہ سب بری طرح سے چونک پڑے۔

”تم نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا ہے کہ جب کیٹ نو نے سینڈلیں زمین پر مار کر خود کو ہلاک اور ہمیں بے ہوش کیا تھا تو مجھے ہوش آگیا تھا۔ تم نے جس انداز میں مجھے باندھ رکھا تھا ان بندشوں سے خود کو آزاد کرنا میرے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ میں چاہتی تو واقعی تمہیں آسانی کے ساتھ ہلاک کر سکتی تھی۔ لیکن کیٹس بے بس پر کبھی وار نہیں کرتیں۔ مجھے تم لوگوں کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ تاکہ ہوش میں آکر تم اپنی آنکھوں سے اپنا موت کا نظارہ دیکھ سکو۔“ کیٹ ون نے انتہائی خوفناک لہجے میں کہا۔

”ہونہ، اگر تم بے بس پر وار نہیں کرتیں تو پھر تم نے ہمیں باندھا کیوں ہوا ہے۔ ہمیں مارنا ہے تو ہمارا مقابلہ کر دیا تو تم ہمیں مار ڈالو یا پھر ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔“ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم لوگ ہماری توقع سے زیادہ خطرناک ہو۔ تم لوگوں نے جس انداز میں ہمارے ساتھ فاسٹ کی تھی واقعی اس انداز میں ہمیں پہلے کبھی کسی سے لڑنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ جہاڑی وجہ سے میری ساتھی کیٹ نو اور کیٹ تھری ہلاک ہو گئی ہیں۔ تم بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین اور چالاک بھی ہو۔ اگر میں جہاڑی بندشوں سے خود

کی طرح پھٹنے دیکھا تھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے اس نے عمران کے جسم کو دھماکے سے پھٹنے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا۔

اس وقت اسے کسی کے تیز سانس لینے کی آواز سنائی دی۔

”اوہ، یہ میں بندھا ہوا کیوں ہوں اور یہ۔۔۔ یہ یہاں اس قدر اندھیرا کیوں چھایا ہوا ہے۔“ اسے تنویر کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔ وہ شاید صفدر کے قریب ہی پڑا تھا اور اسے بھی ہوش آگیا تھا۔ اس کے بعد اسے اسی طرح نعمانی، چوہان، صدیقی اور پھر خاور کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ سب کے سب بندھے ہوئے تھے اور اندھیرے پر حیرانی ظاہر کر رہے تھے۔

”یہ اسی کیٹ کی کارستانی ہے۔ اسی نے ہم سب کو یہاں باندھا ہوگا۔ مگر وہ خود کہاں گئی ہوگی۔ کیٹس تو ہمیں ہلاک کرنا چاہتی تھیں۔“ خاور نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”اسی بات پر میں بھی حیران ہو رہا ہوں۔ ہمارے مقابلے تین کیٹس آئی تھیں۔ ایک کو تنویر نے اسی کا پیچھا ہوا ہم مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ دوسری نے ہم سب کی موجودگی میں اپنی سینڈلیں زمین پر ماری تھیں جس کی وجہ سے اس کا جسم ہم کی طرح پھٹ گیا تھا اور ہم تیز اور نامانوس سی بو کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ اب ایک کیٹ زندہ تھی اسے بھی شاید ہوش آگیا تھا۔ اس نے کسی طرح اپنی بندشیں کھول لی ہوں گی اور ہمیں بے ہوش پا کر باندھ دیا ہوگا۔ ہمارے پاس ہتھیار تھے۔ وہ ان ہتھیاروں سے ہمیں آسانی سے ختم کر

کی طرح راہ کو اسکتی تو تم ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔ خود کو آزاد کرو اور اسے سرنے سے بچالو۔ میں تمہیں زندہ رہنے کے لئے ایک چانس بہر حال ضرور دوں گی۔ تمہیں گولیاں مار کر ختم نہیں کروں گا۔ یہ فارم ہاؤس لکڑی کا ہے اور اس کے اندر گھاس پھوس بھرا ہوا ہے۔ میں باہر لکڑیوں کو آگ لگا دوں گی۔ گھاس پھوس جہاں درمیانی حصے میں ہے۔ اگر کوئی جنگاری یا لکڑی کا جلتا ہوا ٹکڑا تیز ہوا کی وجہ سے جہاں نہ گرا تو تمہیں اپنی جان بچانے کا کچھ وقت ضرور مل جائے گا۔" کیٹ ون نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ آگ لگنے کا سن کر ان سب کے چہروں پر تشویش کے سائے ابھر آئے تھے۔

"اوہ اگر اس نے سچ سچ کہاں آگ لگا دی تو ہم جہاں زندہ جل جائیں گے۔ کبھت نے اس مضبوطی سے باندھ رکھا ہے کہ کسی طرح بندشیں ڈھیلی پڑنے کا نام نہیں لے رہیں۔ سوہان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے انہیں تھڑا ہٹ کی آواز آئی اور پھر انہوں نے فارم ہاؤس کے باہر آگ کے شعلے بھڑکے دیکھے۔ چند لمحوں بعد دوسری دیوار کے پاس فائرنگ ہوئی اور وہاں بھی آگ لگ گئی۔ کیٹ ون نے فارم ہاؤس کے باہر جا کر چاروں طرف فائرنگ کر کے خشک جھاڑیوں میں آگ لگا دی تھی جو تیزی سے بھڑکتی جا رہی تھی۔ آگ لکڑی میں موجود درزوں سے تیز ہوتی ہوئی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ وہ خود کو رسیوں سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہے تھے مگر کیٹ ون نے رسیاں یا شاید ان کی ٹائیوں کو پیٹ کر اس انداز میں

انہیں باندھ دیا تھا کہ اس کی گرہیں کسی طرح ڈھیلی پڑنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں اور فارم ہاؤس کے گرد آگ تیزی سے پھیلی جا رہی تھی۔ سبھاں تک کہ فارم ہاؤس کی دیواروں کی لکڑیوں نے بھی آگ پکڑ لی تھی اور خشک لکڑیوں نے دھڑا دھڑ جلتا شروع کر دیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے فارم ہاؤس کو آگ نے مکمل طور پر اپنی پیٹ میں لے لیا اور رات کے اندھیرے میں آگ کے شعلے بلند ہوتے چلے گئے۔

دور کھڑی کیٹ ون نے فارم ہاؤس کو مکمل طور پر آگ کی پیٹ میں آتے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ آگئی۔ اب اگر سیکرٹ سروس کے ممبر خود کو بندشوں سے آزاد بھی کر دیتے تب بھی وہ آگ کے اس الاؤ سے کسی بھی طرح باہر نہیں آ سکتے تھے۔ اور اب تک فارم ہاؤس میں موجود گھاس پھوس نے بھی یقیناً آگ پکڑ لی ہو گی اور اب پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر جل کر روست ہو رہے ہوں گے۔ کیٹ ون نے سوچا اور پھر مسکراتی ہوئی وہ مڑ کر سڑک کی جانب بڑھتی چلی گئی۔

کھول کر اس میں موجود کمپیوٹر چپ کو غور سے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہی کان کے پاس جا کر بیٹھو۔ کیٹس کے بارے میں اگر کوئی رپورٹ موصول ہو تو مجھے بتانا"۔ سنگ ہی نے سر ملاتے ہوئے کہا اور شاول سر ملاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جانے کے بعد سنگ ہی ڈبیہ کو لے کر اٹھا اور اس نے وارڈ روپ سے ایک چھوٹا سا بریف کیس نکالا اور اسے میز پر رکھ کر کھول لیا۔ وہ بریف کیس کم جدید سب ٹاپ کمپیوٹر تھا۔ سنگ ہی نے ایک بٹن دبا کر کمپیوٹر کی سکرین آن کی اور ایک خانہ کھول کر اس میں ایک مخصوص جگہ پر چپ کو فٹس کر دیا۔ سکرین پر ہیرس سی پھیل گئیں۔ پھر اس پر تیزی سے فگرز بدلتے گئے اور پھر ایک طرف ایک نقشہ ابھر آیا۔ سنگ ہی کی انگلیاں کی بورڈ پر چلنے لگیں۔ اس کی نظریں فگرز اور نقشے پر جمی ہوئی تھیں۔ نقشہ تیزی سے پھیل رہا تھا۔ پھر نقشہ پوری طرح سکرین پر پھیل گیا اور سکرین پر شوگر ان کے دارالحکومت کے گرد ایک سرخ دائرہ سا سپارک کرنے لگا جبکہ پاکیشیا دارالحکومت کے ایک مقام سے ایک سفید لکیر کر اس کرتی ہوئی اس دائرے کی طرف جا رہی تھی۔ سنگ ہی نے جیب سے ایک ڈائری نکالی اور دائرے میں لکھے ہوئے نمبروں کے ساتھ نقشے کے دائیں طرف موجود نمبروں کو ٹیلی کرنے لگا۔ تمام نمبر ملا کر اس نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور کمپیوٹر کے خانے سے چپ نکال کر دوبارہ ڈبیہ میں ڈالی اور ڈبیہ کو بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔ پھر بریف کیس مٹا کمپیوٹر کو آف کر کے

"شاول۔ یہ تمہارے آنے کا وقت ہے۔ اتنی دیر کہاں لگا دی تم نے۔" شاول کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر سنگ ہی نے اس کی جانب غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا جب بے حد کراہت تھا۔

"باس ایک تو میری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ دوسرے اس پسماندہ ملک کی ٹریفک کا نظام اس قدر خراب ہے۔ ایک بار کہیں گاڑی پھنس جائے تو گھنٹہ گھنٹہ ضائع ہو جاتا ہے۔" شاول نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہو نہ ہو کام کا کیا ہوا"۔ سنگ ہی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ "کام ہو گیا ہے باس۔ یہ لیجئے مادام نے ٹیکٹ دیا ہے۔ دوسرا ٹیکٹ لے کر وہ شام کو خود آئیں گی۔" شاول نے ایک ڈبیہ سنگ ہی کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ سنگ ہی نے ڈبیہ اٹھائی اور اسے



آیا۔

اس بار ہمیں خفیہ ذرائع سے معلومات ملیں کہ پاکیشیا دنیا کا سب سے طاقتور اور انتہائی تیز رفتار میزائل تیار کر رہا ہے۔ اس میزائل کی تیاری میں پاکیشیا مکمل طور پر اپنے اخراجات اور اپنے ذرائع سے کام لے رہا ہے اور تیز رفتار میزائل جسے سپر سیڈ یا ایس ایس میزائل کا نام دیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک کے میزائلوں سے زیادہ تیز رفتار اور تباہ کن ہوگا۔ جس پر زیرو لینڈ کو تشویش لاحق ہو گئی ہے۔ ہماری اطلاع کے مطابق پاکیشیا ایس ایس میزائل تیار کر چکا تھا۔ یہ خبر ایبارٹری میں موجود ایک ایسے شخص سے ملی تھی جو شراب اور حسین عورتوں کا رسیا تھا۔ اکثر ہوٹلوں اور کلبوں میں پایا جاتا تھا۔ زیرو لینڈ سے مادام تھریسیا کی فروسیا نامی خالہ زاد بہن پاکیشیا زیرو لینڈ کے ایک باغی کو تلاش کرنے کے لئے آئی ہوئی تھی۔ اس نے اس غدار کو نہ صرف تلاش کر لیا تھا بلکہ اسے ہلاک کرنے میں بھی کامیاب ہو گئی تھی۔ ایک بار میں وہ اکیلی۔ پتھی شراب پی رہی تھی کہ وہاں ایس ایس ایم ایبارٹری میں کام کرنے والا خاص آدمی پہنچ گیا اور شراب کے نشے میں دھت وہ مادام فروسیا پر سر مٹا۔ وہ شخص خاصا وجہہ اور نوجوان تھے جسے مادام فروسیا نے بھی پسند کر لیا اور وہاں ان دونوں میں گہرے مراسم استوار ہو گئے۔ دونوں ایک دوسرے سے اسی بار میں ملنے لگے اور بڑے بڑے ہوٹلوں میں ان کی راتیں گزرنے لگیں۔ ایک روز مادام فروسیا کے پوچھنے پر اس نوجوان نے خود ہی اسے بتا دیا کہ وہ

بریف کس بند کیا اور اسے دوبارہ میز کے نیچے رکھ دیا۔ چند لمحے وہ بیٹھا سوچتا رہا پھر اس نے انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔  
"یس باس"۔ دوسری طرف سے جی کان کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"شاول کو اندر بھیجیے۔" سنگ ہی نے حکمانہ لہجے میں کہا اور بٹن دبا کر انٹرکام بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور شاول اندر آگیا۔  
"یس باس"۔ شاول نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔  
"ہاں شاول آؤ بیٹھو۔ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"  
سنگ ہی نے چونک کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور شاول سر ملا کر اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"شاول ابھی تھوڑی دیر پہلے میری بیڈ کوارٹر میں گرینڈ ماسٹر سے بات ہوئی تھی۔ زیرو لینڈ کا اس بار پاکیشیا کے خلاف منصوبہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس بار زیرو لینڈ نے پاکیشیا کو گھناؤنے انداز میں پوری دنیا کے سامنے ذلیل کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ خاص طور پر پاکیشیا کے تعلقات شوکران کے ساتھ جس قدر مضبوط اور مربوط ہیں اور شوکران آئے دن پاکیشیا کے مفادات کے لئے جو اقدام کرتا رہتا ہے اس سے پاکیشیا کی معیشت اور اقتصادیات کو جو استحکام مل رہا ہے اس سے خاص طور پر زیرو لینڈ ناالاں ہے۔ ہر طریقے سے ہر ذریعے سے پاکیشیا اور شوکران کے اس مربوط تعلق کو ختم کرنے کی پلاننگ پر عمل کیا جاتا رہا لیکن ہر بار ہمیں سوائے ناکامی کے اور کچھ ہاتھ نہیں

ایک بہت بڑے سائنس دان ڈاکٹر عبدالباسط کا اسسٹنٹ ہے اور ان دنوں وہ پاکیشیا کی انتہائی خفیہ لیبارٹری میں کام کر رہا ہے۔ جہاں ایک ایسا تیز ترین اور خوفناک میزائل بنایا جا رہا ہے جو اگر تیار ہو گیا تو اس کے سسٹے ساری دنیا کے میزائلوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہ جائے گی۔ اس کی بات سن کر مادام فروسیا چونک اٹھی۔ وہ زیرو لینڈ کی خیر خواہ تھی۔ بھلا یہ خبر اس کے لئے کیسے غیر اہم ہو سکتی تھی کہ پاکیشیا جیسا ملک دنیا کا سب سے طاقتور اور تیز ترین میزائل خفیہ طور پر بنا رہا ہے۔ اس نے کرید کرید کر اس سے میزائل اور میزائل لیبارٹری کے بارے میں پوچھ لیا۔ پھر مادام فروسیا نے جب ایس ایس ایم پراجیکٹ کے بارے میں ہڈ کو ارنر پورٹ دی تو زیرو لینڈ میں تشویش کی ہر دوڑ لگی۔ فوری طور پر مادام فروسیا کو ہدایات دی گئیں کہ وہ کسی بھی طرح اس نوجوان سے لیبارٹری اور میزائل کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ مگر ان دنوں میزائل تیاری کے آخری مراحل میں تھا اس لئے ڈاکٹر عبدالباسط کے اسسٹنٹ کاشف مرزا کا لیبارٹری سے نکلنا مفقود ہو گیا۔

زیرو لینڈ نے فوری طور پر اپنے تین آدمی تیار کئے اور انہیں پاکیشیا روانہ کر دیا تاکہ وہ کسی طرح لیبارٹری میں گھسنے کی کوشش کریں۔ ان بھینٹوں کو مادام فروسیا نے تمام بریفنگ دے دی تھی کہ لیبارٹری کہاں واقع ہے اور کاشف مرزا سے حاصل کردہ معلومات بھی انہیں بتا دیں۔ ان تینوں افراد نے پاکیشیا میں لیبارٹری میں خام مال اور خاص

طور پر فوڈ سپلائی کرنے والے بھینٹوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ پاکیشیا کے دارالحکومت سے ایک بام روز ہوٹل کا پتہ چلا لیا گیا جو لیبارٹری میں فوڈ سپلائی کرتا تھا۔ فوڈ سپلائی ہر تیسرے روز بند ڈبوں کی شکل میں کی جاتی تھی اور جو وین جاتی تھی اس کے لئے لیبارٹری میں ایک الگ اور خاص راستہ بنایا گیا تھا۔ ہمارے آدمی اس وین میں چھپ کر لیبارٹری کے ایک مخصوص ایریے میں داخل ہو گئے اور پھر شب و روز کی محنت کے بعد آخر کار وہ مین لیبارٹری میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

اس طرح ہمیں وہ لیبارٹری سے خفیہ طور پر خبریں دینے لگے۔ پہلے ہمارا ارادہ تھا کہ اس لیبارٹری کو مع میزائل سمیت اڑا دیا جائے مگر اس سلسلے میں جب ہم نے انہیں مشورہ دیا کہ کیوں نہ ہم پاکیشیا کے میزائل اور لیبارٹری کو تباہ کرنے سے پہلے پاکیشیا کے ساتھ شوگر ان کے تعلقات کو بھی ایک بار پھر ختم کرنے کی کوشش کریں۔ تو ہم پر سخت تنقید کی گئی اور کہا گیا کہ ہم پاکیشیا سیکرٹ سروس اور خاص طور پر علی عمران کے ہوتے ہوئے کسی صورت میں اپنے منصوبے کو عملی جامہ نہیں پہنا سکیں گے۔ مگر پھر زیرو لینڈ کے بڑوں نے ہمیں اس منصوبے پر کام کرنے کی اجازت دے دی۔

اپنے منصوبے کو عملی شکل دینے کے لئے میں نے اور مادام تھریسیا نے زیرو لینڈ کے سب سے بڑے میزائل ماسٹر کنٹرل بلیک سے رابطہ کیا اور اسے اپنے منصوبے کی تفصیلات بتا دیں۔ کنٹرل بلیک نے

ہمارا ساتھ دینے کی حامی بھر لی اور ہم پاکیشیا پہنچ گئے۔ ادھر لیبارٹری میں ہمارے آدمیوں کو ایک بار ٹرانسمیٹر کال کرتے ہوئے پکڑ لیا گیا۔ اس نے گرفت میں آنے سے پہلے داتوں میں رکھا ہوا زہریلا کیپسول چبا کر خود کشی کر لی۔ اس کی برسرِ ارموت کی خبر جب عمران کو ملی تو وہ فوری طور پر لیبارٹری پہنچ گیا اور اس نے باقی دو افراد کا بھی پتہ چلایا کہ وہ لیبارٹری میں غیر متعلقہ ہیں۔ لہذا انہوں نے بھی زہریلے کیپسول چبا کر خود کشی کر لی۔ جس سے ان تینوں کی شخصیت چھپ گئی کہ وہ کون تھے اور ان کا تعلق کس ملک سے تھا۔ ان تین آدمیوں میں شارن نامی ایک آدمی کر نل بلیک کا چھوٹا بھائی تھا۔ کر نل بلیک کو جب معلوم ہوا کہ اس کے بھائی نے عمران کی وجہ سے خود کشی کر لی ہے تو اسے عمران پر شدید غصہ آیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ جس طرح بھی بن پڑے گا سب سے پہلے علی عمران کا خاتمہ کر کے اس سے لپٹے بھائی شارن کی موت کا بدلہ لے گا۔ اس نے نہایت خاموشی سے یہاں پر موجود انفارمیشن دینے والی مجرم تنظیموں سے علی عمران کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنا شروع کر دیں اور پھر وہ علی عمران کے فلیٹ کے سامنے موجود ایک بلڈنگ میں ایک فلیٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر اس نے علی عمران کو اپنی جدید ترین ایجاد کر سٹل بلسٹ کا شکار بنا کر اس کے جسم کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ بعد میں ہم نے علی عمران کے بارے میں تحقیقات کروائیں تو ہمیں اس بات کی بھی تصدیق ہو گئی کہ کر نل بلیک واقعی علی عمران کا خاتمہ کرنے

میں کامیاب ہو گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میرے اور خاص طور پر تحریریا کے ذہن میں شک تھا کہ علی عمران اس آسانی سے اگر ہلاک ہونے والوں میں سے ہوتا تو وہ اب تک سینکڑوں بار مر چکا ہوتا۔ علی عمران کی تلاش اور یہاں کی سیکرٹ سروس جو کسی بھی طرح عمران سے کم خطرناک نہ تھی کی ہلاکت کے لئے زیرِ ولینڈ سے ہم نے کیٹس گروپ کو بلوا لیا۔ کیٹس گروپ کو علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں تمام تفصیلات بتلا دی گئیں اور وہ ان کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں۔ مجھے اور تحریریا کو یقین ہے کہ کیٹس گروپ کا تعلق ان خطرناک لڑکیوں میں سے ہے جو ایک بار اپنے شکار کے پیچھے پڑ جائیں تو اسے ہر حال میں قبر تک پہنچا کر دم لیتی ہیں اور مجھے یقین ہے وہ لپٹے مشن میں ضرور کامیاب ہوں گی۔ پھر کر نل بلیک..... ابھی سنگ ہی نے استہای کہا تھا کہ اسی وقت میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور سنگ ہی خاموش ہو گیا۔ شاول کے روپ میں عمران جو خاموشی سے سنگ ہی کا پلان سنتے ہوئے اندر ہی اندر سلگ رہا تھا ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی وجہ سے پریشان ہو گیا۔ سنگ ہی نے پاکیشیا کے خلاف جو گھنڈاؤنی سازش کا جال بنا تھا وہ واقعی بے حد خطرناک اور پاکیشیا کے لئے شدید ترین نقصان کا باعث بن سکتا تھا۔ عمران سنگ ہی کا یہ منصوبہ کپیوٹر چپ پروگرامنگ دیکھ کر کھٹے ہی جان چکا تھا کہ وہ پاکیشیا اور شوگر ان کے خلاف کیا قدم اٹھانے جا رہا ہے جس سے پاکیشیا اور شوگر ان کے تعلقات کو شدید ترین نقصان

لئے پوری قوت سے پاکیشیا پر حملہ کر کے پاکیشیا کا وجود تک اس ان کھس سے مٹا دے گا۔ شوگر ان کے دارالحکومت پر میزائل گرانے کے جرم میں ساری دنیا کی نظروں میں پاکیشیا کو ہی قصور وار ٹھہرایا جائے گا۔ اس طرح ہمارا پاکیشیا کو برسوں سے مٹانے کا خواب حقیقت بن جائے گا۔" سنگ ہی نے فاخرانہ لہجے میں کہا اور عمران کا دل چاہا کہ وہ اٹھ کر ہمیں اس درندہ صفت اور سفاک سنگ ہی کی گردن دبوچ دے جو پاکیشیا اور پاکیشیا کی عوام کے خاتمے کا کس قدر لطف لے لے کر اسے اپنا پلان سنارہا تھا۔

"آپ نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے باس۔ ہم اس چپ کو وہاں کیسے پہنچائیں گے اور آپ نے کہا تھا کہ ہم نے اس لیبارٹری پر قبضہ بھی کرنا ہے۔ کیا اب ایسا ہونا ممکن ہے جبکہ ہمارے تین آدمی وہاں سے پکڑے جا چکے ہیں۔ کیا ان کا سیکورٹی نظام اور زیادہ سخت نہیں ہو گیا ہو گا۔" عمران نے شاذل کے لہجے میں سنگ ہی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"اس سلسلے میں ہمارا کام پورا ہونے ہی والا ہے۔ کرنل بلیک لیبارٹری میں پہنچ گیا ہے۔ اس کی موجودگی میں اب ہمیں اس لیبارٹری میں داخل ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔" سنگ ہی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر عمران بھونچکا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں مارے حیرت سے پھیلی چلی گئیں۔

"کرنل بلیک ایس ایس ایم لیبارٹری میں پہنچ چکے ہیں۔ لیکن

پہنچ سکتا تھا۔ سنگ ہی ٹیلی فون پر کسی سے بات کرتے ہوئے ہوں ہاں کر رہا تھا اور اس کے ہجرے پر کبھی پریشانی اور کبھی خوشی کے طے طے اثرات ابھر اور مٹ رہے تھے۔ وہ چند لمحے باتیں کرتا رہا پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم اب ہمیں آجاؤ۔ جہاز کا کام ختم ہو گیا ہے۔" اس نے کہا اور دوسری طرف اس کو ٹھکی کا پتہ بتانے لگا پھر اس نے طویل سانس لیتے ہوئے فون کریڈل پر رکھ دیا۔ عمران اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"منصوبے کے تحت ہماری یہ کمپیوٹرڈسک پاکیشیا کی ایس ایس ایم لیبارٹری کے ماسٹر کمپیوٹر کی چپ سے تبدیل کر دی جائے گی اور جس میزائل کو تجرباتی طور پر فائر ہونا ہے اس میں ہم وار ہیڈ لگا کر اور اس پر کام کر کے اسے اصل میزائل میں تبدیل کر دیں گے۔ اسی طرح لیبارٹری میں موجود ماسٹر کمپیوٹر میں جو پروگرامنگ کی گئی ہے وہ ایک مخصوص ایریے تک محدود کی گئی ہے۔ لیکن ہم نے اس چپ میں پروگرامنگ کی ہے اس کی وجہ سے میزائل اصل ہدف سے ہٹ کر شوگر ان کے دارالحکومت تک مار کرے گا اور وہاں جب میزائل وار ہیڈ لے کر گرے گا تو اس سے شوگر ان کے دارالحکومت کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ پاکیشیا کے اس اقدام کا ظاہر ہے شوگر ان سختی سے نوٹس لے گا۔ اس کے نہ صرف پاکیشیا سے تعلقات کا خاتمہ ہو جائے گا بلکہ شوگر ان پاکیشیا کا سب سے بڑا دشمن بن جائے گا اور بدلہ لینے کے

بانتھ لے لیسے۔ کیا اس لیبارٹری میں داخل ہونا اتنا ہی آسان ہے کہ نہ صرف کرنل بلیک وہاں پہنچ گئے ہیں بلکہ ہم بھی آسانی کے ساتھ لیبارٹری میں داخل ہو سکتے ہیں۔“ عمران نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے بوجھا۔ انداز اس نے شاول کا ہی اپنا تھا لیکن سنگ ہی کی یہ بات کہ کرنل بلیک لیبارٹری میں داخل ہو چکا ہے عمران کے لئے دھماکے سے کم نہیں تھی۔ عمران کی بات سن کر سنگ ہی ہنس پڑا جیسے وہ عمران کی کم عقلی کا مذاق اڑا رہا ہو۔ پھر اس نے تفصیل کے ساتھ عمران کو بتا دیا کہ لیبارٹری میں داخل ہونے کے لئے کرنل بلیک نے کیا راستہ اختیار کیا تھا۔ کرنل بلیک کی ذہانت اور اس کی ہنرمندی پر عمران دل میں عش عش کر اٹھا تھا۔ واقعی ایس ایس ایم لیبارٹری میں داخل ہونے کا جو کرنل بلیک نے راستہ اپنایا تھا اس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سنگ ہی، تھریسیا اور کرنل بلیک جیسے لوگ واقعی ذہانت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ساتھ ہی عمران کو ڈاکٹر عبد الباسط کے اسسٹنٹ ڈاکٹر کاشف مرزا کی ہلاکت کا بھی سخت دکھ ہوا تھا کیونکہ وہ ڈاکٹر کاشف مرزا کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ وہ ایک بے حد محنتی، ایماندار اور انتہائی ذہین نوجوان تھا جو کرنل بلیک کا شکار ہو گیا تھا۔

”میرا جہیں یہ سب کچھ بتانے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اب جہیں ہمارے ساتھ کام کرنا ہے۔ تم ہو نل کنگ میں جاؤ اور وائٹ کنگ سے مل کر ایسے آدمی تیار کرو جنہیں ہم نے لیبارٹری میں لے

جانا ہے۔ اس کے علاوہ لیبارٹری کے باہر جو کمانڈوز تعینات ہیں ان کو بھی ہٹا کر ان کی جگہ ہم نے اپنے آدمی تعینات کرنے ہیں۔ کل صبح میں جہیں لیبارٹری کا نقشہ مہیا کر دوں گا کہ لیبارٹری کس جگہ ہے اور کمانڈوز کہاں کہاں تعینات ہیں۔ کرنل بلیک لیبارٹری میں کام کرنے والوں کی فہرست اور ٹیلی سکرین سے باہر موجود کمانڈوز کی پوزیشنوں کے بارے میں جہیں رپورٹ دے دے گا۔ اس کے بعد جو کچھ کرنا ہو گا وہ جہیں کرنا ہو گا۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو ناں۔“ سنگ ہی نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یس باس اچھی طرح سے سمجھ رہا ہوں۔“ عمران نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔ کیونکہ سنگ ہی اسے جو ذمہ داری سونپ رہا تھا وہ انتہائی اہمیت کی حامل تھی۔ یہ تو واقعی قدرت اس کا ساتھ دے رہی تھی جو اس کے ہاتھ شاول جیسا انسان آگیا۔ اگر عمران شاول کی جگہ نہ لے لیتا تو ایک تو وہ اس بات سے بے خبر رہتا کہ کرنل بلیک لیبارٹری میں داخل ہو چکا ہے اور دوسرے لیبارٹری پر قبضہ کرنے اور وہاں سنگ ہی کے آدمیوں کو پہنچانے کے علاوہ لیبارٹری کی حفاظت کرنے والے کمانڈوز کو بھی لامحالہ ہلاک کر دیا جاتا اور لیبارٹری مکمل طور پر ان کے قبضے میں چلی جاتی۔ اس طرح عمران کو واقعی سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ لیکن اب عمران کے لئے بے حد آسانی ہو گئی تھی وہ اب بہت کچھ کر سکتا تھا۔ سنگ ہی کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ وہ جس شاول کو اپنا معتمد سمجھ رہا

ہے وہ اس کا دشمن منبر ایک علی عمران ہے۔ اگر اسے اس پر ذرا سا بھی شک ہو جاتا تو عمران کی موت یقینی ہو جاتی۔ اس کو ٹھی میں جس قدر حفاظتی نظام بنایا گیا تھا اور جس قدر خطرناک بد معاش موجود تھے ان سے اکیلے نکرانا یقیناً عمران کے لئے بھی نقصان کا باعث بن سکتا تھا۔ سنگ ہی بھی اس کے ہاتھ سے نکل جاتا اور تھریسا بھی۔ اس کے علاوہ لیبار نری میں موجود کرنل بلیک سے بھی کوئی بعید نہ تھا کہ وہ پوری لیبار نری کو ہی اڑا ڈالتا۔ اس لئے عمران نے ان پر ہاتھ ڈالنے کے لئے ایک انوکھا پلان بنایا تھا۔ اس کے جال میں آکر سنگ ہی، تھریسا اور کرنل بلیک جیسے مجرم زخمی پرندوں کی طرح چھوڑا کر رہ جاتے۔

سنگ ہی عمران کو شاذل سمجھ کر ہدایات دیتا رہا پھر اچانک فون کی گھنٹی بجی اور اس نے رسیور اٹھایا۔

”سنگ ہی“۔ سنگ ہی نے اپنے مخصوص سبے میں کہا۔

”کیٹ ون بول رہی ہوں باس“۔ دوسری جانب سے ایک لڑکی کی آواز سنائی دی اور سنگ ہی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے ٹیلی فون کا لاؤڈر بن آن کر دیا تاکہ شاذل بھی سن لے کہ کیٹ ون نے کس لئے فون کیا ہے۔

”یس کیٹ ون کیا رپورٹ ہے“۔ سنگ ہی نے اپنی مخصوص غرابٹ بھری آواز میں کہا۔

”سیکریٹ سروس کے تمام ممبروں کو میں نے آگ میں زندہ جلادیا ہے باس۔ اس وقت ان کی ہڈیاں بھی جل کر یقینی طور پر راکھ ہو چکی

ہوں گی“۔ کیٹ ون نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کی بات سن کر سنگ ہی کا چہرہ فرط مسرت سے کھل اٹھا جبکہ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اسے کسی نے اٹھا کر پوری قوت سے زمین پر پٹخ دیا ہو۔ سردی کی ایک تیز بہر اس کی ریزھ کی ہڈی تک سرایت کر گئی تھی۔

”اوہ، ویری گڈ۔ لیکن یہ سب کیسے ہوا۔ سیکریٹ سروس کے ممبر ہمارے ہاتھ کیسے لگے اور دوسری کیٹس کہاں ہیں“۔ سنگ ہی نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

”کیٹ نو اور کیٹ تھری تو ہلاک ہو چکی ہیں باس۔ کیٹ نو کو سیکریٹ سروس کے ممبروں نے مارا ہے۔ جبکہ کیٹ تھری نے سینڈل میں چھپی کر سٹل بلٹ سے خود کو ہلاک کیا تھا۔ کیٹ فور ہم سے الگ ہو گئی تھی۔ وہ علی عمران کی تلاش میں گئی تھی۔ وہ کہاں ہے اس کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں“۔ کیٹ ون نے کہا اور پھر وہ سنگ ہی کو بتانے لگی کہ انہوں نے کس طرح سیکریٹ سروس کے ممبروں کو گھیرا تھا اور ان کے درمیان کس قدر خطرناک فائنٹ ہوئی تھی اور کس طرح ایک پرانے فارم ہاؤس میں لے جا کر انہوں نے انہیں باندھ دیا تھا۔ اس سے پہلے کیٹ نو نے خود کشی کرتے ہوئے وہاں بے ہوش کر دینے والی گیس پھیلایا ممبروں کو کس طرح بے ہوش کر دیا تھا۔ کس طرح اسے ہوش آیا اور اس نے بے ہوش ممبروں کو باندھ کر انہیں فارم ہاؤس میں قید کر کے فارم ہاؤس میں آگ لگا دی

تھی۔ اس کی تفصیلات سن کر سنگ ہی کاہرہ جوش اور مسرت سے کھلتا جا رہا تھا لیکن عمران کا دل اندر ہی اندر پھٹتا جا رہا تھا۔ جس لحاظ سے کیٹ ون سمبروں کو قید کر کے فارم ہاؤس کو آگ لگا کر نکلی تھی سیکرٹ سروس کے سمبروں کا فارم ہاؤس میں جل کر ہلاک ہو جانا یقینی تھا۔ اس وقت عمران سنگ ہی اور کیٹ ون پر غصہ کرنے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔

کیٹ ون نے آگ فارم ہاؤس کے باہر تھانڈیوں میں لگائی ہے صفدر اور اب آگ نے فارم ہاؤس کی لکڑیوں کو بھی پکڑ لیا ہے۔ خشک لکڑیوں کی ایک بھی چنگاری اگر یہاں آگری تو ہم سب یہاں زندہ جل جائیں گے۔ کچھ کرو صفدر، کچھ کرو۔“ نعمانی نے بیچ کر صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں کوشش کر رہا ہوں ناخنوں میں چھپے ہوئے بلیڈوں سے رسیاں کاٹ رہا ہوں تم بھی کوشش کرو۔“ صفدر نے کہا اور ناخنوں میں موجود بلیڈوں کا خیال آتے ہی انہوں نے بھی اپنی سی کوششیں شروع کر دیں۔ ناخنوں میں بلیڈ لگانے کا طریقہ انہوں نے ابھی حال ہی میں عمران سے سیکھا تھا۔ اس لئے وہ اس طریقہ پر عمران کی طرح مکمل عبور نہیں رکھتے تھے۔ فارم ہاؤس میں تیز جس اور دھواں بھرتا جا رہا تھا۔ صدیقی اور خاور نے بری طرح سے کھانسا شروع کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ناخنوں میں چھپے ہوئے بلیڈوں سے رسیاں

کلٹنے میں مصروف تھے۔ آخر کار سب سے پہلے صفدر ہی اپنی رسیاں کلٹنے میں کامیاب ہوا۔ جیسے ہی اس کے ہاتھ آزاد ہوئے اس نے سیدھے ہو کر جلدی جلدی اپنے پیروں کی رسیاں بھی کھولنی شروع کر دیں اور پھر وہ رسیوں سے خود کو آزاد کر کے گھاس سے کود کر نیچے گیا۔ اسی وقت صدیقی نے بھی اپنے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ لی تھیں اور پیروں کی رسیاں کھولنے لگا۔ صفدر پریشانی کے عالم میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا لیکن فارم ہاؤس کے چاروں طرف زبردست آگ بھڑک رہی تھی۔ آگ کی تپش سے ان سب کا برا حال ہوتا جا رہا تھا۔ صفدر پریشانی کے عالم میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا لیکن وہاں سے بچ نکلنے کا اسے کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسی وقت صدیقی نے اپنی رسیاں کھول کر گھاس کے ڈھیر سے نیچے چھلانگ لگا دی اور پھر فردا فردا دوسرے ممبر بھی رسیوں سے آزاد ہو کر نیچے کودنے لگے۔

”آگ شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی ہے۔ چاروں طرف بھڑکتی آگ سے ہم باہر کیسے نکلیں گے۔“ خاور نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”نکلنا تو بہر حال ہمیں بہر حال میں ہے۔ ایسا کرو گھاس کو اٹھا اٹھا کر پیچھے پھینکنا شروع کر دو۔ کم از کم فوری طور پر آگ ہمیں اپنے گھیرے میں تو نہ لے گی۔“ صفدر نے کہا۔

”اوہ لیکن اس طرح تو گھاس فوراً آگ پکڑ لے گی۔ خشک گھاس پٹرول کی سی تیزی سے آگ پکڑتی ہے۔“ صدیقی نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”کچھ بھی ہو جلدی کرو۔ مگر جلدی کرو۔“ صفدر نے چیخ کر کہا۔ آگ ابھی فارم ہاؤس کی لکڑیوں تک پہنچی تھی۔ گھاس فارم ہاؤس کے درمیانی حصے میں بڑی تھی۔ اسے اٹھا کر باہر پھینکنے سے واقعی اسے جلد آگ پکڑ لیتی اور ان کا کچ نکلنا اور مشکل ہو سکتا تھا۔ لیکن پھر انہوں نے سر جھٹک کر گھاس کو ہاتھوں سے اٹھا اٹھا کر اس انداز میں ایک طرف پھینکنا شروع کر دیا کہ لکڑیوں میں لگی ہوئی آگ فوری طور پر اسے نہ پکڑے۔ ابھی انہوں نے فرش کا تھوڑا سا حصہ ہی صاف کیا تھا کہ انہیں گھاس پھونس کے نیچے لکڑی کا ایک تختہ ساد دکھائی دیا۔

”اوہ لکڑی کا تختہ۔ اس کا مطلب ہے فارم ہاؤس کے نیچے کوئی تہہ خانہ بھی ہے۔“ تختے کو دیکھ کر نعمانی نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”ہاں، جب میں نے گھاس کے ڈھیر سے نیچے چھلانگ لگائی تھی تو زمین پر ایسی دھمک ہوئی تھی جیسے نیچے سے زمین کھوکھلی ہو۔ جو لامحالہ کسی تہہ خانے کی ہی ہو سکتی تھی اس لئے میں نے تمہیں یہاں سے گھاس ہٹانے کے لئے کہا تھا۔ کیونکہ فارم ہاؤس چاروں طرف سے بند ہے۔ اگر اس کے نیچے واقعی کوئی تہہ خانہ ہے تو اس کا راستہ لامحالہ نیچے سے ہی ہو سکتا ہے۔“ صفدر نے کہا اور اس کے ساتھی صفدر کی ذہانت پر عیش عیش کر اٹھے اور پھر وہ پورے جوش سے گھاس کو تختے پر سے ہٹانے لگے۔ اسی لمحے باہر موجود گھاس پر آگ کی چنگاری آگری اور شعلہ سا بھڑکنا جوتیری سے پھیلنا چلا گیا۔

”جلدی کرو۔ گھاس میں آگ لگ چکی ہے۔ زور لگا کر تختے کو



اٹھانے کی کوشش کرو۔" خاور نے چپختے ہوئے کہا اور وہ تختے کر اکھاڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس سے پہلے کہ آگ ان تک پہنچی وہ تختہ وہاں سے ہٹا کر ایک طرف بھینک چکے تھے۔ زمین میں واقعی ایک خلا سا نمودار ہو گیا تھا۔ آگ کی روشنی میں نیچے کمرے مناجگہ دکھائی دے رہی تھی۔

"کوڈ جاؤ، کوڈ جاؤ جلدی سے۔" صفدر نے بری طرح سے چپختے ہوئے کہا اور ساتھ ہی نعمانی کو پکڑ کر خلا کی طرف دھکیل دیا۔ اس وقت تک آگ نے اندر موجود گھاس کو بھی پوری طرح اپنی پلیٹ میں لے لیا تھا اور ہر طرف آگ کے شعلے اور چنگاریاں ناچتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ شدید جس اور تپش کی وجہ سے ان سب کا حال بے حد برا ہو رہا تھا۔ صفدر نے جیسے ہی نعمانی کو آگے دھکیلا۔ نعمانی نے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے خلا میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے پیچھے تنور، صدیقی، جوہان، خاور اور پھر سب سے آخر میں صفدر نے بھی چھلانگ لگا دی۔ تہہ خانہ زیادہ گہرا نہیں تھا۔ اس لئے انہیں کوئی جوت نہ لگی تھی۔ وہ جہاں کو دسے تھے وہ کمرے مناجگہ ضرور تھی مگر شمالی دیوار کے ساتھ ایک سرنگ بنا راستہ دور تک جاتا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ فارم ہاؤس کی گھاس میں لگنے والی آگ کی چنگاریاں اور جلتی ہوئی گھاس خلا سے نیچے گر رہی تھی۔

"یہ راستہ کدھر جا رہا ہے۔" نعمانی نے سرنگ بنا راستے کی جانب دیکھتے ہوئے حیرت زدہ سچے میں کہا۔

"مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نہ میں پہلے کبھی اس طرف آیا ہوں اور نہ ہی اس راستے یعنی سرنگ کو بنانے میں میرا کوئی ہاتھ ہے۔" صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہیں راستے یا سرنگ کا پہلے سے علم نہیں تھا تو تمہیں کیسے پتہ چلا کہ گھاس کے نیچے تہہ خانے کا کوئی راستہ ہے اور پھر اس دوران اور اس قدر پرانے فارم ہاؤس کے نیچے اس قسم کا تہہ خانہ اور یہ سرنگ کا راستہ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" صدیقی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بات کا جواب میں پہلے ہی دے چکا ہوں۔ گھاس سے کودتے ہوئے میرے پیروں کے نیچے ایسی دھمک ہوئی تھی جس سے مجھے خیال آیا کہ نیچے کوئی تہہ خانہ موجود ہے اور گھاس کے نیچے راستہ ہونے کا خیال یہاں گھاس کے بے مقصد بڑے ہونے کی وجہ سے ہی آیا تھا۔ اب اس دوران اور پرانے فارم ہاؤس کے نیچے تہہ خانہ کیوں بنا ہوا ہے اور یہ سرنگ کیسی ہے اور کہاں نکلتی ہے اس کے بارے میں میں واقعی کچھ نہیں جانتا۔" صفدر نے کہا۔

"یہاں آگ کی تپش بڑھتی جا رہی ہے۔ کیا خیال ہے اس سرنگ میں نہ چلیں۔ دیکھیں تو یہی کہ یہ نکلتی کہاں ہے اور اسے بنایا کس مقصد کے لئے گیا ہے۔" خاور نے کہا اور ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر وہ سب سرنگ کی جانب بڑھنے لگے۔ کچھ آگے جا کر انہوں نے سرنگ کا راستہ بند دیکھا۔

”یہ تو کچھ نہ ہوا سہاں اکر سرنگ بند ہو گئی ہے۔ اس سے تو لگتا ہے کہ کسی نے یہاں سرنگ بنانے کی کوشش ضرور کی تھی لیکن پھر انہوں نے کام روک دیا یا پھر شاید ان کا کام رکوادیا گیا ہو۔“ سچوہان نے کہا۔ صفدر جلد لکھے غور سے دیوار کو دیکھتا رہا پھر اس نے دیوار کے ساتھ کان لگا دیئے۔ جلد لکھے وہ کان لگائے کچھ سننے کی کوشش کرتا رہا پھر وہ دیوار پر زور زور سے ہاتھ مارنے لگا۔ وہ سب حیرت سے اس کی حرکات دیکھ رہے تھے۔

”سرنگ آگے بھی موجود ہے مگر اس کا راستہ یہاں سے بند کر دیا گیا ہے۔“ صفدر نے ہونٹ میچھتے ہوئے کہا۔

”اور یہ دیکھو زمین پر نائروں کے نشان لگتا ہے جیسے یہاں باقاعدہ کوئی گاڑی چلتی رہی ہو اور سرنگ بھی واقعی اس قدر کشادہ ہے کہ یہاں سے باقاعدہ ایک ٹرک گزارا جاسکتا ہے۔“ اچانک نعمانی نے کہا اور وہ سب چونک کر ہلکی سرخ روشنی میں زمین پر دیکھنے لگے۔ زمین پر واقعی کسی گاڑی کے بڑے نائروں کے نشان صاف دکھائی دے رہے تھے۔ فارم ہاؤس میں لگی ہوئی آگ کی روشنی خلا سے ہلکی ہلکی آ رہی تھی اس لئے وہ پہلے ان نشانوں کو نہیں دیکھ پائے تھے۔ نائروں کے نشان دیوار تک آ رہے تھے جس سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ گاڑی کہیں گئی ہے کیونکہ گاڑی کم از کم دیوار میں تو گھس نہیں سکتی تھی۔

”اس جگہ سرنگ کا حصہ کچھ میں نہیں آ رہا۔ آگے پہاڑی علاقہ ہے اس طرف تو دور دور تک کسی ملک کا بارڈر بھی نہیں لگتا کہ سوچا

جائے کہ یہاں سے سسٹنگ ہو سکتی ہے۔“ صفدر نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

”گاڑی کے نائروں کے نشان جس طرح اس دیوار تک آ رہے ہیں اس لحاظ سے یہ دیوار اس سرنگ کا دروازہ ہے۔ اب اس دروازے کو کس طرح کھولنا ہے اس کے بارے میں سوچو۔ سرنگ کہاں ختم ہوگی اور آگے کیا ہے یہ تو ہمیں تب ہی معلوم ہوگا تاں جب ہم اس سرنگ سے دوسری طرف باہر نکلیں گے۔“ خاور نے کہا اور وہ اثبات میں سر بلانے لگے۔ صفدر ایک بار پھر دیوار اور دیوار کی سائیڈوں کو ٹھونک جہاں دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔

گھاس کا ڈھیر جلتا ہوا تہہ خانے میں آکر اٹھا جس سے وہاں اچھی خاصی روشنی ہو گئی تھی۔ اس روشنی میں صفدر نے دیوار کی سائیڈ میں ایک بڑے پتھر کو الجھے ہوئے دیکھا۔ دیوار میں چپنے گئے پتھر ایک خاص ترتیب سے اور سپاٹ بڑے ہوئے تھے۔ صرف وہی پتھر تھا جو ان سب سے الگ اور باہر کو نکلا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ صفدر نے اس پتھر پر دباؤ ڈالا تو پتھر اندر کی جانب دبتا چلا گیا۔ اسی وقت تیز گونگراہٹ کی آواز کے ساتھ سرنگ کی وہ دیوار سائیڈ کی دیوار میں دھنستی چلی گئی اور سسٹنے سے دور جاتی ہوئی طویل سرنگ صاف دکھائی دینے لگی۔ سرنگ کا دروازہ ہنستے دیکھ کر ان کے چہرے پر رونق آ گئی۔ تہہ خانے میں بڑھتی ہوئی جس اور آگ کی تپش اس قدر بڑھ گئی تھی کہ انہیں اپنے دم گھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ سرنگ کی

دیوار ہٹے ہی انہیں سرد ہوا کے جھونکے سامنے سے آتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔

سرنگ آگے سے کشادہ دکھائی دے رہی تھی مگر آگے اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ وہ سرنگ میں آگے بڑھنے لگے۔ جیسے ہی وہ آگے آئے ان کے پیچھے سرنگ کا راستہ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ خود بخود بند ہوتا چلا گیا اور وہاں یقیناً گھب اندھیرا چھا گیا۔

”کسی کے پاس مارجس یا لائٹز ہے؟“ صفدر نے ان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”میرا خیال ہے ہم میں سے کوئی بھی سگریٹ نہیں پیتا۔ اس لئے مارجس یا لائٹز کسی کے پاس ہونا ناممکن ہی ہے۔“ چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تب پھر اندھیرے میں ہی آگے بڑھنے کے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے۔“ صفدر نے کہا اور انہوں نے بے جا چرگی سے کندھے اچکا دیئے اور اندھیرے میں اندازے سے آگے بڑھنے لگے۔ یہ ان کی خوش قسمتی ہی تھی کہ سرنگ بالکل سیدھی تھی۔ ابھی تک کوئی موڑ نہیں آیا تھا اور نہ ہی راستے میں انہیں کسی چیز سے کوئی ٹھوک لگی تھی جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ سرنگ انتہائی مہارت اور صفائی سے بنائی گئی ہے۔ البتہ ہوا کے جھونکے دور سے آتے ہوئے انہیں صاف محسوس ہو رہے تھے۔ جس کی وجہ سے انہیں سانس لینے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔

”صفدر، سرنگ تو شیطان کی آنت کی طرح لمبی ہوتی جا رہی ہے۔

”یہ نہیں اس کا اختتام کب اور کہاں ہو؟“ صدیقی نے کہا۔

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“ صفدر نے اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

”چیف ہمیں کئی بار کال کر چکا ہے۔ اور ہمارے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں کم از کم ان کے بارے میں ہمیں چیف کو ضرور بتا دینا چاہئے۔“ صدیقی نے سنجیدگی سے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو صدیقی۔ واقعی حالات کی مجبوری کی وجہ سے ہمارا ایک بار بھی چیف سے رابطہ نہیں ہوا۔ ٹھیک ہے اس سے پہلے اس غار مٹا سرنگ سے ٹکل کر ہم کسی اور مصیبت کا شکار ہوں، ہمیں چیف کو رپورٹ دے دینی چاہئے۔“ صفدر نے سر ملاتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب رک گئے۔ سرنگ کی دیواروں سے وہ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ صفدر نے ریٹ واچ سے چیف کو کال کرنے کے لئے فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی۔ اس کی ریٹ واچ کا ڈائل اندھیرے میں چمک رہا تھا اس لئے فریکوئنسی ایڈجسٹ کرتے ہوئے اسے کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا تھا۔

”ایکسٹرو۔ اور۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی ایکسٹرو کی تیز اور عزاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”صفدر بول رہا ہوں چیف۔ اور۔“ صفدر نے ایکسٹرو کی آواز سن کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ صفدر، تم لوگ کہاں ہو۔ میں کب سے تم لوگوں سے رابطہ

کر رہا تھا مگر جہاز کچھ تپ ہی نہیں چل رہا تھا۔ اور۔" ایکسٹو کی تیز اور سرد آواز سنائی دی۔ تب صفدر نے اب تک پیش آنے والے تمام واقعات سے ایکسٹو کو آگاہ کر دیا۔

"اوہ، تو یہ بات تھی۔ اس وقت تم کہاں ہو۔ اور۔" ایکسٹو نے پوچھا۔

"ہم اس وقت اسی سرنگ منار استے میں ہیں چیف سبھاں ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ نہ معلوم یہ سرنگ کس قدر طویل ہے اور اس کا دہانہ کہاں نکلتا ہے۔ اور۔" صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"صفدر، تم جس سرنگ میں سفر کر رہے ہو وہ سیدھی ایس ایس ایم لیبارٹری کی طرف جاتی ہے۔ اس سرنگ کو پشیشل طور پر لیبارٹری میں میٹریل اور فوڈ سپلائی کے لئے بنایا گیا تھا۔ اور۔" ایکسٹو نے کہا۔ ایکسٹو کی بات سن کر وہ سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلانے لگے۔ انہیں سرنگ اور سرنگ کے مصرف کی سمجھ آگئی تھی۔

"اوہ، تو یہ بات ہے۔ لیکن چیف فارم ہاؤس میں گھاس کے نیچے خلا منار استے۔ اس کا دہانہ کیا مصرف ہو سکتا ہے۔ اور۔" صفدر نے ذہن میں آنے والے سوال کو پوچھتے ہوئے کہا۔

"ایئر جنسی حالات سے نمٹنے کے لئے ہر سو فرلانگ کے بعد ایسے کئی خفیہ راستے بنائے گئے ہیں۔ دوسرے سرنگ میں آکسیجن بھی ایسی ہی جگہوں سے فراہم ہوتی ہے۔ اور۔" ایکسٹو نے جواب دیا۔

"ہم سمجھ گئے چیف۔ اب بتائیے ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ کیا ہم

لیبارٹری میں جائیں۔ اور۔" صفدر نے پوچھا۔

"سرنگ کے راستے تم جا کر وادی میں جا نکلو گے۔ وہاں موجود کمانڈوز کو اپنے کارڈز دکھا دینا اور ان کے پاس رکنا۔ میں جہاز سے پاس سلیمان، جوزف، جولیا اور ایک نئے آدمی جس کا نام شاول ہے کو بھیج رہا ہوں۔ شاول اس کہیں میں تم لوگوں کو لیڈ کرے گا۔ اور۔" ایکسٹو نے کہا۔

"شاول۔ یہ تو کسی غیر ملکی کا نام معلوم ہوتا ہے چیف۔ کیا عمران صاحب کی جگہ آپ کسی غیر ملکی کو ہمارا لیڈر بنا کر بھیج رہے ہیں۔ اور۔" صفدر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ غیر ملکی شاول کے لیڈر بننے کا سن کر دوسرے ممبروں کے چہروں پر بھی ناگوار سا تاؤ آگیا تھا۔ شاید عمران کے بجائے وہ کسی اور کو اور خاص طور پر غیر ملکی کو اپنا لیڈر بنانا انہیں کسی طور پر پسند نہ آیا تھا۔

"تمہیں جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرنا جہاز کی ذمہ داری ہے صفدر، اور میری بات کان کھول کر سن لو۔ شاول غیر ملکی ہے یا مقامی نہیں اس کا ہر حکم مانتا ہوگا۔ اگر تم میں سے کسی نے اس کے کسی حکم کی سرتابی کی تو میں کسی کو معاف نہیں کروں گا سمجھے۔ اور۔" ایکسٹو کا لہجہ اس قدر کثرت اور سخت تھا کہ وہ سب یکبارگی کانپ اٹھے تھے۔

"لیں سر۔ جیسا آپ کا حکم۔ اور۔" صفدر نے خوف بھرے لہجے

میں کہا۔

"ٹھیک ہے اب تم سرنگ سے نکل جاؤ اور شاذل کا انتظار کرو۔ اور اینڈ آل۔" ایکسٹو نے سخت لہجے میں کہا اور پھر اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ صفدر نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے گھڑی کا بین دبا کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

"ہو نہ، اب ایک غیر ملکی کو ہمارا لیڈر بنایا جا رہا ہے۔ لگتا ہے عمران کی موت کی وجہ سے چیف اب درست فیصلے نہیں کر پا رہا ہے۔ پہلے اس نے جو یا کے ساتھ سلیمان جیسے احمق اور جاہل باوصی کو تختی کر دیا اب ہم پر حکم چلانے کے لئے اس نے نجائے کس احمق غیر ملکی کو بلایا ہے۔" تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چیف ہر کام سوچ کچھ کر کرنے کا عادی ہے تنویر۔ اگر وہ کسی غیر ملکی کو ہمارا لیڈر بنا رہا ہے تو اس میں یقیناً ایسی خویاں ہوں گی جس کی وجہ سے چیف اس کو ہمارا لیڈر بنا رہا ہے اور وہ غیر ملکی ہے تو کیا ہوا۔ مس جو یا بھی تو غیر ملکی ہیں۔ عمران کے ساتھ جوزف کام کرتا ہے کیا وہ غیر ملکی نہیں ہے۔ کئی مہمات میں اس نے عمران صاحب اور ہمارا بھروسہ ساتھ دیا ہے۔ ضروری تو نہیں کہ جو مقامی ہو وہی وطن پرست ہو گا۔" صفدر نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مس جو یا اور جوزف کی وطن پرستی اور پاکیشیا کی سلامتی اور مفاد کے لئے کئے گئے ہر کام کے ہم ان کے دل سے معترف ہیں لیکن مس جو یا کو سیکرٹ سروس میں ایسے ہی تو جو ان نہیں کیا گیا تھا۔ انہیں کئی مرحلوں، کئی امتحانوں سے گزرنا پڑا تھا اور

پھر انہیں سیکرٹ سروس کی باقاعدہ ممبر شپ دی گئی تھی۔ اب شاذل نامی جس غیر ملکی کو ہمارا لیڈر بنا کر بھیجا جا رہا ہے نجائے وہ کس نیچر کا ہو۔ ہمارے ساتھ گھل ملنے میں اس کے اندر صلاحیتیں ہیں بھی یا نہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے وہ عمران صاحب کی جگہ لے سکتا ہے۔" چوہان نے کہا۔

"خیر یہ تو میں نہیں کہوں گا کہ وہ عمران صاحب کی جگہ لے سکتا ہے۔ وہ تو کیا عمران صاحب کی جگہ کوئی بھی نہیں لے سکتا۔ لیکن بہر حال اس غیر ملکی کو ہمارا لیڈر بنایا جا رہا ہے اور ہمیں اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ ہمارے لئے یہی حکم ہے اور چیف نے جس انداز میں حکم دیا تھا تم سب نے سن ہی لیا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ گھل مل سکتا ہے یا نہیں۔ اس کا طور طریقہ اور اس کی نیچر کیا ہے یہ تو میں نہیں جانتا لیکن وہ جو کوئی بھی ہے جیسا بھی ہے ہمیں اس کے ساتھ کام کرنا ہے۔ تو بس کرنا ہے۔" صفدر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"ظاہر ہے حکم حاکم مرگ مفاہات والی بات ہے۔ ایکسٹو کے حکم کے آگے کس میں دم مارنے کی مجال ہے۔" صدیقی نے بھی طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اچھا، اب باتیں چھوڑو اور آگے بڑھو۔ شاذل جو کوئی بھی ہے ہمارے سامنے آنے ہی والا ہے۔ دیکھ لیں گے کہ وہ کیا ہے اور کیا کر سکتا ہے۔" خادو نے کہا اور ان سب نے سر ہلا دیئے اور پھر وہ ایک بار پھر آگے قدم بڑھانے لگے۔

سنگ ہی کی رہائش گاہ سے نکلے ہی وہ آندھی اور طوفان کی طرح  
دانش منزل پہنچا تھا۔ اس نے بلیک زیرو پر ساری صورتحال واضح کر  
دی تھی۔ سیکرٹ سرس کے ارکان سے رابطہ قائم نہ ہونے پر عمران  
بھی متفکر ہو گیا تھا۔ وہ عمران کے کہنے پر انہیں ایک بار پھر کال کرنے  
ہی لگا تھا کہ اسی وقت ٹرانسمیٹر کال آگئی۔

”ایکسٹو۔ اوور۔“ عمران نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر کے ایکسٹو کے  
مخصوص لہجے میں کال ریسیو کرتے ہوئے کہا۔

”صفدر بول رہا ہوں چیف۔ اوور۔“ دوسری طرف سے صفدر کی  
آواز سنائی دی اور اس کی آواز سن کر نہ صرف عمران بلکہ بلیک زیرو  
کے چہرے پر بھی جیسے شادابی دوڑتی چلی گئی۔

”اوہ۔ صفدر تم لوگ کہاں ہو۔ میں کب سے تم لوگوں سے رابطہ  
کر رہا ہوں۔ مگر جہاز اچھے پتے ہی نہیں چل رہا تھا۔ اوور۔“ عمران نے  
ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا اور صفدر اسے تفصیل بتانے لگا۔

صفدر سے ساری تفصیل سن کر عمران سمجھ گیا کہ کیٹس سے  
نکلنے کے بعد وہ جس سرنگ کی بات کر رہے ہیں وہ لیبارٹری میں  
سپلائی پہنچانے والی سرنگ تھی۔ عمران نے انہیں سرنگ سے باہر  
جانے اور پھر انہیں شاول کے بارے میں ہدایات دینے لگا اور پھر اس  
نے رابطہ منقطع کر دیا۔

”گلتا ہے شاول نامی غیر ملکی کو وہ اپنا لیڈر بنائے جانے پر خوش  
نہیں ہیں۔ شاید وہ آپ کی جگہ کسی اور نہیں دینا چاہتے۔“ عمران نے

سیکرٹ سرس کے ممبروں کے آگ میں زندہ جلنے، سنگ ہی کا  
پاکیشیا اور شوکران کے خلاف گھناؤنی سازش کا انکشاف کرنے اور  
ڈاکٹر کاشف مرزا کو ہلاک کر کے کرنل بلیک کے لیبارٹری پہنچ جانے  
کا سن کر عمران کا ذہن بری طرح سے سلگ رہا تھا۔ معاملہ حد سے  
زیادہ نازک اور خوفناک ہو گیا تھا۔ شاول کے روپ میں عمران کو  
ابھی بہت کچھ کرنا تھا۔ کنگ ہوٹل جا کر اسے وائٹ کنگ سے مل کر  
اور اس کے آدمیوں کو حاصل کر کے سب سے پہلے انہیں ختم کرنا  
تھا۔ ان کی جگہ اس کے اپنے آدمیوں کا لیبارٹری میں ہونا بہت ضروری  
تھا۔ اس کے لئے اسے لیبارٹری میں ایک خاص سیٹ اپ کرنا تھا جو  
بظاہر تو سنگ ہی کے ماتحت ہوں گے لیکن درپردہ وہاں عمران کی  
ایما۔ پری کام کرتے رہیں گے۔ اس وقت اسے سیکرٹ سرس کے  
ممبروں کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

رابطہ ختم کیا تو بلیک زرو نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کسی کے چلے جانے یا مرنے کے دنیا کی زندگی معطل نہیں ہو جاتی بلیک زرو۔ دوسروں کے کندھوں پر بندوق رکھ کر چلانے والوں کو بہادر نہیں سمجھا جاتا۔ جو لوگ اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرتے ہیں زندگی کی کامیابیاں انہی کو نصیب ہوتی ہیں۔ میں انہیں یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن آپ انہیں بتا کیوں نہیں دیتے کہ آپ زندہ ہیں۔ آپ کے زندہ ہونے کی خبر سن کر ان کا جوش اور جذبہ پھر سے جوان ہو جائے گا اور وہ سب سنگ ہی، تھریسا اور کرنل بلیک جیسے مجرموں کا آسانی سے مقابلہ کر پائیں گے۔" بلیک زرو نے کہا۔

"ان کے جوش اور جذبے کو جوان کرنے کے لئے مجھے انہیں عمرانیہ کے کیپول کھلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں اور سیکرٹ سروس کا ممبروں کو ہر وقت باہمت، جوشیلا اور وطن پر قربان ہونے کے جذبے سے سرشار رہنا چاہئے۔ تم ان کی خواہ مخواہ حمایت مت کرو۔" عمران نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے کہا اور بلیک زرو خاموش ہو گیا۔

عمران جتنے سوچتا رہا پھر اس نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور نمبر پر ریس کرنے لگا۔

"یس۔" دوسری جانب سے ایک کھردری سی آواز سنائی دی۔

"پرنس آف ڈھپ بول رہا ہوں، میری جاوید سے بات کراؤ

جلدی۔" عمران نے انتہائی کڑخت لہجے میں کہا۔

"اوہ، یس سر۔" ہولڈ کیجئے۔ میں ابھی بات کرتا تھا ہوں سر۔" دوسری جانب سے ہو کھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا گیا۔

"یس باس۔ جاوید بول رہا ہوں حکم۔" جتنے لمحے توقف کے بعد ایک بھاری مگر نہایت مؤبانہ آواز سنائی دی۔

"جاوید، تمہارے زرد گروپ میں کل کتنے افراد کام کر رہے ہیں۔" عمران نے اسی لہجے میں جاوید سے بات کرتے ہوئے پوچھا۔

"کل چوبیس افراد ہیں باس۔" جاوید نے جواب دیا۔

"ان سب کو تیار کر کے چاکور کے پہاڑی علاقے کی طرف بھیج جاؤ۔ میں تمہیں وہیں ملوں گا۔" عمران نے کہا اور فون بند کر دیا۔ زرو گروپ عمران نے خصوصی مقاصد کے لئے بنا رکھا تھا جنہیں وہ کبھی کبھار انتہائی ضرورت کے وقت استعمال میں لاتا تھا۔ اس کا چیف اس نے جاوید نامی ایک نوجوان کو بنایا ہوا تھا جو انتہائی دلیر اور باہمت نوجوان تھا۔ عام طور پر یہ گروپ انڈر گراؤنڈ تنظیموں کے ساتھ منسلک تھا اور عمران کو جرائم کی دنیا میں ہونے والے واقعات کی رپورٹ پہنچاتا تھا۔ اس گروپ کو عمران پرنس آف ڈھپ کے نام سے پسنڈ کرتا تھا۔

"تیار ہو جاؤ بلیک زرو۔ اس مشن میں تمہیں بھی ایک اہم رول دار کرنا ہے۔" عمران نے فون بند کر کے ایک طویل سانس لی اور میک زرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیما رول“۔ بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

”ایک فلمی رول۔ ایک ولن لڑکی کو زبردستی اٹھا کر لے جا رہا ہے تمہیں اس جگہ ہیرہ کی طرح اچانک پہنچ کر ولن کی دھنائی کرنی ہے اور لڑکی کی نظروں میں ہیرہ بن کر اس کے عشق میں گرفتار ہونا ہے اور پھر ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر کھیتوں میں غرمستیاں کرنی ہیں۔ غرمستیاں کا بھی مطلب کھیتے ہو یا اس کی بھی وضاحت کروں“۔ عمران نے اسے بری طرح سے گھورتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو مسکرا دیا۔

”گلتا ہے اس بار سنگ ہی، تھریسا اور کرنل بلیک آپ کے اعصاب پر بری طرح سوار ہو گئے ہیں جو آپ کو بات بات پر غصہ آجاتا ہے۔ آپ نے اہم رول ادا کرنے کی بات کی تھی اور میں نے اس رول کی وضاحت پوچھی تھی۔ آپ تو ایسے ناراض ہو رہے ہیں جیسے سنگ ہی کو پاکیشیا اور شوگران کے خلاف سازش کے لئے میں نے ہی اکسایا تھا“۔ بلیک زیرو نے بظاہر مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس کے لہجے میں شدید احتجاج پنهان تھا۔ اس کی بات سن کر عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو کالے صفر۔ واقعی جب سنگ ہی اور تھریسا جیسے ذہین اور خطرناک مجرم یہاں آتے ہیں تو میں اپ سیٹ ہو جاتا ہوں۔ ان دونوں کی صلاحیتوں اور ان کی مجرمانہ کارروائیوں سے تم اچھی طرح سے واقف ہو۔ ان کے پاس شیطانی دماغ ہیں۔ ان

جیسے مجرموں سے پنشنے کے لئے طاقت اور ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ انتہائی ذہانت سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ پاکیشیا اور شوگران کے خلاف انہوں نے جو چال چلنے کا منصوبہ بنایا ہے خود سوچو کس قدر ذہانت سے انہوں نے اس پلان کو ترتیب دیا ہو گا۔ ایک طرف ہمارے خفیہ راز کو انہوں نے پوری دنیا میں مشہور کر دیا ہے۔ پھر شوگران میں بھی غلط پروپیگنڈا کیا کہ پاکیشیا شوگران کے خلاف اس میزائل کو تیار کر رہا ہے۔ اس سے وہ شوگران کی سب سے بڑی میزائل فیکٹری جہاں بہترین اور طاقتور زیرو میزائل تیار کئے جا رہے ہیں کو نشانہ بنائے گا۔ پھر باقاعدہ پاکیشیا کی ایس ایس ایم ایبارٹری میں گھس کر وہ تجرباتی میزائل کو اصل میزائل میں تبدیل کر کے اسے شوگران فائر کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے پروپیگنڈے کا تاثر حقیقت ہو جائے اور شوگران پاکیشیا کو اپنا دشمن نمبر ایک شمار کرنے لگے۔ یہ درست ہے کہ پاکیشیا اور شوگران کے تعلقات انتہائی گہرے اور دوستانہ ہیں لیکن اگر ایس ایس ایم جیسا طاقتور اور خطرناک میزائل پاکیشیا سے شوگران کے دارالحکومت میں جا کر گرے گا تو وہاں کیسی ہولناک تباہی پھیلے گا۔ اس تباہی کو دیکھ کر جہاں کیا خیال ہے شوگران پرانی دوستی کے ناطے خاموش رہے گا یا ہمارے افسوس کرنے اور غلطی سمجھ کر ہمیں معاف کر دے گا۔ وہ یقیناً اس کا ہم سے بدلہ لے گا اور انہوں نے اگر وہاں سے زیرو میزائل جیسے ایک دو میزائل بھی پاکیشیا پر چھوڑ دیئے تو پتہ چچ پاکیشیا کا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے مٹ



جائے گا۔ اس لئے میں سنجیدہ ہوں تو اور کیا کروں۔" عمران تیز تیز لہجے میں کہتا چلا گیا۔

"لیکن سنگ ہی نے آپ کو یہ سب کچھ بتا کیسے دیا۔ آپ اس کے سامنے شاول کے روپ میں گئے تھے اور سنگ ہی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ہر قسم کے میک اپ کو نہایت آسانی سے پہچان لیتا ہے۔ پھر اس نے آپ کو میک اپ میں کیوں نہیں پہچانا۔ دوسرے شاول اس کا اپنا آدمی تھا کیا اسے پہلے ان تفصیلات کا علم نہیں تھا۔" بلیک زبرو نے اچھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو میں جانتا تھا کہ میں میک اپ کر کے کس کے پاس جا رہا ہوں۔ اس لئے میں نے عام میک اپ نہیں کیا تھا میں نے نیوکران کیمکز کا سہارا لیا تھا۔ نیوکران کیمکز کی وجہ سے میں نے اپنے چہرے کی جلد کو نہایت نرم کر لیا تھا اور پھر اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کی مدد سے چہرے کو اس طرح چھتھپایا تھا کہ میری شکل بہو ہوا شاول جیسی بن جائے۔ یہ جدید اور میک اپ کرنے کا نیا انداز ہے جسے حال ہی میں سارنس میں دریافت کیا گیا ہے۔ سارنس میں جس سانس دان نے اس کیمکز کو دریافت کیا تھا وہ میرا اکسورڈ کا دوست رہا تھا۔ اس سے میری اکثر فون پر بات ہوتی رہتی ہے۔ کیمکز کی دریافت اور اس کے حیرت انگیز میک اپ کا کمال اس نے مجھے فون پر بتایا تو میں نے باتوں باتوں میں اس کا سارا فارمولا اس سے پوچھ لیا اور پھر اس پر خصوصی طور پر میں نے تجربے کئے۔ میرے

تجربے کا میاب رہے اور واقعی ایک انوکھا اور جدید میک اپ کرنے کا فارمولا میرے ہاتھ آ گیا۔ اس جدید میک اپ کو کسی بھی مشین یا دوسرے طریقے سے پہچان لیا جانا ناممکنات میں سے ہے۔ میں جب سنگ ہی کی کوٹھی میں گیا تو کوٹھی میں داخل ہوتے ہی مجھ پر زبرو نے پھینکی گئی۔ اس ریز کی وجہ سے کوٹھی میں موجود سپر ڈی دن کیروں نے میری تصویریں لے لیں۔ اگر میں نے کوئی اور میک اپ کیا ہوتا تو میری اصل شکل کی تصویریں کیرے اتار لیتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا اور سپر ڈی دن کیرے بھی اس کیمکز کی وجہ سے مات کھا گئے۔ جس کی وجہ سے سنگ ہی یا اس کے ساتھیوں کو مجھ پر ذرا بھی شک نہیں ہوا۔ دوسری بات کہ سنگ ہی نے مجھے یہ سب کچھ کیوں بتایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے شاول کو خصوصی طور پر زبرو لینڈ سے بلوایا تھا۔ شاول کا اس نے زبرو لینڈ میں ایک نیا گروپ بنایا ہوا ہے۔ جہاں کوئی کارروائی کرنا مطلوب ہوتا ہے وہ شاول گروپ کو متحرک کر دیتا ہے اور شاول اس کے مطابق پوری طرح عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ شاول اس کا ایک خاص اور انتہائی وفادار آدمی ہے۔ اس لئے سنگ ہی نے اپنی طرف سے اسے تفصیل بتانے میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور لیبارٹری کا مکمل سیٹ اپ سنبھالنے کے لئے بھی اسے بتانا ضروری تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

"جب اسے معلوم ہو گا کہ اس نے اپنے جس خاص اور وفادار آدمی کو تفصیل بتائی تھی اس کے روپ میں اس کا بھتیجا عمران تھا تو اس کا

کیا حال ہوگا۔" بلیک زرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 "تو پھر وہ اپنا جوتا تار کر خود ہی اپنے سر پر مار کر اپنا سر گنجا کرے گا  
 اور کیا کر سکتا ہے وہ۔" عمران نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک  
 زرو ہنسنے لگا۔

"اچھا، اس سارے سیٹ اپ میں میرا کیا کردار ہوگا۔ یہ بات آپ  
 نے ابھی کلیئر نہیں کی۔" بلیک زرو نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اس پار سنگ ہی نے جو منصوبہ بنایا ہے اور لیبارٹری میں جو  
 سیٹ اپ تشکیل دیا ہے ہمیں اس کے سیٹ اپ پر اس کے الٹ کام  
 کرنا ہے۔ وہاں ہوگا تو سب کچھ ہمارا لیکن سنگ ہی اور تھریسا کو یہی  
 باور کرایا جائے گا کہ وہاں موجود تمام آدمی اس کے اپنے ہیں۔ میں  
 چاہتا ہوں کہ وہ لیبارٹری میں مکمل طور پر آزادی سے کام کرے اور  
 ایس ایس میزائل کو اپنے ہاتھوں فائر کرے۔ اس نے اس قدر ذہانت  
 اور کثیر سرمایہ خرچ کر کے جو پلان بنایا ہے اس کا اسے کچھ تو صلہ ملنا  
 چاہئے۔ آخر وہ میرا اچھا ہے اور مجھے چاہیے کہ اپنے مشن میں ناکام ہوتے  
 کیسے دیکھ سکتا ہے۔ وہ بھی اس صورت میں جب چچا بھتیجے کی محبوبہ  
 تھریسا بھیل بی آف ہو، یہی اس کو اپنے ہمراہ لایا ہو۔ محبوب اپنی محبوبہ کے  
 لئے آگ کے دریا سے گزرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔ آسمان سے  
 چاند ستارے توڑ کر لا سکتا ہے تو کیا تھریسا کے لئے میں ایک میزائل  
 فائر کروا کر ان کا مشن کامیاب نہیں کروا سکتا۔" عمران نے کہا اور  
 بلیک زرو کا قہقہہ نکل گیا۔ عمران اسے بتانے لگا کہ اسے کیا کرنا

ہے۔ وہ کچھ دیر تک آپس میں ڈسکس کرتے رہے اور پھر ایک دوسرے  
 سے متفق ہو کر مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے اور اٹھ کھڑے  
 ہوئے۔ دانش منزل کے حفاظتی نظام کو آٹوینٹک کر کے وہ دانش  
 منزل سے باہر آگئے اور الگ الگ کاروں میں سوار ہو کر وہ روانہ ہو  
 گئے۔ بلیک زرو ایس ایس ایم لیبارٹری کی جانب جا رہا تھا جبکہ عمران  
 کا رخ کنگ ہوٹل کی جانب تھا جہاں اسے وائٹ کنگ سے ملاقات  
 کرنی تھی۔

تبدیل کیا جانا تھا۔ اس وقت تک چونکہ کر نل بلیک کے لئے کوئی کام نہیں تھا اس لئے وہ آرام کرنے کے لئے اپنے مخصوص کردہ کمرے میں آ گیا تھا۔

وہ آنکھیں بند کئے سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسی لمحے بیڈ کے قریب بڑے ہوئے انٹرکام مافون کی گھنٹی بجی اور کر نل بلیک نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔

"یس ڈاکٹر کاشف مرزا سپیکنگ"۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے ڈاکٹر کاشف مرزا کی آواز میں کہا۔

"ڈاکٹر عبد الباسط بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے لیبارٹری کے سینئر انتہارج ڈاکٹر عبد الباسط کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"یس سر۔ حکم سر"۔ ڈاکٹر عبد الباسط کی آواز پہچان کر اس نے منہ بنا کر لیکن مؤدبانہ انداز میں کہا۔ جیسے اس وقت ڈاکٹر عبد الباسط کا بات کرنا اسے سخت ناگوار گزرا ہو۔

"مرزا صاحب آپ میرے سپیشل روم میں آجائیے۔ مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے"۔ ڈاکٹر عبد الباسط نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ڈاکٹر عبد الباسط کے لہجے کو سن کر کر نل بلیک بری طرح سے چونک اٹھا کیونکہ ڈاکٹر عبد الباسط ہمیشہ اس کے ساتھ بلکہ لیبارٹری میں کام کرنے والے ہر شخص کے ساتھ نہایت عزت اور حلی سے بات کرنے کے عادی تھے۔ لیکن اس وقت ان کا لہجہ بے حد سپاٹ تھا بلکہ لہجے میں شدید غصہ محسوس ہو رہا تھا۔

کر نل بلیک لیبارٹری سے قطعہ کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بلا کا اطمینان اور آسودگی تھی۔ وہ سارا دن لیبارٹری میں مصروف رہا تھا۔ تجرباتی میزائل کو تیار کرنے میں اس نے لیبارٹری کے کارکنوں کا پورا پورا ساتھ دیا تھا اور میزائل کی لمبائی، اس کی طاقت اور اس کی رفتار کے بارے میں اس نے تمام معلومات حاصل کر لی تھیں اس کے علاوہ اس نے لیبارٹری میں کام کرنے والے افراد کی تعداد اور ان کے نام بھی معلوم کر لئے تھے۔ اس نے یہ تمام معلومات ابھی کچھ در قبل سنگ ہی کو پہنچا دی تھی۔ سنگ ہی کے مطابق اس نے لیبارٹری میں افراد کے سیٹ اپ کو بدلنے کے لئے اپنے سپیشل گروپ کے لیڈر شاذل کو متحرک کر دیا تھا۔ جس نے لیبارٹری کے باہر کمانڈوز اور لیبارٹری میں موجود لوگوں کی جگہ وائٹ کنگ کے آدمی لگانا تھے۔ اس سارے سیٹ اپ کو کل صبح دس بجے

"کیا بات ہے خیریت تو ہے ناں سر"۔ کرنل بلیک نے چونکے ہوئے پوچھا۔ لیکن ڈاکٹر عبد الباسط نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے فون بند کر دیا۔ ان کے اس انداز پر کرنل بلیک کی پریشانی اور زیادہ بڑھ گئی۔ وہ سوچنے لگا کہ کہیں اسے پہچان تو نہیں لیا گیا یا لیبارٹری میں اس نے ایسی تو کوئی غلطی نہیں کی جس کی بناء پر انہیں شک ہوا ہو کہ ڈاکٹر کا کشف مرزا کی جگہ وہ کوئی اور ہے۔ لیکن اس نے ہر کام نہایت احتیاط اور ذہانت سے کیا تھا۔ جس سے ذرا سی بھی غلطی کا احتمال نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر کیا وجہ ہو سکتی تھی۔ ڈاکٹر عبد الباسط کا اس قدر سخت رویہ۔ وہ سوچتا چلا گیا۔

"ہو نہہ، میں کیوں خواہ مخواہ خود کو لٹھا کر پریشان ہو رہا ہوں۔ میں اس وقت لیبارٹری میں ہی ہوں۔ اگر مجھے پہچان بھی لیا گیا ہے تو اس سے مجھے کیا فرق پڑ سکتا ہے۔ ویسے بھی اس لیبارٹری کا کل صبح سارا سیٹ اپ تبدیل کرنا ہی ہے اور ان جیسے لوگوں کی کیا مجال جو مجھ پر ہاتھ ڈال سکیں"۔ کرنل بلیک نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا۔ جند لٹے اور سوچتا رہا پھر وہ اٹھا اور اس نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

مختلف راستوں سے ہوتا ہوا وہ ایک بڑے کمرے کے قریب آ گیا۔ جہاں دو مسلح کمانڈو نہایت چوکے انداز میں کھڑے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ اور زیادہ چوکے ہو گئے۔

"ڈاکٹر صاحب نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا ہے"۔ کرنل بلیک

نے ان کے قریب جا کر ڈاکٹر کا کشف مرزا کے لیے میں کہا۔  
 "میں سر وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔ ایک کمانڈو نے کہا اور دیوار کی سائڈ پر لگے ایک چھوٹے سے پینل کے مختلف نمبر دبانے لگا۔ پھر اس نے ایک سرخ بٹن دبا یا تو کمرے کا دروازہ خود بخود ایک طرف دیوار میں دھنسا چلا گیا۔ دروازہ کھلتے ہی کرنل بلیک کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرہ خاصا بڑا، خوبصورت اور قیمتی ساز و سامان سے سجا ہوا تھا۔ درمیانی حصے میں ایک فولادی میز تھی جہاں ڈاکٹر عبد الباسط اور ان کے سامنے ایک نہایت وجہہ نوجوان بیٹھا آپس میں محو گفتگو تھا۔ دروازہ کھلتے اور اسے اندر آتا دیکھ کر وہ چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگے تھے۔

"آؤ مرزا، ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ آؤ بیٹھو"۔ ڈاکٹر عبد الباسط نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کا بوجہ بدستور سخت تھا اور ان کے لیے میں چھپے ہوئے غصے اور نفرت کو کرنل بلیک نے واضح طور پر محسوس کر لیا تھا۔

"شکریہ"۔ کرنل بلیک نے ان کے سامنے لوہے کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور غور سے نوجوان کی جانب دیکھنے لگا۔ جس کی آنکھوں میں ایک عجیب اور پراسراری چمک نظر آرہی تھی۔ کرنل بلیک کے ذہن میں ایک بار پھر شکوک و شبہات سر ابھارنے لگے۔ اس نے کچھ سوچ کر اپنی کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور پھر سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر عبد الباسط اور خوبصورت نوجوان کی

جانب دیکھنے لگا۔

"ڈاکٹر کاشف مرزا"۔ ڈاکٹر عبدالباسط نے کرنل بلیک سے مخاطب ہو کر کچھ کہنا چاہا لیکن وجہہ نوجوان جو اصل میں بلیک زرو تھا نے انہیں کچھ کہنے سے روک دیا۔ وہ راستے میں ہی ماسک میک اپ کر آیا تھا کیونکہ اسے لیبارٹری میں ڈاکٹر عبدالباسط سے ملنا تھا اور اسے ساری صورتحال سے آگاہ بھی کرنا تھا۔

"ڈاکٹر کاشف مرزا سے اگر میں خود بات کروں تو زیادہ مناسب ہو گا ڈاکٹر صاحب۔ کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے"۔ بلیک زرو نے کہا اور ڈاکٹر عبدالباسط نے کندھے اچکا کر اثبات میں سر ملادیا۔ "بات کیا ہے سر اور یہ صاحب کون ہیں۔ میں نے انہیں پہلے تو کبھی لیبارٹری میں نہیں دیکھا"۔ کرنل بلیک نے کہا۔

"اپنا تعارف میں آپ سے خود کراؤں گا مسٹر کرنل بلیک"۔ بلیک زرو نے اس کی جانب معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور اس کے منہ سے اپنا نام سن کر کرنل بلیک کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک غیر متعلق نوجوان اس کا اس طرح سے دہان نام لے سکتا ہے۔

"کرنل بلیک"۔ کون کرنل بلیک۔ آپ مجھے کرنل بلیک کیوں کہہ رہے ہیں"۔ کرنل بلیک نے ان کے سامنے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا اور اس نے غیر محسوس انداز میں گھڑی کو ایک بار پھر جھٹکا دے دیا جس سے گھڑی کا ڈائل یکجہت روشن ہو گیا۔

"آپ کا کھیل ختم ہو گیا ہے کرنل بلیک۔ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم اصل ڈاکٹر کاشف مرزا نہیں بلکہ زرو لینڈ کے خطرناک ایجنٹ کرنل بلیک ہو اور تم یہاں کیسے اور کس مقصد کے لئے آئے ہو۔ ہمیں اس کے بارے میں بھی پوری خبر ہے"۔ ڈاکٹر عبدالباسط نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے نہایت نفرت زدہ لہجے میں کہا۔ ساتھ ہی انہوں نے میز کے نیچے لگا ہوا ایک خفیہ بٹن دبایا اور اس سے پہلے کہ کرنل بلیک کچھ سمجھتا تھا اس کی کرسی سے راڈز نکلے اور کرنل بلیک کرسی میں بری طرح سے جکڑا گیا۔

"یہ کیا کیا۔ آپ نے مجھے کرسی سے کیوں جکڑ دیا ہے ڈاکٹر صاحب۔ میں ڈاکٹر کاشف مرزا ہوں آپ کا اسسٹنٹ اور اس لیبارٹری کا سیکنڈ چیف"۔ کرنل بلیک نے اپنے بچاؤ کی ایک اور کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کرنل بلیک، چلتے ہو تمہارے سامنے اس وقت کون بیٹھا ہے۔ تم مجھے تو دھوکہ دے سکتے ہو لیکن اسے نہیں۔ یہ ہمارے ملک کی مایہ ناز ہستی سیکرٹ سروس کے چیف ہیں ایکسٹو۔ اور ایکسٹو ہزار آنکھیں رکھنے والا انسان ہے۔ کہاں کیا ہو رہا ہے اور دشمن ایجنٹوں کے کیا منصوبے ہیں اس کی ایکسٹو پوری خبر رکھتا ہے۔ تم جس چالاکی اور ہوشیاری سے لیبارٹری میں داخل ہوئے ہو اس کے بارے میں مجھے ایکسٹو نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ تم انتہائی ظالم، بے رحم اور سفاک انسان ہو جس نے نہ صرف ہمارے سب سے عزیز دوست علی

عمران کو اپنی لہجہ کردہ کرسل بلیٹ سے ہلاک کیا تھا بلکہ ہمارے سب سے بہترین اور ذہین نوجوان سائنسدان ڈاکٹر کاشف مرزا کو بھی ہلاک کر دیا ہے اور اس کی جلد کا مسک میک اپ کر کے یہاں آئے ہو۔ جہاں یہاں آنے کا کیا مقصد ہے اس کے بارے میں بھی تمہیں بتاؤں یا استہی کافی ہے۔" ڈاکٹر عبدالباسط نے کرئل بلیک کی جانب دیکھتے ہوئے زہر خند لہجے میں کہا اور کرئل بلیک ایکسٹو کا نام سن کر ہل گیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کرئل بلیک۔ جہارے، سنگ ہی اور تھریسیا کے مشن کو ہم نے مکمل طور پر ختم کر دیا ہے۔ تم ہمارے قابو میں ہو۔ سنگ ہی اور تھریسیا کو بھی گرفتار کرنے کے لئے ہم نے یہاں جال پھیلا رکھا ہے۔ اس جال سے بچ نکلنا سنگ ہی اور تھریسیا کے لئے اب ناممکن ہے اور جانتے ہو اس جال کو پھانے والا کون ہے۔ تم نے جس چالاکی اور ہوشیاری سے علی عمران کو کرسل بلیٹ کا نشانہ بنا کر اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی وہ علی عمران نہیں بلکہ کوئی اور تھا۔ علی عمران زندہ ہے اور وہی یہ جال پھانے والا ہے۔" بلیک زبرو نے اس کی جانب نفرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر نہ صرف کرئل بلیک بلکہ ڈاکٹر عبدالباسط بھی بری طرح سے چونک اٹھے تھے اور پھٹی پھٹی نظروں سے بلیک زبرو کی جانب دیکھنے لگے تھے۔

"علی عمران زندہ ہے۔ کیا مطلب، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میری لہجہ

کر۔ کرسل بلیٹ کا شکار ہونے والا علی عمران زندہ ہے نہیں یہ غلط ہے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو میں نے اسے کرسل بلیٹ کا شکار ہوتے اور اس کا جسم دھماکے سے خود پھٹنے دیکھا تھا۔" کرئل بلیک حیرت کی زیادتی سے چیخ اٹھا۔

"تم خود کو میک اپ کرنے کا بہت بڑا ماسٹر سمجھتے ہو اور میک اپ کرنے کے حیرت انگیز طریقے لہجہ کرتے رہتے ہو۔ لیکن عمران تم سے بھی بڑا استاد ہے۔ اس کے پاس بھی میک اپ کرنے کے سینکڑوں راز ہیں جن کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس روز رات کو عمران کے فلیٹ میں ایک چور گھس آیا تھا۔ عمران اور اس کے ملازم نے اسے پکڑ لیا تھا۔ عمران کو سلسلے والے فلیٹوں میں جہاری موجودگی اور کسی حد تک جہارے عزائم کا بھی پتہ چل چکا تھا۔ اس لئے اس نے چور پر اپنا میک اپ کر دیا۔ چور بے ہوش تھا جب اسے ہوش آیا اور وہ گھبرا کر جب باہر نکلا تو تم نے اسے عمران سمجھا اور اس پر کرسل بلیٹ فائر کر دیا۔ تم لوگوں کے گرد گھیرا سنگ کرنے کے لئے عمران کچھ وقت کے لئے غائب ضرور ہو گیا تھا لیکن وہ مسلسل سنگ ہی اور تھریسیا کے خلاف کام کر رہا تھا اور کر رہا ہے۔" بلیک زبرو نے کہا اور کرئل بلیک کارنگ زبرو ہو گیا۔

اس طرح سب کچھ کھل کر ان کے سامنے آجائے گا اس کے بارے میں کرئل بلیک نے سوچا تک نہ تھا اور جب اس نے عمران سمجھ کر ہلاک کیا تھا وہ کوئی چور تھا کرئل بلیک واقعی ساکت ہو گیا تھا۔ اسے

وہ لکھ یاد آگیا جب اس نے عمران کو بوکھلائے ہوئے انداز میں فلیٹ سے باہر نکلے دیکھا تھا۔ اپنے فلیٹ سے اس طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں نکلتا واقعی ناقابل فہم بات تھی۔ اس وقت کرنل بلیک نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن اب اس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ عمران کی شکل میں وہ کوئی اور ہی تھا جو اس قدر گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ زدہ انداز میں فلیٹ سے باہر آیا تھا۔ عمران کے زندہ ہونے، ان کی تمام پلاننگ جان لینے اور خاص طور پر اس پر سنگ ہی اور تھریسیا پر کام کرنے کے بارے میں سن کر کرنل بلیک متفکر ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں تشویش کے سائے ہر آنے لگے تھے۔

”تم لوگ میری توقع کے برخلاف واقعی انتہائی ذہین، فعال اور چالاک واقع ہوئے ہو۔ ہماری پلاننگ جان لینے اور ہمارے مشن کو ختم کر کے مجھ پر، سنگ ہی اور تھریسیا پر قابو پانے کا پلان تم لوگوں نے خوب سوچ سمجھ کر بنایا ہو گا۔ سنگ ہی کا خیال بالکل ٹھیک تھا کہ تم لوگ عین آخری لمحات میں بھی بازی ہار دینے کی مہارت رکھتے ہو۔ مگر تم لوگ کرنل بلیک سے واقف نہیں ہو۔ کرنل بلیک کی پلاننگ کو سمجھ لینا عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ کرنل بلیک جب بھی کسی مشن کو ہاتھ میں لیتا ہے تو اس پر پوری محنت اور عزم سے کام کرتا ہے۔ کرنل بلیک جس چیز کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے یا تو اسے حاصل کر لیتا ہے یا پھر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتا ہے۔ تم لوگ اگر مجھے راڈز والی کرسی میں جکڑ

کر کے سمجھ رہے ہو کہ میں بے بس ہو گیا ہوں تو اس غلط فہمی کو اپنے دلوں سے نکال دو۔ راڈز والی اس کرسی سے خود کو آزاد کرانا میرے لئے کچھ مشکل نہیں۔ یہ دیکھو۔“ کرنل بلیک نے تیز تیز لہجے میں کہا۔ ساتھ ہی اس نے کرسی کے دائیں پائے پر بوٹ کی لیڈی مخصوص انداز میں دے ماری۔ ”کٹاک کٹاک“ کی آوازوں کے ساتھ کرسی کے راڈز خود بخود واپس کرسی میں چلے گئے اور کرنل بلیک آزاد ہو گیا۔ اسے اس طرح کرسی سے آزاد ہوتے دیکھ کر ڈاکٹر عبد الباسط اور بلیک زیرو ایک جھٹکے سے اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بلیک زیرو نے نہایت چہرے سے ہستول نکال کر اس کا رخ کرنل بلیک کی جانب کر دیا مگر کرنل بلیک یوں مسکرا رہا تھا جیسے بلیک زیرو کے ہاتھ میں بچوں کے کھلونے والا ہستول ہو۔

”اس کھلونے کو واپس جیب میں رکھ لو مسٹر ایکسٹو۔ کرنل بلیک کے سامنے ان کھلونوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور تم دونوں واپس اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ میری کلائی میں جو گھڑی بندھی ہوئی ہے اسے غور سے دیکھو۔ یہ گھڑی نہیں انتہائی طاقتور اور نہایت تباہ کن ایس ایم ڈبلیو میگا پاور بم ہے۔ کلائی کو ہلکا سا جھٹکا دیا تو بم پھٹ جائے گا۔ میں تو مردوں گا ہی لیکن میرے ساتھ تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے اور اس میگا پاور بم کی وجہ سے یہ ساری کی ساری لیبارٹری ایک لمحے میں راکھ کا ڈھیر بن جائے گی۔ کیوں ڈاکٹر عبد الباسط تم ایس ایم ڈبلیو میگا پاور بم کی طاقت کے بارے میں جانتے ہی ہو ناں۔“ کرنل بلیک

نے زخمی سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر عبدالباسط اور بلیک زہرو کی نظریں بلیک وقت اس کی کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی پر پڑی جس کا ڈائل چمک رہا تھا اور تاریخ بتانے والے خانے میں سرخ رنگ کا بلب سپارک کر رہا تھا تو وہ اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔ اس جدید اور خوفناک حد تک تباہ کن بم کے بارے میں نہ صرف ڈاکٹر عبدالباسط جانتے تھے بلکہ بلیک زہرو بھی اچھی طرح سے واقف تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر شدید پریشانی ابھرتی تھی۔

”کرنل بلیک احمقانہ باتیں مت کرو اور خود کو ہمارے حوالے کر دو۔“ ڈاکٹر عبدالباسط نے اس کی جانب غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کرنل بلیک نے کبھی کسی سے ہارنا نہیں سیکھا ڈاکٹر عبدالباسط تم لوگوں کو اگر ہمارے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا ہے تو کیا ہوا۔ ہم اپنا کام لازمی کریں گے۔ میں تم دونوں کو ہمیں ختم کر دوں گا۔ ہمارے مرنے کے بعد اس پوری لیبارٹری پر میرا قبضہ ہو گا۔ میں اس لیبارٹری کا چیف بن جاؤں گا۔“ پھر..... ”ابھی کرنل بلیک نے استہی کہا تھا کہ اچانک چھت میں ایک چھوٹا سا خانہ کھلا اور دوسرے لمحے اس خانے سے روشنی کی ہر نکل اور کرنل بلیک پر پڑی۔ کرنل بلیک کو یوں محسوس ہوا جیسے اچانک اس کا سارا جسم نہ ہو گیا ہو۔ ہلنا جلنا تو درکنار اس کا منہ بات کرنے کے لئے جس انداز میں کھلا تھا ویسے کا دیہا ہی رہ گیا۔

”کیوں کرنل بلیک۔ اب کیا کہتے ہو۔ ایس دن سڑ سے چہارہ جسم مفلوج بنا دیا گیا ہے۔ اب اپنے جسم کو تم معمولی سی جتیش بھی نہیں دے سکتے۔ تمہیں ہم نے خاص طور پر ہسپتال روم میں بلوایا تھا۔ اس لیبارٹری کو اندرونی اور بیرونی طور پر دشمنوں کے ممکنہ حملوں سے بچانے کے لئے اس کا سکیورٹی سسٹم تیار کیا گیا ہے۔ تم جیسے خطرناک مجرموں سے کچھ بعید نہیں کہ کب کیا کر گزریں۔ تمہیں اس کمرے میں بلانے سے پہلے ہم نے آپریشن روم میں اپنا ایک آدمی بٹھا دیا تھا۔ جو ہماری باتیں سن رہا تھا۔ اسے ہدایات دی گئی تھیں کہ جیسے ہی تم خلاف معمول کام کرو تم پر ایس دن سڑ فائر کر دی جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اب تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ مفلوجی کی اس حالت میں نہ چہارہ چالاکی کام آ سکتی ہے، نہ تم اپنے سانس ہی تھیاروں سے کام لے سکتے ہو اور نہ ہی چہارہ ذہانت۔“ بلیک زہرو نے اٹھ کر اس کے قریب آتے ہوئے انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا۔ اس کی باتیں کرنل بلیک کے ذہن میں ہتھوڑے کی ضربوں کی طرح سے برس رہی تھیں۔ جتنی ہوئی بازی وہ اس طرح ہار جائے گا اس کے بارے میں اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں اچانک اندھیرے کی یلغار ہونا شروع ہو گئی تھی۔ مفلوج ہونے کی وجہ سے وہ سر جھٹک کر دماغ میں چھاننے والے اندھیرے کو دور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اندھیرا مکمل طور پر اسے اپنی گرفت میں لیتا چلا گیا۔



سیکرت سروس کے ممبر وہاں پہنچ چکے تھے۔ عمران نے شاذل کے روپ میں ان سے مل کر انہیں ہدایات دیں اور لیبارٹری کا سپیشل وے کھلو کر انہیں لیبارٹری کے اندر پہنچا دیا تھا۔ بلیک زرو نے اسے اطلاع دے دی تھی کہ اس نے کرنل بلیک کو پکڑ لیا ہے اور اس کا میک اپ کر کے خود اس کی جگہ سنبھال لی ہے۔ لیبارٹری کا تمام سیٹ اپ عمران نے اپنی مرضی کا تیار کیا تھا۔ کسی بھی جگہ اور کسی بھی مرحلے پر سنگ ہی اور تھریسا کو شک نہیں ہو سکتا تھا کہ عمران نے ان کی چال انہی پر الٹ دی ہے۔ ان کے آدمیوں کی جگہ اس نے وہاں اپنے آدمی تعینات کر دیئے تھے جو بظاہر سنگ ہی، تھریسا اور کرنل بلیک کے تحت کام کریں گے مگر درپردہ وہ عمران کے حکم پر کام کریں گے۔ اپنے کام سے فارغ ہو کر عمران واپس سنگ ہی کی رہائش گاہ پر آیا تو سنگ ہی نے اسے اس کمرے میں بلایا جہاں میز پر ٹرانسمیٹر رکھا تھا اور سنگ ہی کے ساتھ تھریسا بھی موجود تھی۔

عمران نے انہیں بتا دیا تھا کہ لیبارٹری کے باہر موجود کمانڈوز کی جگہ اس کے آدمی لے چکے ہیں۔ اس نے انہیں بتایا کہ وہ لیبارٹری والے علاقے میں رائگم گیس کے بم ساتھ لے گیا تھا۔ جہاں جاتے ہی اس نے اور وائٹ کنگ کے آدمیوں نے حملہ کر دیا تھا۔ وہ سب گیس ماسک پہننے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے رائگم گیس کے بم وہاں پھینکے تو دور نزدیک موجود تمام کمانڈوز اس گیس کے نیڑاثر کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ انہیں بے ہوشی کی حالت میں وہاں سے

ایک میز کے گرد سنگ ہی، تھریسا اور شاذل کے روپ میں عمران بیٹھے ہوئے تھے۔ میز پر ایک ٹرانسمیٹر بڑا تھا جو بالکل خاموش تھا۔ ان تینوں کی نگاہیں اس ٹرانسمیٹر پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران وائٹ کنگ سے مل کر اور اس سے آدمی لے کر انہیں زرو سروس کے حوالے کر کے واپس آ گیا تھا۔ زرو سروس کے ممبروں کو اس نے ان کا کام سمجھا کر ایس ایس ایم لیبارٹری پہنچا دیا تھا اور لیبارٹری کے باہر کمانڈوز کے کمانڈر کرنل اسرار حسین سے مل کر اس نے اسے ساری صورتحال سمجھا دی تھی اور زرو سروس کے ممبروں کو کمانڈوز کی جگہ لگا دیا گیا تھا کیونکہ وہ سب شکل و صورت سے بد معاش نظر آتے تھے۔ اگر انہیں کمانڈوز کی جگہ نہ لگایا جاتا تو سنگ ہی اور تھریسا کو کمانڈوز کے بارے میں علم ہو جاتا اور عمران کو کسی قدر پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا۔

بٹا دیا گیا اور ان کی جگہ اپنے آدمیوں نے سنبھال لی ہے۔ یہ سن کر سنگ ہی اور تھریسیا بہت خوش ہوئے تھے اور شاذل کی بہت تعریف کی تھی۔ وہ اس وقت لیبارٹری میں موجود کرنل بلیک کی کال کا انتظار کر رہے تھے۔ ٹھیک دس بجے کرنل بلیک نے لیبارٹری میں کارروائی کرنا تھی اور لیبارٹری میں راگم گیس پھیلتک کر وہاں موجود تمام افراد کو بے ہوش کرنا تھا اور پھر ان کے لئے سپیشل ویس کھولنا تھا جہاں وہ بغیر کسی چیکنگ کے لیبارٹری میں آسانی کے ساتھ داخل ہو جاتے۔ دس بج چکے تھے اس لحاظ سے کرنل بلیک کو اپنی کارروائی مکمل کر لینی چاہئے تھی اور کارروائی مکمل ہوتے ہی اس نے سنگ ہی کو کال کر کے اس کی اطلاع دینی تھی تاکہ سنگ ہی اور تھریسیا شاذل کو لے کر لیبارٹری میں پہنچ جاتے اور وہ لوگ وہاں اپنا کام شروع کر دیتے۔

"ہو نہ، کرنل بلیک کال کیوں نہیں کر رہا۔ دس سے اوپر کا وقت ہو چکا ہے۔ اب تک اس کی کال آجانی چاہئے تھی۔" تھریسیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دس بجے اسے راگم گیس بم فائر کرنا تھا۔ لیبارٹری میں کام کرنے والے افراد کی تعداد بہت ہے۔ ان کو ٹھکانے لگانے میں کچھ تو وقت بہر حال گتنا ہے۔ جیسے ہی اس کا کام مکمل ہو گا وہ کال کر لے گا۔ اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے۔" سنگ ہی نے کہا۔

"میرا دل کہہ رہا ہے کہ لیبارٹری میں کوئی گریڈ ہو گئی ہے۔" تھریسیا نے چند لمحے توقف کے بعد اچانک کہا اور اس کی بات سن کر نہ

صرف سنگ ہی بلکہ عمران بھی بری طرح سے چونک اٹھا اور حیرت سے تھریسیا کی جانب دیکھنے لگا۔

"گریڈ کیا مطلب۔ کسی گریڈ ہو سکتی ہے لیبارٹری میں۔" سنگ ہی نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کرنل بلیک کا کہنا ہے کہ اس نے عمران کو ہلاک کر دیا ہے اور کیٹس نے سیکرٹ سروس کے ممبروں کو زندہ چلا دیا تھا۔ سنگ ہی کیا یہ باتیں جہارے حلق سے اترتی ہیں۔ کرنل بلیک بنیادی طور پر ایک سائیس دان ہے۔ وہ ہماری طرح مجرموں اور دشمنوں سے لڑنے والا بدجنت نہیں ہے۔ علی عمران اور سیکرٹ سروس سے ہم کئی بار ٹکرا چکے ہیں۔ جب ہم ہر طرح کی کوشش کے باوجود عمران کا کچھ نہیں بگاڑ پائے تو کرنل بلیک کے ہاتھوں علی عمران کیسے ہلاک ہو سکتا ہے۔" تھریسیا نے الجھتے ہوئے سچے میں کہا۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو۔ جو کہنا ہے کھل کر کہو۔" اس کی باتوں کو سن کر سنگ ہی نے بھی الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"کرنل بلیک کا کہنا ہے کہ اس نے عمران کے بارے میں ساری معلومات اکٹھی کیں۔ اس کے فلیٹ کے سامنے اس نے دو سڑی بلڈنگ میں فلیٹ لیا جہاں سے وہ عمران کی کئی روز تک نگرانی کرتا رہا کہ وہ فلیٹ میں کب آتا ہے اور کب جاتا ہے۔ پھر اس نے سپیشل گن سے عمران پر کرپٹل بلسٹ فائر کی اور عمران کو ہلاک کر دیا۔ ذرا سوچو سنگ ہی جب کرنل بلیک عمران کے فلیٹ یا عمران کی نگرانی کر رہا

تھا عمران کو اس بات کا پتہ نہیں چلا ہو گا کہ اس کی نگرانی کی جارہی ہے۔ وہ ہزاروں آنکھیں رکھنے والا انسان ہے اور اپنے سامنے پر بھی گہری نظر رکھتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے اپنی نگرانی کا علم نہ ہو! ہو اور کیا یہ ضروری ہے کہ کرنل بلیک نے جیسے ہلاک کیا ہو وہ علی عمران ہی ہو۔ کرنل بلیک خود کو میک اپ کا بہت بڑا ماسٹر سمجھتا ہے۔ لیکن میک اپ کرنے میں عمران بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ عمران کی جگہ کوئی اور ہلاک ہوا ہو۔ سپیشل گن میں موجود کبیر نے عمران کی موت کی جو فلم بنائی تھی اس میں نے عمران کو فلیٹ سے انتہائی بو کھلائے ہوئے انداز میں نکلتے دیکھا تھا۔ اگر وہ علی عمران تھا تو اسے اس طرح بو کھلائے ہوئے انداز میں فلیٹ سے باہر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ عمران کی جس انداز میں موت واقع ہوئی ہے اس سے تو پورے ملک میں شور مچ جانا چاہیے تھا۔ عمران کی موت کی خبر اس کے گھر والوں تک نہیں پہنچائی گئی۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ دوسرے جس انداز میں سیکرٹ سروس کے ممبر کام کر رہے تھے مجھے اس کی بھی اطلاعات موصول ہوئی تھیں۔ ان کے کام کرنے کے انداز سے یہ ظاہر ہی نہیں ہوتا تھا کہ انہیں یا تو عمران کی موت کا علم ہی نہیں ہے یا پھر جیسے عمران کی موت ان کے لئے کوئی معنی ہی نہیں رکھتی۔ "تھریشا کبھی چلی گئی اور اس کی ذہانت پر عمران دل ہی دل میں عیش عیش کرتا تھا۔"

ہے کہ عمران جیسا شیطان واقعی ابھی زندہ ہے اور وہ درپردہ رہ کر ہمارے خلاف کام کر رہا ہے۔" سنگ ہی نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"اگر اسے ہمارے پروگرام کی بھنک مل چکی ہوگی تو سوچو وہ کیا کر سکتا ہے۔" تھریسیا نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ابھی تک محاطات بالکل ہماری توقع کے مطابق جارہے ہیں۔ کسی بھی مرحلے میں ہمیں کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اگر عمران زندہ ہوتا تو کیا کرنل بلیک آسانی سے لیبارٹری میں داخل ہو سکتا تھا۔" سنگ ہی نے کہا۔

"ہاں واقعی، یہ بات ہمارے حق میں جاتی ہے کہ کرنل بلیک کم از کم لیبارٹری میں گھسنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اب اگر ہم اس مشن میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں کرنل بلیک کے پاس خوفناک واپس جیم ہے وہ کسی بھی وقت اس لیبارٹری کو تباہ کر سکتا ہے۔ لیبارٹری کی تباہی بھی پاکیشیا کے لئے کم نقصان کا باعث نہیں بنے گی۔ اس وقت اس لیبارٹری اور سپر سیٹ میڈائل کی تیاری میں پاکیشیا کثیر سرمایہ خرچ کر چکا ہے۔ اس لیبارٹری کی تباہی اس کی کمر توڑ کر رکھ دے گی۔"

"تم کیوں اسے اس قدر اہم سمجھتے ہو؟" شازب نے جہاد ابھی کئی بار عمران سے ٹکراؤ ہو چکا ہے۔ جہاد کی ہمت ابھی کافی ہے۔ لیکن عمران زندہ ہوتا تو ان حالات میں لیبارٹری کو بچانے کے لئے اسے کتنا کڑا فیصلہ کرنا پڑتا۔ تھریسیا نے اچانک عمران

ہمارے آس پاس ہی موجود ہے۔ مجھے اپنے سر پر ایک انجان سا خطرہ  
منڈلاتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔" تحریر کا لہجہ پریشانی میں ڈوبا ہوا تھا۔  
"ہونہ، وہم ہے جہار۔ شاول ٹھیک کہتا ہے اگر عمران زندہ  
ہوتا تو ہم اب تک اس طرح آرام سے بیٹھے باتیں نہ کر رہے ہوتے۔"  
سنگ ہی نے میز داری سے کہا۔ اس سے پہلے کہ تحریر اس کی بات کا  
کوئی جواب دیتی اچانک میز پر رکھا ہوا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا اور اس میں  
سے مترنم سینی کی آواز آنے لگی۔ ٹرانسمیٹر کے آن ہوتے ہی وہ چونک  
پڑے۔ سنگ ہی نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔  
"ہیلو، ہیلو کے بی کاٹنگ۔ کے بی کاٹنگ۔" بٹن آن ہوتے ہی  
کرنل بلیک کی تیز آواز سنائی دی۔

"ہیں۔ ایس ایچ ایڈنگ یو۔ سنگ ہی نے تیز لہجے میں کہا۔  
ٹرانسمیٹر جدید طرز کا تھا۔ اس میں سپیکر اور مائیک لگے ہونے کی وجہ  
سے بار بار اور کہنے کا کوئی الجھن نہ تھا۔  
"ایس ایچ۔ میں نے کارروائی مکمل کر لی ہے۔ لیبارٹری میں  
موجود تمام افراد کو میں نے ٹھکانے لگا دیا ہے تم اپنے آدمیوں کو لے  
کر فوری طور پر یہاں پہنچ جاؤ تاکہ میں جہارے لئے لیبارٹری کا پشیل  
وے کھول دوں۔ دوسری طرف سے کرنل بلیک کی آواز سنائی دی۔  
"دوری گڈ۔ لیکن جہیں ہماری آمد کا پتہ کیسے چلے گا اور ہمیں کیسے  
معلوم ہوگا کہ لیبارٹری میں داخل ہونے کا پشیل وے کہاں ہے۔"  
تحریر نے جلدی سے پوچھا۔

سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔  
"عمران اگر زندہ ہوتا تو وہ سنگ ہی اور آپ کی پاکیشیا میں  
موجودگی ظاہر ہوتی ہی سب سے پہلے لیبارٹری کا محاصرہ کرتا اور  
لیبارٹری کو مکمل طور پر سیل کر دیتا اور ہم لوگوں کی تلاش میں دن  
رات ایک کر ڈالتا۔" عمران نے کہا۔  
"ہونہ، ہمارے بارے میں اسے کیسے پتہ چل سکتا تھا کیا ہم عام  
حلیوں میں سڑکوں اور بازاروں میں گھومتے رہتے ہیں۔" سنگ ہی نے  
منہ بناتے ہوئے کہا۔

"عمران نے یہاں ایسے نیٹ ورک قائم کر رکھے ہیں جس کی وجہ  
سے پاکیشیا میں موجود کسی بھی مجرم کو تلاش کر لینا اس کے لئے ذرا  
بھی مشکل نہیں ہوتا۔ میرا تو اندازہ ہی ہے کہ نہ صرف عمران زندہ  
رہے بلکہ اسے ہمارے مشن کی بھی تمام معلومات حاصل ہو چکی ہیں  
اور وہ ہمارے مشن کو ناکام بنانے کے لئے اپنی ہر ممکن کوشش  
کرے گا۔ چاہے وہ ایسا عین آپریشن کے آخری لمحات میں ہی کیوں  
کرے۔" تحریر نے کہا۔ اس کے لہجے کی چٹنگی سے عمران کے ذہن  
میں خطرے کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو گئی تھیں۔  
"آخر تم یہ بات اس قدر دتوق سے کیسے کہہ سکتی ہو۔" سنگ ہی  
نے بری طرح سے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

"عمران کا فلیٹ سے بو کھلائے ہوئے انداز میں نکلنا میرے ذہن  
میں کھٹک رہا ہے اور نہ جانے کیوں مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے عمران

”آپ لوگ جا کر کے شمالی پہاڑی علاقے میں پہنچ جائیں۔ جہاں ایک مصنوعی جھیل ہے۔ میں اب سے ٹھیک ایک گھنٹہ بعد پیشکش دے سکوں گا۔“  
وے کھول کر باہر آؤں گا اور آپ کو اپنے ساتھ اندر لے جاؤں گا۔“  
کرنل بلیک نے کہا۔

”ہاں، یہ مناسب رہے گا۔ ٹھیک ہے کے بی ہم آرہے ہیں۔ سنگ ہی نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”کیا یہ واقعی کرنل بلیک تھا؟“ تھریسیا نے اچانک کہا اور اس کی بات سن کر نہ صرف سنگ ہی بلکہ عمران بھی بری طرح سے چونک اٹھا۔ کرنل بلیک کی آواز میں بلیک زبرو بات کر رہا تھا گو وہ کرنل بلیک کے لب و لہجے کی پوری نقل کر رہا تھا لیکن عمران اس کی آواز سنتے ہی پہچان گیا تھا۔

”تھریسیا، تم ہر بات میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اب کرنل بلیک نے ایسی کون سی بات کہہ دی ہے جو تم اس قدر پریشان ہو گئی ہو۔“ سنگ ہی نے اسے غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”سنگ ہی تجھے ابھی تک ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم کسی بہت بڑے بال میں پھنسنے والے ہیں۔ کرنل بلیک کے لہجے میں تجھے تبدیلی کا شائبہ ہوا ہو۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی آواز بدل کر کرنل بلیک کے انداز میں بات کر رہا تھا اور وہ آواز بدلنے کی مہارت یہاں صرف اور صرف علی عمران کے پاس ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کرنل بلیک کو

لیبارٹری میں ٹریپ کر لیا گیا ہو اور عمران نے اس کی جگہ سنبھال کر ہمیں بھی ٹریپ کرنے کی کوشش کی ہو۔“ تھریسیا نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ اس کی ذہانت پر عمران سچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اسی وقت تھریسیا کی گردن پکڑ کر اسے اٹھا کر زمین پر پھینک دے۔

”احمقانہ باتیں مت کرو تھریسیا۔ اگر علی عمران زندہ ہوتا اور اس نے کرنل بلیک کی جگہ لے لی ہوتی تو سب سے پہلی بات یہ کہ اسے ہمارے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی کا کیسے پتہ چلتا ہے اور پھر اسے ہمیں لیبارٹری میں بلا کر رسک لینے کی کیا ضرورت تھی۔“ سنگ ہی نے کہا۔ تھریسیا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چند لمحوں سوچتی رہی پھر اس نے اٹھ کر ٹرانسمیٹر کا بین دبایا اور اس پر لگے ہوئے ڈائل کو گھما کر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگی۔ فریکوئنسی ایڈجسٹ ہوتے ہی ٹرانسمیٹر سے مترنم سیٹی جیسی آواز نکلی اور پھر کرنل بلیک کی آواز ابھرنے لگی۔

”یس۔ کے بی انڈنگ یو۔ اور۔“ بلیک زبرو کی آواز سن کر عمران نے بے اختیار ہونٹ بھیجنے لے۔ تھریسیا کو شاید اس پر شک ہو گیا تھا اس لئے تصدیق کرنے کی خاطر اس نے دوبارہ کرنل بلیک کو کال کی تھی۔ لازمی بات ہے وہ کرنل بلیک سے ایسی باتیں پوچھے گی جس کا پتہ بلیک زبرو کو نہیں ہو سکتا تھا۔ اس طرح ان پر بلیک زبرو کی اصلیت کھل جاتی اور عمران کا بنایا ہوا ساراکام جو پٹ ہو جاتا۔ ان

”میرا خیال ہے واقعی کرنل بلیک کا سیٹ خراب ہو گیا ہے۔ اس

”کے بی۔ بی۔ ٹی تھری بی بول رہی ہوں۔ زیرو لینڈ سے روانگی سے قبل میں نے تمہیں زیرو ایکس تھری ون ٹائن کا جو ٹرانسمیٹر دیا تھا۔ اس کا کوڈ اور فریکوئنسی بتاؤ۔ اور“۔ تھری بی سے کرنل بلیک سے مخاطب ہو کر بڑے سپاٹ لہجے میں کہا اور عمران دل میں کراہ اٹھا۔

لئے اس سے رابطہ نہیں ہو رہا۔ اس نے ہمیں لیبارٹری میں بلوایا ہے۔ اگر وہ غلط آدمی ہو تو ہم اسے وہیں ڈھیر کر دیں گے اور یہ رٹری میں داخل ہو جائیں گے۔“ تھریسیانے سر بھٹکتے ہوئے کہا۔

”یس مادم۔ اگر کچ عماران زندہ ہے تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں گا۔ ویسے بھی اس سے بہت سے پرانے حساب چکانے ہیں۔ اس بار میں پوری تیاری کر کے آیا تھا اگر عمران اور میرا ٹکراؤ ہوا تو میں اسے زمین چلنے پر مجبور کر دوں گا اور اسے اپنے ہاتھوں زمین میں گاڑ دوں گا۔“ عمران نے شاول کے انداز میں جلدی سے کہا۔

”ہونہ، ٹھیک ہے۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ آؤ چلتے ہی۔ واقعی ہمارا سب سے پہلا کام لیبارٹری میں داخل کا ہے۔“ جند لکھے توقف کے بعد سنگ ہی نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا اور عمران کے دل و دماغ میں سکون کی ہریں سراپت کرتی چلی گئیں۔

”لیبارٹری میں لے جانے والے آدمی کہاں ہیں۔“ سنگ ہی نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

وہ چاکور کے علاقے میں ہی ہیں اور ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا اور سنگ ہی نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر وہ تینوں کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

بلیک زرو نے کرنل بلیک کو اچھی طرح سے باندھ کر ایک کمرے میں ڈال دیا تھا اور اس کی کلائی سے بندھی ہوئی گھڑی اور اس کی جیبوں سے تمام چیزیں نکال کر اپنے قبضے میں لے لی تھیں۔ جن میں ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ اور اسے استعمال کرنے کا طریقہ وہ جانتا تھا۔ شاول اور عمران کے درمیان جو باتیں ہوئی تھیں عمران نے بلیک زرو کو اس کی ساری تفصیلات بتا دی تھی۔ کرنل بلیک بن کر اسے سنگ ہی کو جو رپورٹ دینی تھی اس کے بارے میں بھی عمران نے اسے ہدایات دے دی تھیں۔ بلیک زرو کرنل بلیک کا میک اپ تو آسانی سے کر سکتا تھا لیکن اس کا لب و لہجہ اور اس کی آواز اپنا ناس کے لئے کافی مشکل تھا۔ اس فن میں عمران ہی ماہر تھا۔ لیکن بہر حال اسے کرنل بلیک کا لب و لہجہ اور آواز اختیار کرنی تھی کیونکہ اسے سنگ ہی جیسے شاطر انسان سے بات کرنی تھی اور اس

انداز میں بات کرنی تھی کہ کسی بھی طرح سنگ ہی کو اس پر شک نہ ہو سکے۔ وہ کرنل بلیک کی آواز کی کافی دیر تک پریکٹس کرتا رہا پھر جب اس نے محسوس کیا کہ اس نے کافی حد تک کرنل بلیک کے لب و لہجے کو اپنا لیا ہے تو وہ الگ کمرے میں جا کر سنگ ہی کو رپورٹ کرنے کے لئے ٹرانسمیٹر پر کال کرنے لگا۔ ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی پہلے سے ہی ایڈجسٹ تھی جس کی وجہ سے اسے کال ملانے میں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اسے سنگ ہی کی مخصوص آواز سنائی دی۔

کرنل بلیک کے لب و لہجے میں بلیک زیرو نے عمران کی ہدایات کے مطابق سنگ ہی کو لیبارٹری میں آنے کے لئے کہا تھا۔ جب سنگ ہی اور تھریسیا نے اس سے بات کی اور انہوں نے اس کے لب و لہجے پر کوئی خدشہ ظاہر نہ کیا تو بلیک زیرو کا اعتماد اور بڑھ گیا۔ وہ کرنل بلیک کی آواز کی نقل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن پھر بھی اسے خدشہ تھا کہ اگر انہیں اس پر شک ہوا تو وہ لامحالہ اسے دوبارہ کال کریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے اور پھر کچھ دیر بعد جب اچانک ٹرانسمیٹر کی سٹیج بجنے لگی تو اس نے بے اختیار ہونٹ بھیجنے لئے۔ گویا انہیں سخت احتیاط کے باوجود اس پر شک ہو گیا تھا۔

"یس۔ کے بی انڈنگ یو۔ اور۔" اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کرتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"کے بی، ٹی تھری بی بول رہی ہوں۔ زیرو لینڈ سے روانگی سے قبل میں نے تمہیں زیرو ایکس تھری ون نائن کا جو ٹرانسمیٹر دیا تھا۔ اس کا کوڈ اور فریکوئنسی بتاؤ۔ اور۔" دوسری جانب سے تھریسیا کی تیز اور کرسٹ آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ کے بی بول رہا ہوں۔ کس نے کال کی ہے۔ بات تو کرو۔ اور۔" بلیک زیرو نے تیز لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر کو زور زور سے ہلانے لگا جس سے ٹرانسمیٹر میں کھڑکھڑاہٹ کی آواز پیدا ہونے لگی۔

"تھریسیا بول رہی ہوں کے بی۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔ اور۔" تھریسیا کی محنتی ہوئی آواز آئی۔ بلیک زیرو کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ وہ زور زور سے ٹرانسمیٹر کو ہلا رہا تھا جس سے ٹرانسمیٹر میں شور کی آواز بڑھتی جا رہی تھی۔

"ہیلو، ہیلو، ہونہہ لگتا ہے گرنے کی وجہ سے ٹرانسمیٹر میں کوئی غرابی واقع ہو گئی ہے۔ ہیلو، ہیلو آپ کی آواز سنائی نہیں دے رہی۔ پلیز دوبارہ کال کریں۔ اور۔" بلیک زیرو نے جھپٹے ہوئے کہا اور پھر جلدی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا اور ٹرانسمیٹر کو زمین پر گر دیا۔ جس سے ٹرانسمیٹر کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا۔ بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر جیب میں ڈال لیا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا اور مختلف راہداریوں سے ہوتا ہوا وہ اسی کمرے کی جانب بڑھنے لگا جہاں اس نے کرنل بلیک کو بند کر رکھا تھا۔ تھریسیا نے اس سے جس ٹرانسمیٹر کے کوڈ اور فریکوئنسی کے بارے میں پوچھا تھا وہ کرنل بلیک سے اس کی



تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ آیا تھریسا نے اسے واقعی ایسا کوئی ٹرانسمیٹر دیا بھی تھا یا نہیں۔

کمرے کے دروازے پر اس نے نعمانی اور صدیقی کی ڈیوٹی لگا دی تھی۔ وہ چونکہ میک اپ میں تھا اس لئے اس نے ان سے اپنا تعارف لیبارٹری کے سیکورٹی انچارج کی حیثیت سے کرایا تھا اور انہیں ایکسٹو کا حکم بھی سنایا تھا جس میں شاول کے ساتھ ساتھ اس کا حکم بھی ماننے کے لئے کہا گیا تھا۔ ایکسٹو کا حکم ہو اور سیکرٹ سروس نہ مانے یہ کیسے ممکن تھا۔ بلیک زیرو انہیں اپنے ساتھ لیبارٹری میں لے آیا تھا اور ان کی ڈیوٹیاں لیبارٹری کے مختلف حصوں میں لگا دی تھیں۔

"کوئی اس طرف آیا تو نہیں۔" بلیک زیرو نے نعمانی اور صدیقی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔" انہوں نے نفی میں سر ہلا کر ایک ساتھ جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم دونوں یہاں جو کئے کھڑے رہو۔ میں اندر کر نل بلیک سے چند ضروری باتیں پوچھنے جا رہا ہوں۔" بلیک زیرو نے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو انہوں نے اشتیاب میں سر ہلا دیئے۔ بلیک زیرو نے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ کمرہ خاصا وسیع تھا۔ سامنے ایک کرسی پر کر نل بلیک بری طرح سے بندھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے ابھی تک اس کا جسم بے حس و حرکت ہو۔ بلیک زیرو نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور کر نل بلیک کی جانب بڑھتا چلا

گیا۔

"کر نل بلیک، میں تم سے چند ضروری باتیں پوچھنے آیا ہوں۔" بلیک زیرو نے اس کے قریب جا کر سر دھچکے میں کہا۔ ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک سرخ نکالی جس پر کیپ لگی ہوئی تھی۔ کیپ اتار کر اس نے ایک طرف پھینچی اور سوئی کر نل بلیک کے بازو میں اتار دی۔ سرخ میں موجود ہلکے گلابی رنگ کا کھول بلیک زیرو نے اس کے بازو میں انجیکٹ کیا اور ایک جھٹکے سے سوئی نکال کر سرخ ایک طرف پھینک دی۔ پھر اس نے ایک طرف پڑی ہوئی کرسی اٹھائی اور کر نل بلیک کے سامنے آ بیٹھا اور غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ کر نل بلیک کی آنکھیں کبوتر کے خون کی طرح سرخ ہوتی دکھائی دے رہی تھیں پھر اچانک کر نل بلیک کا سارا جسم لرزنے لگا۔ جلد لگے وہ بری طرح لرزتا رہا پھر اس کے سارے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کے جسم کی لرزش یقیناً ختم ہو گئی۔

"فی تھری بی نے تمہیں زیرو ایکس تھری ون نائن ٹرانسمیٹر دیا تھا۔ وہ کہاں ہے۔" بلیک زیرو نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کر نل بلیک نے پہلے حیرانی سے پھر اچانک جو تک کر بلیک زیرو کی طرف دیکھا جیسے وہ تھریسا کا پلان سمجھ گیا ہو۔

"وہ ٹرانسمیٹر مجھ سے گم ہو گیا تھا۔" کر نل بلیک نے کہا۔ اس کے انداز سے بلیک زیرو سمجھ گیا کہ تھریسا نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ ایسا کوئی ٹرانسمیٹر کر نل بلیک کو نہیں دیا تھا۔

کے ساتھ اس کے جسم سے بندھی ہوئی رسیاں ٹوٹتی چلی گئیں۔ اس سے پہلے کہ بلیک زبرو کچھ کھٹکا کر نل بلیک نے اچانک اس پر جھلانگ لگا دی۔ وہ توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح بلیک زبرو سے ٹکرایا تھا اور بلیک زبرو کرسی سمیت الٹ کر گر گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ نل بلیک، بلیک زبرو پر ہلٹ کر لات مارتا۔ بلیک زبرو تیزی سے کروٹ بدل گیا اور اس تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”بہت خوب۔ لگتا ہے جہاز اڑنے کا ارادہ ہے۔ چلو ٹھیک ہے آج ذرا جہاز کی طاقتوں کا بھی امتحان ہو جائے۔ سنا ہے تمہیں دست بدست لڑنے کا بڑا تجربہ ہے اور جہاز سے سامنے بڑے سے بڑا سورا بھی نہیں ٹک سکتا۔“ بلیک زبرو نے اسے تاؤ دلانے والے انداز میں کہا۔ نل بلیک بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور انتہائی خوشخوارانہ لگا ہوں سے بلیک زبرو کو گھور رہا تھا۔

”تم نے ٹھیک سنا ہے ایکسٹو۔ میں بہت اچھا شکاری بھی ہوں۔ جنگلوں میں خالی ہاتھوں کئی شیریں اور گرناذیل ہاتھوں کا مقابلہ کر چکا ہوں اور ان کی گردنیں توڑنے میں، میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ تم میرے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہو۔ تمہیں تو میں جلد ہی لمحوں میں معمولی جیونٹی کی طرح اپنی انگلیوں سے مسل کر رکھ دوں گا۔“ نل بلیک نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہونہہ، آؤدیکھوں کس طرح تم مجھے جیونٹی کی طرح مسئلے ہو۔“ بلیک زبرو جو اب آغزایا۔ اسی وقت نل بلیک نے بلیک زبرو پر حملہ کر

”مسٹر ایکسٹو۔ جہاز بھلائی اسی میں ہے کہ تم مجھے آزاد کر دو۔ تم نے میرے ہاتھ سے ریست واپس اتار کر اگر یہ سمجھ لیا ہے کہ تم اپنی اس لیبارٹری کو میرے ہاتھوں تباہی سے بچا لو گے تو یہ جہاز بھول ہے۔ اس لیبارٹری سے یا تو ہمارا مشن مکمل ہو گا یا پھر اس لیبارٹری کو ہی تباہ کر دیا جائے گا۔ دونوں صورتوں میں جیت ہماری ہوگی صرف ہماری۔ میں اس لیبارٹری میں پچھلے تیس گھنٹوں سے موجود ہوں۔ جہاز کیا خیال ہے میں یہاں صرف جھک مارنے کے لئے آیا تھا۔“ نل بلیک نے بلیک زبرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انتہائی سرد اور طعنے لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر بلیک زبرو مسکرا دیا۔

”تم یہاں پچھلے تیس گھنٹوں سے موجود ہو تو میں بھی پچھلے کئی گھنٹوں سے یہیں ہوں اور میں نے بھی یہاں آکر جھک نہیں ماری۔ ڈاکٹر عبدالباسط کی مدد سے میں نے سپر سونک آرڈی ایکس مشین سے پوری لیبارٹری کو چیک کر لیا ہے۔ تم نے لیبارٹری کے مختلف حصوں میں میگا پاور کے جو چپ بم لگائے تھے وہ ہٹائے گئے ہیں اور تم نے میزائل لانچنگ سسٹم میں جو گریڈ کی تھی اسے بھی درست کر لیا گیا ہے۔ اس لئے مجھے دھمکانے کی کوشش مت کرو۔“ بلیک زبرو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر نل بلیک نے بے اختیار ہونٹ بھیج دی۔

”اس کے باوجود یہ لیبارٹری تباہ ہوگی اور میرے ہاتھوں ہوگی۔“ نل بلیک نے غراتے ہوئے کہا۔ اسی وقت کلرک کلرک کی آوازوں

کی زوردار ٹھوکر کرنل بلیک کے چہرے پر ماری۔ کرنل بلیک نے بچنے کی بے حد کوشش کی لیکن بوٹ کی ٹوہ اس کے چہرے پر بڑھ چکی تھی وہ ایک بار پھر گر پڑا۔ اب تو بلیک زبرد پر جیسے دیوانگی سوار ہو گئی۔ تواتر سے وہ کرنل بلیک کو ٹھوکریں مارتا چلا گیا جس کی وجہ سے کرنل بلیک کا چہرہ ہلہولہاں ہو گیا تھا۔

ایک بار جو بلیک زرو نے کرنل بلیک کی گردن پر ٹھوکر رسید کرنے کی کوشش کی تو اچانک کرنل بلیک نے اس کا پاؤں پکڑ لیا اور ایک جھٹکے سے اس نے بلیک زرو کی ٹانگ مروڑ دی۔ بلیک زرو الٹ کر گر پڑا۔ کرنل بلیک تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس بار اس نے بوٹ کی ٹھوکر بلیک زرو کی پسلیوں پر ماری تھی۔ ضرب خاصی زوردار اور بھروور تھی جس کی وجہ سے بلیک زرو کے چہرہ بگڑ گیا تھا۔ کرنل بلیک نے دوسری ضرب لگائی مگر بلیک زرو تیزی سے مڑ گیا اور اپنی ٹانگ کرنل بلیک کی دوسری ٹانگ پر دے ماری جس سے کرنل بلیک اچھل کر ایک بار پھر زمین پر گر گیا۔ مگر وہ زمین سے یوں اٹھ کر کھڑا ہو گیا جیسے زمین پر لگے ہوئے سپرنگوں نے اسے اچھال دیا ہو۔ بلیک زرو نے بھی اٹھنے میں درر نہیں لگائی تھی۔

"خاصے سخت جان واقع ہوئے ہو۔ ورنہ کرنل بلیک کے سامنے اتنی درر ٹھہرنے کی کوئی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔" کرنل بلیک نے خونخوار نظروں سے بلیک زرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک بار پھر بلیک زرو پر وار کرنے کے لئے مچھٹا مگر اس بار وہ جیسے ہی

دیا۔ لیکن بلیک زرو تیار تھا وہ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور کرنل بلیک اپنی جھونک میں آگے ٹکل گیا۔ پیچھے سے بلیک زرو نے اس کی پشت پر زوردار لات دے ماری۔ کرنل بلیک اچھل کر منہ کے بل زمین پر جا گرا۔ بلیک زرو نے آگے بڑھ کر اس کی گردن پر ہاتھ ڈال دیا اسی لمحے کرنل بلیک زخمی ناگ کی طرح پلٹا اس نے ہاتھ گھما کر بلیک زرو کے منہ پر مارنے کی کوشش کی مگر بلیک زرو نے تیزی سے سر پیچھے کرتے ہوئے اس کا سر زرو سے زمین پر مار دیا۔ کرنل بلیک کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکل گئی۔ اس نے نہایت پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹانگ اٹھا کر بلیک زرو کے پیٹ میں ماری۔ بلیک زرو کے منہ سے اورغ کی آواز نکلی اور وہ لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس وقت کرنل بلیک تیزی سے اٹھا اور اس نے اٹھتے ہی اپنی جگہ سے اچھل کر سر کی زوردار ٹکر بلیک زرو کی ناک پر ماری۔ بلیک زرو الٹ کر دیوار کے پاس جا گرا۔ کرنل بلیک کی زوردار ٹکر کی وجہ سے اس کی ناک سے خون بہہ نکلا تھا۔ جیسے ہی بلیک زرو زمین پر گر کر کرنل بلیک نے اس پر پھلانگ لگا دی۔ لیکن بلیک زرو تیزی سے کروٹ بدل گیا اور کرنل بلیک کرسی سے ٹکراتا ہوا فرش پر گر گیا۔ اس نے گرتے ہی پیر کے زور سے کرسی بلیک زرو پر اچھال دی۔ بلیک زرو تیزی سے ایک طرف ہو گیا اور کرسی اڑتی ہوئی پیچھے دیوار سے جا ٹکرائی۔

اس سے پہلے کہ کرنل بلیک زمین سے اٹھتا بلیک زرو نے بوٹ

بلیک زرو کے قریب آیا بلیک زرو نے ایک اونچی چھلانگ لگائی اور کرنل بلیک اس کے نیچے سے نکلتا چلا گیا۔ بلیک زرو کے قدم جیسے ہی دوبارہ زمین پر گئے وہ تیزی سے مڑا اور اس نے کرنل بلیک کی پشت پر پوری قوت سے لات دے ماری۔ کرنل بلیک زمین سے اچھلا اور اڑتا ہوا سانسے دیوار سے جا ٹکرایا اور دیوار سے ٹکرا کر الٹ پڑا۔ بلیک زرو چھلانگ لگا کر اس کے قریب آیا اور پھر اس کی ٹانگیں مشین کی طرح چلنے لگیں۔ کمرہ کرنل بلیک کی تیز چٹخوں سے گونج اٹھا اور پھر آہستہ آہستہ اس کی جینٹیں دم توڑتی چلی گئیں۔ بلیک زرو نے ایک زوردار ٹھوکر اس کے سر پر رسید کی۔ کرنل بلیک کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

"ہو نہ، خود کو بڑا طاقتور سمجھتا تھا۔" بلیک زرو کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ اس نے جیب سے رومال نکالا اور ناک سے نکلنے والے خون کو صاف کرنے لگا۔ پھر اس نے جھک کر کرنل بلیک کی نبض چیک کی۔ کرنل بلیک مکمل طور پر بے ہوش تھا۔ اس کا سر اور چہرہ خون سے بھرا ہوا تھا۔ بلیک زرو نے اسے جھک کر اٹھایا اور لا کر پھر اسی کرسی پر بٹھا دیا جس پر وہ پہلے بندھا ہوا تھا اور اپنی جسمانی طاقت استعمال کر کے اس نے رسیاں کچے دھاگے کی طرح سے توڑ دی تھیں۔

"ہو نہ، اگر عمران صاحب کا ہمیں زندہ رکھنے کا حکم نہ ہوتا تو میں تمہیں یہی ختم کر دیتا کرنل بلیک۔" بلیک زرو نے نفرت بھرے

لہجے میں کہا اور کمرے میں موجود ایک الماری کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر نائیلین کی رسی کا بنڈل نکالا اور واپس آ کر ایک بار پھر کرنل بلیک کو باندھنے لگا۔ اس بار اس نے کرنل بلیک کو ایک خاص انداز میں باندھا تھا۔ رسی کے دو تین بل اس کی گردن پر بھی دے دیئے تھے۔ اگر کرنل بلیک زور لگا کر رسی توڑنے کی کوشش کرتا تو گردن میں پڑے ہوئے بل اس کی گردن دبا دیتے۔ کرنل بلیک کو اچھی طرح باندھ کر اس نے کرنل بلیک کے کان کے نیچے گردن کی ایک خاص رگ انگلیوں میں لے کر دبا دی۔ اب کرنل بلیک طویل مدت کے لئے بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب تک اسی رگ کو دوبارہ ایک خاص انداز سے مسلا نہ جاتا کرنل بلیک کو کسی بھی طرح ہوش نہیں آ سکتا تھا۔ رگ کے اس خاص استعمال کا طریقہ اسے عمران نے ہی بتایا تھا۔ کرنل بلیک کی طرف سے بے فکر ہو کر بلیک زرو کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

نعمانی اور صدیقی دروازے پر اسی طرح جو کس کھڑے تھے۔ کمرہ چونکہ ساؤنڈ پروف تھا اس لئے وہ کمرے میں ہونے والی اٹھک بچ سے قطعی لاعلم تھے۔ انہوں نے جو بلیک زرو کو زخمی حالت میں کمرے سے نکلتے دیکھا تو وہ بری طرح سے چونک اٹھے۔

"سراپ۔" نعمانی نے کہنا چاہا لیکن بلیک زرو نے اس کی بات کاٹ دی اور کہا۔

"کرنل بلیک نے میرے ساتھ نکرانے کی کوشش کی تھی۔ جس

کا اس نے خمیازہ بھگت لیا ہے۔ تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ ہمیں لیبارٹری میں موجود سائنسدانوں اور دوسرے تمام لوگوں کا میک اپ کرنا ہے۔ سنگ ہی اور تھریلیا لیبارٹری میں آ رہے ہیں۔ انہیں یہی سہ چلنا چاہئے کہ لیبارٹری میں وہی لوگ کام کر رہے ہیں۔ ان سب کو میں ہدایات دے چکا ہوں۔ بس ان سب کا میک اپ کرنا باقی ہے۔“ بلیک زبرد نے کہا اور اس کی بات سن کر وہ دونوں حیران رہ گئے۔

”سنگ ہی اور تھریلیا۔ اوہ، تو یہ سارا کھیل ان دونوں کا رچایا ہوا ہے۔ لیکن سران دونوں کو لیبارٹری میں کیوں لایا جا رہا ہے۔“ صدیقی نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

”ان دونوں کو یہاں جہاز الیڈر شاول لایا ہے۔ کیوں لایا ہے اس کا جواب تم اسی سے پوچھ لینا۔“ بلیک زبرد نے سخت لہجے میں کہا۔ شاول کا نام سن کر صدیقی اور نعمانی نے سختی سے ہونٹ بھیجنے لے۔ نجانے کیوں اس نام سے نہ صرف انہیں بلکہ سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبروں کو بھی چڑی ہو گئی تھی۔ بلیک زبرد آگے بڑھتا چلا گیا اور وہ سر جھٹکتے ہوئے اس کے پیچھے چل پڑے۔

ایکسٹنٹ کی کال ملتے ہی جولیا، جوزف اور سلیمان کو لے کر چاکو کی پہاڑیوں کی طرف نکل کھڑی ہوئی تھی۔ سلیمان آگے جبکہ جوزف پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور ڈرائیونگ سیٹ پر جولیا موجود تھی جو کار نہایت تیز رفتاری سے چاکو جانے والی سڑک پر دوڑا رہی تھی۔ اچانک جولیا کی نظر بلیک ویو مرر پر پڑی۔ بلیک ویو مرر میں اسے ایک سفید رنگ کی کار دکھائی دی۔ اس کار کو دیکھ کر جولیا بری طرح سے چونک اٹھی۔

”اوہ، ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ سفید کار کافی دیر سے ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ پہلے میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی مگر اس علاقے میں آنے کا مطلب ہے کہ کار ہمارے ہی پیچھے لگی ہوئی ہے اور کار ایک لڑکی ڈرائیو کر رہی ہے جو یقیناً کیٹس کی ساتھی ہوگی۔“ جولیا نے ہونٹ ہنسیجھتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر سلیمان اور جوزف

نے پلٹ کر دیکھا۔ واقعی کار میں ایک غیر ملکی لڑکی موجود تھی جو تیزی سے ان کے پیچھے آرہی تھی۔

"ہو نہ، یہ بلیاں تو ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ جوہوں کی طرح ہمارا شکار کر کے ہی چھوڑیں گی۔" سلیمان نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"مس، آپ گاڑی ایک طرف کر کے روک لیں۔ اس کیٹ کا اس بار میں اکیلا شکار کروں گا۔" جوزف نے جو یا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جوزف، کار میں ایک نہیں تین کیٹس موجود ہیں۔ ایک کار ڈرائیو کر رہی ہے، دوسری دو پچھلی سیٹوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔ پہلے مجھے صرف کار ڈرائیو کرنے والی لڑکی دکھائی دے رہی تھی لیکن اب کار خاصی نزدیک آگئی ہے اس لئے مجھے دوسری لڑکیاں بھی دکھائی دینے لگی ہیں۔ اوہ یہ تو راستہ مانگ رہی ہیں شاید یہ آگے جانا چاہتی ہیں۔

مجھے پلٹ کر مت دیکھنا۔ میں دیکھتی ہوں یہ چاہتی کیا ہیں۔" جو یا نے بیک ویو مرر میں پچھلی کار کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی اس نے کار کو سڑک کے بائیں طرف کر لیا۔ اسی وقت سفید کار کی رفتار تیز ہوئی اور وہ تیزی سے ان کی کار کے قریب سے گزرتی ہوئی آگے نکلتی چلی گئی۔ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی دو خوبصورت اور نوجوان لڑکیاں اس کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ ان میں سے ایک سانولی رنگت کی تھی۔ جیسے ہی جو یا کی نظریں ان سے ملیں اس نے ایک لڑکی کو بری طرح سے جو بٹکتے دیکھا۔ اس کی آنکھوں کو دیکھ کر

جو یا کو بھی زبردست جھٹکا لگا تھا۔

"فی تھری بی۔" لڑکی کی آنکھیں دیکھتے ہی اس کے ذہن میں دھماکہ سا ہوا۔ اس اثناء میں سفید کار تیزی سے آگے نکل گئی تھی۔

"فی تھری بی۔ کون فی تھری بی۔" سلیمان نے حیرت سے پوچھا۔

"اس کار میں تھری سیا موجود ہے۔ اس نے میک اپ کر رکھا ہے۔

لیکن میں نے اس کی آنکھوں سے اسے پہچان لیا ہے۔ اوہ، اوہ سلیمان۔

جوزف، ہوشیار ہو جاؤ۔ وہ لیبارٹری کی طرف جا رہی ہیں۔ ہمیں ہر حال

میں انہیں روکنا ہوگا۔ اگر وہ واقعی تھری سیا ہے تو پھر یقیناً اس ساری

کار روانی کے پیچھے اس کا ہاتھ ہے اور اس کا لیبارٹری کی طرف جانا اس

بات کی دلیل ہے کہ وہ ہماری میزائل لیبارٹری کو تباہ کرنے جا رہی

ہے۔" جو یا نے بری طرح سے چٹختے ہوئے کہا اور اس نے یکدم کار کی

رفتار بڑھا دی۔ مگر پھر اس نے اچانک کار کی بریک پر پیر کا پورا زور

ڈال دیا اور کار کے ٹائز جام ہو کر بری طرح سے چٹختے ہوئے یکدم رک

گئے۔ سفید کار سڑک پر ترچھی ہو کر کھڑی تھی اور تینوں لڑکیاں کار

کے دروازے کھول کر نیچے اتر رہی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں پستول

تھے جن کا رخ انہوں نے ان کی طرف کر دیا تھا۔

"ارے باپ رے۔ ان کے عزائم تو بے حد خطرناک ہیں۔ لگتا

ہے باوجودی خانہ چھوڑ کر جاسوسی کے کام میں گھس کر میں نے بہت بڑی

غلطی کی ہے۔ ان کو خواہ بلیوں سے اپنی جان بچانا استا آسان نہیں ہوگا

مس جو یا۔ کار بیک کیجئے اور یہاں سے بھاگ چلیے۔" سلیمان نے

ڈرے ڈرے سے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر واقعی خوف کے سائے پھرا رہے تھے۔

"تھریسا۔ یہ سو فیصد تھریسا ہے۔" جو یانے ہونٹ میٹھتے ہوئے کہا۔

سیاہ چست لباس والی لڑکی کار کے قریب آگئی اور انہیں اشارے سے کار سے باہر آنے کے لئے کہنے لگی۔

"مس اگر حکم دیں تو میں اسے یہیں ختم کر دوں۔" جو زف نے اپنے ہوسٹر سے ریو اور نکال کر ہاتھ میں لیتے ہوئے جو یانے مخاطب ہو کر پوچھا۔ ہوسٹر اس نے ریو اور اس انداز میں نکالا تھا کہ سیاہ چست لباس والی لڑکی کو باہر سے پتہ نہیں لگ سکتا تھا۔

"نہیں، ابھی نہیں پہلے مجھے اس سے بات کرنے دو۔" جو یانے سخت لہجے میں کہا اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ بھی کار سے باہر آجائیں مس جو یانا فنز وائر۔" سیاہ چست لباس والی لڑکی نے پستول کا رخ جو یانے کی طرف کرتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"اگر میں تمہاری بات نہ مانوں تو۔" جو یانے اس کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کڑھکی سے کہا۔

"تب پھر میں تمہیں گولی مار دوں گی۔" سیاہ چست لباس والی لڑکی نے مسکرا کر کہا۔ اس کے لہجے میں درندگی کی آمیزش تھی جو واقعی تھریسا کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"تم واقعی تھریسا ہی ہو ناں۔" جو یانے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب۔" تو تم نے مجھے پہچان لیا ہے۔ واقعی عمران کے ساتھی کسی بھی طرح اس سے کم نہیں ہیں۔ تم لوگوں کی ذہانت اور تیز نظروں کی داد دینی چاہئے۔ شاید اسی لئے ساری دنیا کے سیکرٹ ایجنٹ اور بڑے بڑے مجرم تم لوگوں سے ڈرتے ہیں۔ تم لوگوں نے جس طرح ہماری طاقتور کیٹس کا مقابلہ کیا تھا وہ واقعی تم لوگوں کا ہی کام تھا۔ ہماری چار کیٹس میں سے تین ہلاک ہو چکی ہیں۔ لیکن ان کیٹس کی لیڈر کیٹ ون نے تمہارے دوسرے ساتھیوں کو زندہ چلا کر ان سے کیٹس کا بدلہ لے لیا ہے۔ تمہارے تمام ساتھی کیٹ ون کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں میں سے صرف تم زندہ باقی بچی تھی جسے اب میں ہلاک کروں گی۔ کار میں عمران کا بادیسی سلیمان اور پچھلی سیٹ پر اس کا باڈی گارڈ جو زف موجود ہے۔ گتا ہے سیکرٹ سروس کے چیف نے ممبروں کے ہلاک ہونے کی وجہ سے ان احمقوں کو سیکرٹ سروس میں شامل کر لیا ہے۔" سیاہ چست لباس پہنے تھریسا نے ہنستے ہوئے کہا۔ سیکرٹ سروس کے ارکان کے زندہ جلائے جانے کا سن کر جو یانے کو زبردست جھٹکا لگا تھا۔ یہ بات اس کے لئے کسی بھی طرح دھماکے سے کم نہیں تھی کہ کیٹس نے سیکرٹ سروس کے سارے ممبروں کو جلا کر ہلاک کر ڈالا تھا۔

عمران کی موت کا غم کیا کم تھا کہ اب اسے سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبروں کی ہلاکت کا بتایا جا رہا تھا۔ اپنے ساتھیوں کے بھرے ایک ایک کر کے اس کے سامنے آتے چلے گئے اور اس کی آنکھوں میں بے اختیار نمی آگئی۔

”تم لوگوں نے پہلے عمران اور اب میرے ساتھیوں کو بھی مار ڈالا ہے۔ تم انسان نہیں بے رحم درندہ ہو۔ میں، میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو مار کر میں ان کی موت کا بدلہ لوں گی۔ انتہائی خوفناک بدلہ۔“ جو یانے حلق کے بل عزاتے ہوئے کہا۔

”اوہ، تو کیا واقعی عمران ہلاک ہو چکا ہے۔“ اس کی بات سن کر تھریسیا نے بری طرح سے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ہو نہ، تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے عمران کو ہلاک کرنے میں تمہارا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔“ جو یانے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں یہ بات نہیں۔ عمران کو ہمارے ایک ساتھی کرنل بلیک نے ہلاک کیا تھا مگر میں سمجھتی تھی کہ کرنل بلیک کے ہاتھوں ہلاک ہونے والا علی عمران نہیں کوئی اور تھا اور علی عمران خود کو چھپا کر ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ لیکن تمہارا انداز اور تمہاری آنکھوں میں موجود نمی اس بات کا ثبوت ہے کہ کرنل بلیک کی کرنل بلیک کا شکار ہونے والا واقعی علی عمران ہی تھا۔ دیری گز، علی عمران جیسے شخص کو ہلاک کر کے واقعی کرنل بلیک نے ایک بہت بڑا کارنامہ

سرا انجام دیا ہے۔“ تھریسیا نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

”کرنل بلیک۔ تو عمران کو کرنل بلیک نے ہلاک کیا ہے۔ ہو نہ، سب سے پہلے تو میں تمہیں اور تمہاری ان کینٹس کو ہلاک کر کے سیکرٹ سروس کے ساتھیوں کا بدلہ لوں گی پھر میں کرنل بلیک کو تلاش کر کے اس کا وہ حشر کروں گی کہ اس کا خوفناک انجام کو دیکھ کر دنیا تھرا اٹھے گی۔“ جو یانے غصیلے لہجے میں کہا اور تھریسیا کے ہاتھ میں موجود پستول کی پرواہ کئے بغیر جارحانہ انداز میں اس کی جانب بڑھنے لگی۔

”رک جاؤ جو یانے۔ میرے ہاتھ میں موجود پستول کو عام پستول نہ سمجھنا۔ یہ زیر و لینڈ کا بنا ہوا خاص پستول ہے۔ اس میں کرنل بلیک بھری ہوئی ہیں۔ ایک بھی گولی تمہیں لگ گئی تو تمہارا جسم یوں پھٹ جائے گا جیسے ہم پھٹتا ہے۔“ تھریسیا نے اسے خبردار کرتے ہوئے کہا۔

”کرنل بلیک۔ اوہ، اس کا مطلب ہے تمہارے کرنل بلیک نے عمران کو اسی کرنل بلیک سے ہلاک کیا تھا۔“ جو یانے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ عمران کو کرنل بلیک سے ہی ہلاک کیا گیا تھا۔ اب میں تمہیں بھی اسی کرنل بلیک سے ہلاک کروں گی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم عمران کو پسند کرتی ہو۔ اسے پسند تو میں بھی بہت کرتی تھی مگر افسوس کہ وہ میرا ہو سکا اور نہ تمہارا۔ اب اگر تم اسے اپنا ناچاؤ



جو یا اس پر اس انداز میں حملہ کر سکتی ہے۔ جو یا اس کے سامنے کھڑی اسے خوفناک نظروں سے گھور رہی تھی۔

”اٹھو، آج میں نہیں تم میرے ہاتھوں مرو گی۔ اٹھو۔“ جو یا نے اس کی طرف انتہائی نفرت زدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ تھریسا کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ ابھرائی اور وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

جوزف نے دونوں لڑکیوں جن میں ایک فردوسیا تھی اور دوسری کیٹ وین، کو کور کر لیا تھا۔ سلیمان بھی کار سے نکل کر اس کے قریب آ گیا تھا۔

”ایک ہسپتال مجھے دے دو۔“ اس نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور جوزف نے اپنا ایک ریو الوار سے دے دیا۔

”اسے چلاتے کیسے ہیں۔“ سلیمان نے ریو الوور کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے پوچھا اور جوزف اسے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔

”جو یا، موت تمہارے سر پر منزل لا رہی ہے۔ آج بڑے عرصے بعد مجھے ہاتھ پیر ہلانے کا موقع مل رہا ہے میں اس موقع کو ضائع نہیں کروں گی۔ میں جانتی ہوں کہ یہ لیبارٹری کی طرف جانے والا مخصوص غیر آباد راستہ ہے۔ اس لئے یہاں ہمیں لڑنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں اپنے ساتھیوں سے کہہ دیتی ہوں جب تک ہم دونوں میں سے کوئی ایک ہلاک نہیں ہو جاتا یہ کوئی مداخلت نہیں کریں گی۔“ تھریسا نے اپنے ہاتھوں کو مخصوص انداز میں ہلاتے ہوئے کہا۔

ہوں تو ظاہر ہے تمہیں اس کے پاس جانا ہو گا اور تمہاری اس مشکل کو میں حل کر دیتی ہوں۔“ تھریسا نے مسکرا کر کہا۔ اس کی بات سن کر جو یا کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور تھریسا کے ہاتھ میں خوفناک ہسپتال کی پرواہ کئے بغیر اس پر چھلانگ لگا دی۔ تھریسا نے ہاتھ اٹھا کر اس پر فائر کرنا چاہا لیکن اتنی دیر میں جو یا اس کے سر پر پہنچ چکی تھی۔ اس نے فضا میں اپنی ٹانگ گھما کر پوری قوت سے تھریسا کے ہسپتال والے ہاتھ پر ماری۔ تھریسا کے ہاتھ سے ہسپتال نکل کر دور جا کر۔ تھریسا کے ہاتھ سے ہسپتال گر کر جو یا نے الٹی قلابازی کھائی تھی اور دوبارہ پیروں کے بل زمین پر آکھڑی ہوئی تھی۔ زمین پر پیر لگتے ہی اس نے زوردار پیچ تھریسا کے چہرے پر بھی مار دیا تھا جس سے تھریسا کے حلق سے پیچ نکل اٹھا اور وہ اچھل کر زمین پر جا گری تھی۔ تھریسا پر حملہ کرتے دیکھ کر اس کی ساتھی لڑکیوں نے جو یا پر فائر کرنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت کار سے دو دھماکے ہوئے اور ان کے ہاتھوں سے ہسپتال نکل کر دور جا کر گئے۔ انہوں نے چونک کر دیکھا تو جوزف دونوں ہاتھوں میں ریو الوور تھا اسے کار سے نکل کر ان کی جانب آ رہا تھا۔ اس کے ریو الووروں کی نالوں سے دھواں نکل رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ایک ساتھ فائر کر کے اس نے ان لڑکیوں کے ہسپتال گرائے تھے۔

جو یا نے جس تیزی اور پھرتی سے تھریسا پر وار کیا تھا اس سے تھریسا بھی بھونکنی رہ گئی تھی۔ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ

تھریسیا نے بھی کار پر چڑھنے کے لئے چھلانگ لگائی مگر اسی وقت دویا کی نانگ حرکت میں آئی اور تھریسیا رول ہوتی ہوئی سڑک پر جا گری۔ اسی لمحے جو یانے اٹھ کر تیزی سے اس پر چھلانگ لگ دی۔ فضا میں اس نے گھٹنے اس انداز میں موڑ لئے تھے جیسے وہ تھریسیا پر گھسٹوں کے جلی گڑ گڑ اس کے سینے کی ہڈیاں توڑنا چاہتی ہو۔ لیکن اس کے مقابلے میں بھی تھریسیا تھی۔ جیسے ہی جو یا نیچے آئی اس نے دونوں ٹانگیں نوڑ کر اپنے پاؤں جو یا کے گھسٹوں پر مار دیئے۔ جو یا کو ایک زور وار جھٹکے لگے اور وہ اچھل کر سڑک پر جا گری۔ مگر اس نے اٹھنے میں ایک لمحے کی بھی ریر نہ لگائی تھی۔ تھریسیا بھی تیزی سے کروڑ میں بدل کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ان دونوں کے بھرے غصے اور نفرت سے ہڑے ہوئے تھے۔ نہایت غصہ ناک نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتی ہوئیں وہ ایک بار پھر خوفناک انداز میں جھپٹ پڑیں اور بھوکی شیرنیوں کی طرح لڑنے لگیں۔ دونوں انتہائی مہارت سے اور نہایت خوفناک انداز میں ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ کبھی جو یا تھریسیا کو اٹھا کر پیچ دیتی کبھی تھریسیا جو یا کو اٹھا کر دور پھینک دیتی۔ خونخوارانہ انداز میں لڑتے ہوئے ان دونوں کے چہرے ہلہولہاں ہو چکے تھے۔ ان کی خوفناک لڑائی نہ صرف جوزف اور سلیمان بلکہ فروسیا اور کیٹ ون بھی دم سادھے دیکھ رہی تھیں۔

دونوں کا پلہ برابر تھا۔ اس قدر شدید اور خوفناک انداز میں لڑتے ہوئے ان میں سے کسی کے چہرے پر نہ شکست کے آثار دکھائی دے

”اس لڑائی میں سلیمان اور جوزف بھی حصہ نہیں لیں گے۔ میں جہارے لئے اکیلے ہی کافی ہوں۔ اگر جہار کی ساتھی لڑکیوں نے مداخلت کرنے کی کوشش کی تو میں جوزف اور سلیمان کو حکم دیتی ہوں کہ وہ ان دونوں کو ختم کر دیں۔“ جو یا نے کہا۔

”ارے باپ رے۔ اگر مجھ سے پستول نہ چلا تو۔“ سلیمان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تو ان کے ساتھ ساتھ میں اپنے ریوالور کی ایک گولی جہارے سر میں اتار دوں گا۔“ جوزف نے خرا کر کہا۔

”ارے جاؤ۔ جہارے باپ کا راج ہے جو گولی میرے سر میں اتار دو گے۔ میں ساری کی ساری گولیاں جہارے پیٹ میں اتار دوں گا جہاں سے خون کی بجائے جہارے وچ ڈاکڑوں کی بدروہیں نکلنا شروع ہو جائیں گی۔“ سلیمان نے برا سامنے بناتے ہوئے کہا۔ ادھر جو یا اور تھریسیا ایک دوسرے پر حملے کے لئے تیار تھیں۔ تھریسیا نے اپنی گردن کو دائیں بائیں جھٹکا اور پھر اس نے اچانک تیزی سے جو یا کی طرف آکر اپنے جسم کو گھمایا اور اپنی نانگ اٹھا کر جو یا کے پیٹ میں ماری۔ جو یا پہلے سے ہی ہوشیار تھی۔ اس نے اپنی قلابازی کھا کر تھریسیا کے خطرناک حملے سے خود کو بچالیا تھا۔ وہ قلابازی کھا کر جیسے ہی سیدھی ہوئی تھریسیا چھلانگ لگا کر اس کے قریب آگئی۔ اس سے پہلے کہ جو یا اپنا چاؤ کرتی تھریسیا نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے پوری قوت سے اچھال دیا۔ جو یا اڑتی ہوئی کاری چھت پر جا گری۔

رہے تھے اور نہ ہی تھکن ان پر غالب آئی تھی۔ دونوں ایک بار پھر آمنے سامنے کھڑی تھیں۔ اچانک جویا وائیں جانب جھکی۔ تھریسیا اس کا وار بچانے کے لئے تیزی سے بائیں جانب ہوئی اور ہمیں وہ مار کھا گئی۔ جویا نے نہایت تیزی سے پہلو بدل کر بائیں جانب جھلانگ لگائی اور اس نے سر کی زوردار نکر تھریسیا کے ناک پر ماری۔ تھریسیا بری طرح سے لڑکھڑائی۔ اس کی ناک سے خون بہہ نکلا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی جویا نے لیفٹ ہک اس کے بائیں جبڑے پر رسید کر دیا اور تھریسیا کے ذہن میں آندھیاں چلنا شروع ہو گئیں۔ اس کی آنکھوں کی سرخی اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ جویا اسے دوسرا ہکا مارنے ہی لگی تھی کہ اچانک تھریسیا نے پھرتی سے اس کا بازو پکڑا اور اسے گھما کر اپنے پیچھے لے آئی مگر جویا نے بھی کمال پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بل کھایا اور تھریسیا اس کے سر پر سے ہوتی ہوئی کار سے جا نکرائی۔ اس بار تھریسیا کو زبردست چوٹ لگی تھی جس کی وجہ سے اس کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی جویا کی زوردار فلائنگ کلک اس کے سینے پر پڑی اور تھریسیا ایک بار پھر تجتختی ہوئی کار سے نکرا کر زمین پر جا گری۔ اس کے سارے جسم میں درو کی تیز بہریں دوڑ گئی تھی۔

جویا نے آگے بڑھ کر اس کے جبڑوں پر ٹھوکر مارنا چاہی لیکن تھریسیا نے جلدی سے اس کا پاؤں پکڑ کر اسے پیچھے دھکیل دیا۔ جویا لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی مگر پھر اس نے تیزی سے تھریسیا پر جھلانگ لگادی اور

تھریسیا پر گر کر اس کی گردن دبوچی۔ تھریسیا اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن جویا پر تو جیسے دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ اس نے سر کی نکریں تھریسیا کے چہرے پر بری طرح سے مارنا شروع کر دی تھیں اور تھریسیا کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے ماحول گونجنے لگا تھا۔ پھر جویا کا کچا تلمبا تھ تھریسیا کی کنپٹی پر پڑا اور تھریسیا کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے اور وہ ساکت ہو گئی۔

تھریسیا کو ساکت دیکھ کر فروسیا اور کیٹ ون بوکھلا کر اس کی طرف بڑھیں مگر جوزف تیزی سے ان کے سامنے آ گیا۔

"خبردار، اپنی جگہ سے حرکت مت کرنا"۔ اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"ہاں، اگر تم میں سے کسی نے حرکت کی تو میں گولی چلا دوں گا۔ حالانکہ مجھے پستول چلانا نہیں آتا لیکن پھر بھی خبردار"۔ سلیمان نے دونوں ہاتھوں سے پستول تمام کر ان کے سامنے آتے ہوئے کہا۔

"جوزف انہیں گولی مار دو"۔ جویا نے جوزف سے مخاطب ہو کر چیخے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر فروسیا اور کیٹ ون چونک پڑیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتیں جوزف نے اچانک کیٹ ون پر گولی چلا دی۔ گولی کیٹ ون کی عین پیشانی پر لگی تھی اور کیٹ ون کی کھوپڑی توڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔ وہ اچھل کر زمین پر جا گری۔ اس کے سر سے خون نکل نکل کر اس کے گرد پھیلنے لگا۔ یہ دیکھ کر فروسیا کارنگ زرد پڑ گیا۔

”نن۔ نہیں۔ نہیں مجھے مت مارنا۔ مم، میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔ مم میں، میں.....“ اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کیوں تم کیوں نہیں مرنا چاہتی۔ تمہیں مرنے سے ڈر لگتا ہے کیا۔“ سلیمان نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

”نن نہیں، ہاں۔ ہاں مجھے واقعی موت سے ہمت ڈر لگتا ہے۔ مجھے مت مارو پلیر۔ میں یہاں سے بھاگ جاتی ہوں، مم، میں پھر کبھی بھول کر بھی پاکیشیا کا رخ نہیں کروں گی۔“ مجھے جانے دو پلیر۔ پلیر۔“ فروسیا کا جسم خوف کی زیادتی سے بری طرح سے لرز رہا تھا۔ شاید تھرپیا کو جو بیا کے ہاتھوں شکست کھاتے اور کیت ون کو جوزف کے ہاتھوں ہلاک ہوتے دیکھ کر وہ واقعی گھبرا گئی تھی۔

”کیا تم شادی شدہ ہو۔“ اچانک سلیمان نے اس سے پوچھا۔ وہ اچھل کر اچانک جوزف کے سامنے آ گیا تھا۔ اس کے اس احمقانہ سوال پر جوزف اسے بری طرح گھو کر رہ گیا۔

”سلیمان بیچھے ہنو ورنہ میں سچ چچ تمہیں گولی مار دوں گا۔“ جوزف نے اس کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ابے نمبر کالیے۔ تیرے رنگ کے ساتھ تیرا تو مستقبل بھی تاریک ہے کم از کم مجھے تو اپنے مستقبل میں اجالا کر لینے دے۔ ہاں تو مس اجالا آپ شادی شدہ ہیں یا میری طرح صرف شدہ ہی شدہ ہیں۔“

سلیمان نے گردن موڑ کر پہلے جوزف سے اور پھر فروسیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نن نہیں، میں شادی شدہ نہیں ہوں۔ لک، کیوں۔“ فروسیا نے جلدی سے کہا۔

”اگر تم مجھ سے شادی کرنے کا وعدہ کرو تو میں اس کا لے دیو سے جہاری جان بچا سکتا ہوں ورنہ یہ آدم خور درندہ تم جیسی حسین لڑکیوں کو ہلاک کر کے ان کا گوشت بڑی رغبت سے کھاتا ہے۔“

سلیمان نے اس کے سامنے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

”سلیمان، یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔ جہاراد مارغ تو خراب نہیں ہو گیا۔“ جو بیا نے اس کی بات سن کر غصے سے کہا۔

”مس جو بیا۔“ سلیمان نے کچھ کہنا چاہا مگر جو بیا نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے ریو الور لے لیا اور پھر اس نے کیے بعد دیگرے دو گولیاں فردسیا کے سینے میں اتار دیں۔ فروسیا کے حلق سے کریناک جیخیں نکلیں اور وہ زمین پر گر کر بری طرح سے تڑپنے لگی جو بیا نے اس پر ایک اور گولی چلا دی۔ فروسیا کے تڑپتے ہوئے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ یکتھ ساکت ہو گئی۔

جو بیا کا چہرہ نفرت سے بھرا ہوا تھا۔ اس وقت وہ واقعی ایک خونخوار شیرینی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ریو الور لئے تھرپیا کی جانب پلٹی۔

شاید وہ اسے بھی گولیاں مار کر ہلاک کرنا چاہتی تھی لیکن وہ جیسے ہی پلٹی بری طرح سے چونک اٹھی کیونکہ جہاں وہ تھرپیا کو بے ہوش چھوڑ کر آئی تھی وہ جگہ خالی نظر آ رہی تھی۔ شاید تھرپیا اس کے زوردار حملوں سے بچنے کے لئے جان بوجھ کر بے ہوش بن گئی تھی اور جیسے ہی

اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جو یا کا غصہ دیکھ کر اس میں بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

جوزف نے دونوں لڑکیوں کی لاشیں کار میں ڈالیں اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار اسٹارٹ کر کے اس نے آگے بڑھا دی۔ جو یا نے بھی کار اسٹارٹ کی اور جوزف کی کار کے پیچھے ڈال دی اور دونوں کاریں ایک بار پھر اپنی منزل کی جانب رواں ہو گئیں۔

جو یا اسے چھوڑ کر جوزف اور سلیمان کی جانب گئی۔ وہ اٹھ کر وہاں سے بھاگ نکلی تھی۔ سلسلے ایک طرف چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے تھے جبکہ سڑک کی دوسری جانب نصیب میں درختوں کی کثرت تھی۔ جس جگہ جو یا تھریسیا کو بے ہوش چھوڑ کر آئی تھی اس طرف درختوں کی بہتات تھی۔ تھریسیا شاید اسی طرف گئی تھی۔ درختوں کی اس کثیر تعداد میں اس وقت اسے تلاش کرنا بے وقوفی ہی تھی۔

”ہو نہہ بھاگ گئی بزدل کہیں کی۔“ جو یا حلق کے بل غرائی اور اس نے ربو الوور جوزف کی جانب اچھال دیا۔ جیسے جوزف نے کچھ کر کے اپنے ہولنسر میں ڈال لیا۔ ہلار یو الوور وہ پہلے ہی ہولنسر میں رکھ چکا تھا۔

”جوزف ان دونوں کی لاشوں کو ان کی کار میں ڈالو کار کو ڈرائیو کر کے آگے لے جاؤ۔ آگے گہری کھائیاں ہیں ان میں کار کو لاشوں سمیت پھینک دینا۔ میں اور سلیمان دوسری کار میں جہارے پیچھے آ رہے ہیں۔“ جو یا نے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس مس۔“ جوزف نے سر ہلا کر کہا اور زمین پر ہڈی ہوئی کیٹ ون اور فروسیا کی لاشوں کو اٹھا کر ان کی کار میں ڈالنے لگا۔ جو یا نے ایک بار پھر درختوں کی جانب تھریسیا کی تلاش میں نظریں دوڑائیں مگر تھریسیا شاید وہاں سے کافی دور نکل گئی تھی۔

”آؤ سلیمان۔“ اس نے سلیمان سے کہا اور رومال سے اپنا چہرہ صاف کرتی ہوئی اپنی کار میں آ بیٹھی۔ سلیمان برے برے منہ بناتا ہوا

جبکہ سنگ ہی اور عمران وہاں موجود دوسری کار میں آ بیٹھے۔

"شاؤل کار تم چلاؤ"۔ سنگ ہی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران سر ہلا کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ دوسرے ہی لمحے کار کو ٹھی سے نکلی اور مڑ کر نہایت تیزی سے مین روڈ کی طرف دوڑنے لگی۔ تھریسیا کے الگ ہو جانے کی وجہ سے عمران ایک بار پھر ذہنی طور پر لٹھ گیا تھا۔ اس نے لیبارٹری میں ان کے خلاف جو جال پٹھایا تھا تھریسیا اس جال سے صاف بچتی دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن بہر حال اب وہ کیا کر سکتا تھا۔ وہ خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا۔

چاکر ایک طویل پہاڑی سلسلہ تھا جہاں چھوٹی بڑی پہاڑیاں دور دور تک پھیلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ انہی پہاڑیوں کے دامن میں ایک جگہ مصنوعی جھیل بنی ہوئی تھی۔ اس جھیل تک پہنچنے کے لئے پہاڑیوں کے درمیان سے راستے بنائے گئے تھے اور جھیل کے قریب چند چٹیک پوئٹیں بھی تھیں جہاں ہر گزرنے والے کی خصوصی چیکنگ کی جاتی تھی لیکن سنگ ہی کے بابت عمران نے وہاں سب کو خصوصی طور پر ہدایات دے رکھی تھیں اس لئے جب کوئی چٹیک پوسٹ آتی عمران کار سے ہاتھ نکال کر ہاتھ کے اشارے سے وکڑی کا نشان بنا دیتا۔ جس کی وجہ سے اس کے لئے راستے کھول دیے جاتے۔ "بہت خوب، واقعی اچھا انتظام کر رکھا ہے انہوں نے۔ اگر ان چٹیک پوسٹوں پر جہارے آدمیوں نے جگہ نہ سنبھالی ہوتی تو اس طرف آنا تو کجا ہم گزر بھی نہیں سکتے تھے"۔ سنگ ہی نے عمران کی

کوٹھی سے نکلے ہی تھریسیا نے اپنا ٹک سنگ ہی اور شاؤل کے ساتھ جانے کا پروگرام بدل دیا تھا۔  
"تم لوگ چلو۔ میں فردسیا اور کیٹ ون کو لے کر لیبارٹری کچھ دیر بعد پہنچ جاؤں گی۔ ویسے بھی لیبارٹری میں ہمارا کٹھن جانا مناسب نہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ میرا خدشہ درست ثابت ہو اور لیبارٹری میں ہمارے لئے کوئی جال پھیلایا گیا ہو۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم وہاں الگ الگ جائیں"۔ تھریسیا نے کہا اور سنگ ہی نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے سر ہلا دیا تھا جبکہ عمران کا دل چاہ رہا تھا کہ اس وقت تھریسیا کی گردن پکڑے اور اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دے۔ کجنت حد سے زیادہ عسکی مزاج واقع ہوئی تھی۔ کسی طور پر اس کا ذہن کنٹر بلیک کی طرف سے مطمئن ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔  
تھریسیا نے اپنی کار نکالی اور اسے لے کر کوٹھی سے نکلتی چلی گئی۔

تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”جن آدمیوں کو ہم نے لیبارٹری میں لے جانا ہے وہ کہاں ہیں۔“ سنگ ہی نے پوچھا اور اس کی بات سن کر عمران بری طرح چونک اٹھا۔ لیبارٹری میں وہ سیٹ اپ تبدیل کر چکا تھا۔ اسے اس بات کا خیال ہی نہیں آیا تھا کہ سنگ ہی اس سے یہ سوال بھی کر سکتا ہے۔ واقعی اس سے غلطی سرزد ہو گئی تھی۔ سیکٹ سروس کے ممبروں یا لیبارٹری میں کام کرنے والے آدمیوں کو اسے باہر بلا لینا چاہئے تھا۔ جب بلیک زیرو کنٹرل بلیک کے روپ میں لیبارٹری میں داخل ہوئے کا سپیشل دے کھولتا تو وہ انہیں اپنے ساتھ لیبارٹری میں لے جاتے۔

”حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے انہیں پہاڑیوں میں چھپا رکھا ہے۔ جب کنٹرل بلیک لیبارٹری کا راستہ کھولیں گے تو میں انہیں بلا لوں گا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”ہونہ، تحریر کیا کی طرح لگتا ہے تمہارے داغ میں بھی شک کا کیدرا گھس گیا ہے۔ اگر عمران زندہ ہوتا یا سیکٹ سروس نے ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانا ہوتا تو تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم اسی طرح لیبارٹری کی طرف سفر کر رہے ہوتے۔“ سنگ ہی نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ عمران نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

کار مختلف ٹیلوں کے درمیان بنے ہوئے راستوں سے ہوتی ہوئی ایک کھلے میدان میں آگئی۔ سلسلے ایک کافی بڑی جھیل بنی ہوئی تھی اور ایک کچا راستہ اس جھیل میں جاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ عمران

نے کار کچے راستے پر اتاری اور کار جھیل کے قریب لے گیا اور جھیل سے چند رہے جس گز کے فاصلے پر روک لی۔

”کیا لیبارٹری کا راستہ اس جھیل کے نیچے ہے۔“ سنگ ہی نے حیرانی سے جھیل کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں وہ دیکھنے جھیل سمٹ رہی ہے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ سنگ ہی نے دیکھا واقعی جھیل کا پانی متحرک ہو گیا تھا اور ایک دائرے کی صورت میں سمٹ رہا تھا۔ جھیل کے عین وسط میں ایک بھنور سا بن رہا تھا۔ جس سے پانی نیچے اترتا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔

”پاکیشیا نے اس قدر ترقی کر لی ہے۔ بہت خوب۔ اتنی بڑی مصنوعی جھیل اور اس کے نیچے لیبارٹری، حیرت انگیز، انتہائی تعجب انگیز۔ واقعی یہ لوگ ترقی کے میدان میں کافی تیزی سے آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔“ سنگ ہی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جھیل کے سمتے ہوئے پانی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ حیرت کی شدت سے بگڑا ہوا تھا۔ چند ہی لمحوں میں وہاں سے جھیل کا پانی یوں غائب ہو گیا جیسے کبھی وہاں اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ کیونکہ زمین کے جتنے حصے میں پانی پھیلا ہوا تھا۔ اس کے غائب ہونے کے بعد جو زمین دکھائی دے رہی تھی وہ بالکل خشک تھی۔ جیسے وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی کبھی نہ پڑا ہو۔

ابھی سنگ ہی حیرت سے خشک زمین کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک

پیدا ہوئی اور اس بار سامنے سے دروازہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔  
دروازہ کھلتے دیکھ کر سنگ ہی جلدی سے کار سے اتر کر باہر آ گیا۔

"اپنا اسلحہ لے کر باہر آ جاؤ۔ جیسے ہی کوئی خطرہ محسوس کرو بے دریغ اسلحہ استعمال کرنا۔ ہمیں ہر صورت میں لیبارٹری پر قبضہ کرنا ہے چاہے اس کے لئے ہمیں یہاں لاشوں کے ڈھیر ہی کیوں نہ لگانے پڑیں۔ سنگ ہی نے سانپ کی طرح چھنکارتے ہوئے کہا۔ تھریسیا کی طرح اب شاید اس کے ذہن میں بھی شک کا کیدہ کھیلانے لگا تھا۔ عمران نے سر ہلا کر جیب سے ہسٹول نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور کار سے اتر آیا۔

سنگ ہی کے اشارے سے وہ دیوار کے ساتھ لگ گیا تھا۔ سنگ ہی بھی لمبی اور چھنی نال والا ہسٹول لئے دیوار کے ساتھ چپک گیا تھا۔ سامنے راستہ کھل گیا تھا اور دور تک ایک طویل سرنگ جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ سرنگ پختہ سینٹ کی تھی اور اچھی خاصی روشن تھی۔ راستہ تو بالکل صاف ہے۔ سرنگ کافی طویل ہے کیا خیال ہے باس کار آگے لے جائیں۔" عمران نے سنگ ہی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔ نہ جانے کیوں مجھے بھی اب ایک انجانا سا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ کار کو یہیں رہنے دو اور آگے بڑھو۔ میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔" سنگ ہی نے کہا اور عمران دل ہی دل میں اس کے خدشے پر ہنسنے لگا۔

اسے زمین سے ایک بہت بڑی چٹان ابھرتی ہوئی دکھائی دی۔ جس طرح سمندر سے آبدوز آہستہ آہستہ باہر آتی ہے اسی طرح وہ چٹان بھی زمین سے باہر نکل رہی تھی۔ چٹان بہت بڑی تھی۔ کافی بلند ہو کر وہ زمین سے نکلنا بند ہو گئی اور پھر اچانک سامنے سے وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی پھر اس میں ایک کافی بڑا خلا نمودار ہو گیا۔ عمران اور سنگ ہی نے اس چٹان میں ایک بڑے کمرے کو دیکھا۔ تب عمران کار بڑھا کر اس میں لے گیا۔

"یہ کیا تم کار کو اندر کیوں لے آئے ہو۔ کرنل بلیک باہر کیوں نہیں آیا۔ سنگ ہی نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

"اوہ سوری، میں مسمم سمجھتا تھا کہ کار اندر لے جانی ہے۔" عمران نے جان بوجھ کر بوکھلانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا اور بیک گیر لگانے ہی لگا تھا کہ پیچھے دہانہ بلیک گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ بند ہوتا چلا گیا۔

"اوہ، دروازہ تو بند ہو گیا ہے۔ اب کیا کریں۔" عمران نے اسی انداز میں سنگ ہی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہونہہ، دیکھا جائے گا۔" سنگ ہی غریبا۔ اس نے ڈیش بورڈ دھولا اور اس میں سے ایک لمبا اور چھنی نال والا ہسٹول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے کمرے کا فرش کسی لفٹ کی طرح نیچے اترتا جا رہا ہو۔ فرش کافی دور تک نیچے اترتا رہا پھر ہلکے سے جھٹکے سے رک گیا۔ اس کے ساتھ ہی گڑگڑاہٹ کی آواز



کی بناوٹ دیکھنے لگا۔ اسی لمحے اچانک سنگ ہی کے پیروں سے میں کیوں زمین نکل گئی دوسرے ہی لمحے وہ اس خلا میں گر کر وہاں سے غم اس کی گیا تھا۔ عمران جو چند قدم پیچھے رک گیا تھا، نے دیوار پر گئے ہوئے ایک خفیہ بٹن کو دبا کر وہاں خلا بنایا تھا۔ جیسے ہی سنگ ہی اس خلا میں گر عمران نے اس بٹن کو دوبارہ دبا دیا تو زمین میں نمودار ہونے والا خلا خود بخود بند ہو گیا۔ اس کے چہرے پر اب قدرے سکون نظر آ رہا تھا۔

ٹھیک ہے باس۔“ عمران نے کہا اور پھر چوکنے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ سرنگ میں چند قدم بڑھ کر وہ رک گیا اور غور سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

”سب اوکے ہے باس یہاں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ عمران نے کہا اور سنگ ہی سر ملاتا ہوا سرنگ میں آگیا۔

”ہو نہ، راستہ تو صاف ہے تو کرنل بلیک خود یہاں کیوں نہیں آیا۔“ سنگ ہی نے غصے سے جبرے بھینچتے ہوئے کہا اور تیز نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ اسی لمحے ان کے پیچھے راستہ بند ہو گیا۔

”ہم کار لے آتے تو بہتر ہوتا باس۔ راستہ خاصا طویل معلوم ہوتا ہے۔ یہ راستہ شاید گاڑیوں کو لیبارٹری تک لے جانے کے لئے بنایا گیا ہے۔“ عمران نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کی خاطر کہا۔

”اگر لیبارٹری پر واقعی کرنل بلیک کا قبضہ ہے تو گاڑی بھی اندر آ جائے گی۔ تم سے زیادہ اس گاڑی کی تجھے فکر ہے الحق۔ مطلوبہ سامان اس کار کی ڈگی میں ہے۔“ سنگ ہی نے غصیلے لہجے میں کہا اور عمران یوں سہم گیا جیسے وہ واقعی سنگ ہی کے غصے سے ڈر رہا ہو۔

وہ دونوں کافی درر سرنگ میں چلتے رہے پھر ان کے سامنے ایک سپاٹ دیوار آ گئی۔ جیسے ہی سنگ ہی آگے بڑھا عمران نے اپنے قدم پیچھے ہی روک لئے۔ سنگ ہی دیوار کے پاس چلا گیا اور غور سے دیوار

”یہ کیا عمران صاحب۔ آپ نے سنگ ہی کو تہہ خانے میں کیوں گرا دیا۔ آپ تو اسے لیبارٹری میں لانے والے تھے اور ہر کام اس کی مرضی کا کرنا چاہتے تھے۔“ اس نے عمران سے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

”سنگ ہی اور تھریسیا کو شک ہو گیا تھا کہ لیبارٹری میں ان کے خلاف جال بچھایا گیا ہے۔ تھریسیا کو تو تمہاری آواز سن کر شک ہوا تھا اس لئے وہ ہم سے علیحدہ ہو گئی ادھر تم سنگ ہی کا استقبال کرنے کے لئے لیبارٹری سے باہر نہیں آئے۔ اس وجہ سے سنگ ہی کو بھی لیبارٹری میں گھبر کا یقین ہو گیا تھا۔ وہ پوری تیاری کر کے آیا تھا۔ اگر تم اس کے سامنے آجاتے تو وہ یقیناً پہچان لیتا کہ تم کرنل بلیک نہیں ہو۔ اس نے سپرٹی دن ریز فائر کرنے والی گن نکال لی تھی۔ جسے چلانے کا اسے اگر موقع مل جاتا تو لیبارٹری کو خاصا نقصان پہنچ سکتا تھا۔ دوسرے میں اس سے کہہ چکا تھا کہ لیبارٹری میں کام کرنے والے آدمی لیبارٹری سے باہر ہیں۔ لیبارٹری میں داخل ہو کر وہ جب کام کرنے والے افراد کو دیکھتا تو وہ یقیناً گن ریز کو استعمال کرتا۔ اس کے عذر نام بے حد خطرناک تھے اس لئے میں نے اسے مزید ہمسرت دینا مناسب نہ سمجھا اور اسے تہہ خانے میں گرا دیا۔ اس تہہ خانے کو ان جیسے خطرناک مجرموں کے لئے ہی یہاں بنوا تھا۔ وہ جیسے ہی تہہ خانے کی تہہ سے نکلے گا حفاظتی سسٹم کے تحت وہاں راکم کیس فائر ہو جائے گی اور وہ مکمل طور پر بے ہوش ہو جائے گا۔ پہلے میں اسے

بلیک زیر و اس وقت لیبارٹری کے آپریشن روم میں بیٹھا تھا۔ اس نے شاول کے روپ میں عمران اور سنگ ہی کو لیبارٹری میں آنے والی سرنگ میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔ اس کے سامنے دیوار پر ایک بڑی سکرین روشن تھی جس میں نہ صرف عمران اور سنگ ہی واضح دکھائی دے رہے تھے بلکہ ان کے درمیان جو باتیں ہو رہی تھیں بلیک زیر و وہ بھی بخوبی سن رہا تھا۔

جب عمران نے دیوار میں لگا ہوا خفیہ بین دبا کر سنگ ہی کو تہہ خانے میں گرایا تو وہ چونک اٹھا۔ عمران کے چہرے پر اطمینان کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر بلیک زیر و نے سلسلے مشین پر موجود کئی ہینوں میں سے دو سبز رنگ کے بین دبائے اور اپنی جگہ سے اٹھ کر لیبارٹری کے مختلف راستوں سے ہوتا ہوا وہ اس سرنگ میں آ گیا جہاں شاول کے روپ میں عمران موجود تھا۔

دھوکے میں رکھ کر سارے کام واقعی اس سے کرانا چاہتا تھا۔ اور اسے لیبارٹری میں رکھ کر اس کے ممکنہ حملے سے لیبارٹری کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا مگر ان کے شک نے سارا معاملہ بگاڑ دیا۔ بہر حال مقصد سنگ ہی کو قابو کرنے کا تھا۔ ویسے نہ ہی ایسے ہی۔ عمران نے کہا۔  
 "تھریسٹیا۔ کیا وہ بھی آئے گی؟" بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"آنا تو اسے ہے۔ مگر وہ سنگ ہی سے زیادہ چالاک اور خطرناک ہے۔ وہ فروسیا کو لینے لگی ہے۔ کرنل بلیک سے فروسیا کے گہرے تعلقات ہیں وہ تمہیں ایک لمحے سے بھی کم وقفے میں پہچان لے گی۔ اس لئے اب اسے لیبارٹری میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ تم ممبروں کو لیبارٹری سے باہر بھیج دو۔ میں ان کے ساتھ تھریسٹیا کو کور کرنے کی کوشش کروں گا اور ہاں سرنگ کے باہر لفٹ میں سنگ ہی کی جو کار کمزوری ہے اس کی ڈنگی میں میزائل آپریشن کا تمام خطرناک سامان موجود ہے۔ ڈاکٹر عبد الباسط کے ساتھ مل کر ان چیزوں کو اپنے قبضے میں لے لو۔ کرنل بلیک کو بھی تہہ خانے میں پھینک دو اور اسے اس وقت تک بے ہوش رکھنا ہے جب تک ہمارا میزائل پروگرام مکمل نہیں ہو جاتا۔" عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلانے لگا۔ عمران نے اسے مزید ہدایات دیں اور پھر وہ سرنگ کے راستے لیبارٹری سے باہر جانے کے لئے مڑ گیا جبکہ بلیک زیرو لیبارٹری کی جانب مڑ گیا۔

جس طرح اندھیرے میں جگنو چمکتا ہے بالکل اسی طرح سنگ ہی کے ذہن میں ایک چھوٹا سا جگنو چمکتا تھا جو بتدریج پھیلتا چلا گیا اور سنگ ہی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ ہوش میں آتے ہی اسے سب سے پہلے جو احساس ہوا وہ اس کے بندھے ہونے کا احساس تھا۔ اس نے گھبرا کر دیکھا وہ واقعی ایک راڈ والی کرسی میں بری طرح سے جکڑا ہوا تھا۔ راڈز اور کلپ اس قسم کے تھے کہ اس کے ہاتھ پاؤں کے ساتھ اس کی گردن بھی کسی شکنجے میں تھی۔ وہ سوائے گردن ہلا کر ادھر ادھر دیکھنے کے ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

اس کے ساتھ ایسی ہی ایک کرسی اور تھی جس میں تھریسٹیا جکڑی ہوئی تھی۔ اس کی گردن ڈھکی ہوئی تھی شاید وہ ابھی تک بے ہوش تھی۔ جس کمرے میں وہ موجود تھے وہ خاصا بڑا اور ہوادار تھا۔ خود کو راڈز والی کرسی میں جکڑا دیکھ کر اور تھریسٹیا کو بھی وہاں موجود پا کر

سنگ ہی کے دل و دماغ میں دھماکے ہونے لگے تھے۔ پھٹلا منظر کسی فلم کی طرح اس کے سامنے آگیا جب وہ اپنے ساتھی شاول کے ہمراہ لیبارٹری میں داخل ہونے کے لئے سرنگ میں جا رہا تھا۔ دیوار کے سرے پر پہنچتے ہی اس کے قدموں سے زمین نکل گئی تھی اور اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ کسی انتہائی گہرے اور اندھے کنویں میں گر رہا تھا۔ اور اب وہ اس بڑے کمرے میں بندھا ہوا تھا۔ جہاں نہ صرف وہ تھا بلکہ تھریسیا بھی موجود تھی۔ جسے وہاں موجود پاکر سنگ ہی کو واضح یقین ہو گیا تھا کہ ان کا مشن مکمل طور پر فیل ہو چکا ہے۔

اس مشن کو ناکام کرنے میں یقینی طور پر عمران کا ہی ہاتھ تھا۔ اس کے علاوہ اس پر اور تھریسیا پر ہاتھ ڈالنا کسی اور کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس لحاظ سے تھریسیا کے خدشات بے بنیاد ثابت نہیں ہوئے تھے کہ عمران زندہ ہے۔

اب وہ نجانے کہاں قید تھا اور اسے یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کتنے عرصے تک بے ہوش رہا تھا۔ اس کے ساتھ جو ہوا تھا سو ہوا تھا لیکن تھریسیا کو عمران نے کہاں سے پکڑا تھا۔ یہ بات تو اب یقیناً تھریسیا ہی ہوش میں آکر بتا سکتی تھی۔ ”سنگ ہی نے بزدلتے ہوئے کہا۔

عمران کے زندہ ہونے کا یقین سنگ ہی کو اپنی بندشیں دیکھ کر زیادہ ہوا تھا۔ اس کا جسم دبلا پتلا اور لچکدار تھا کسی بھی بندش سے آزاد کرا لینا اس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا مگر جس طرح اسے راڈز والی کرسی

پر اور رسیوں کی مدد سے باندھا گیا تھا اس مخصوص انداز کو عمران کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ عمران اس انداز میں اسے اور تھریسیا کو پہلے بھی کئی بار باندھ چکا تھا اور ان بندشوں سے خود کو آزاد کرا لینا سنگ ہی اور تھریسیا کے لئے واقعی مشکل تھا۔ سنگ ہی کے ہاتھ پر موجود گھڑی کے ساتھ ساتھ اس کے گلے کا لاکٹ اور اس کے جوتے تک غائب تھے۔ تاکہ وہ کسی چھوٹے سانسے آلے کی مدد سے خود کو کسی طرح آزاد نہ کرا لے۔

سنگ ہی کو اپنے مشن کی ناکامی پر شدید رنج اور افسوس ہو رہا تھا کیونکہ زیرولینڈ ہیڈ کوارٹر سے بات کرتے ہوئے اس پر واضح کر دیا گیا تھا کہ اگر وہ اور تھریسیا اس مشن میں ناکام ہوئے تو ان پر زیرولینڈ میں داخل ہونے پر پابندی لگا دی جائے گی اور اسے کسی بھی طور پر زیرولینڈ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔

سنگ ہی پریشانی کے عالم میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک تھریسیا کی کراہ سن کر وہ چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔ تھریسیا کا سر ہل رہا تھا وہ شاید ہوش میں آرہی تھی۔ وہ جتنا لے اور ادھر سرمارتی رہی پھر اس نے، بکدم آنکھیں کھول دیں۔ خود کو جکڑے ہوئے اور قریب سنگ ہی کو بندھا ہوا دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی۔

”یہ۔۔۔ یہ مجھ میں کہاں بندھی ہوئی کیوں ہوں اور سنگ تم یہاں۔۔۔ یہ کون سی جگہ ہے اور۔۔۔ اور۔۔۔“ تھریسیا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

یہاں کیسے نظر آ رہی ہو۔ تمہیں یہاں کون لایا ہے کیا تمہارا سامنا عمران سے نہیں ہوا تھا۔" سجدہ لگے توقف کے بعد سنگ ہی نے تھریسیا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میں فروسیا اور کیٹ ون کو لے کر لیبارٹری کی جانب آ رہی تھی کہ راستے میں میری سیکرٹ سروس کی رکن جو بیباک مڈ بھیڑ ہو گئی تھی۔ اسے زندہ دیکھ کر میرے تن بین میں آگ لگ گئی۔ میری اس کے ساتھ زبردست فائٹ ہوئی اور بد قسمتی سے میں اس کے ہاتھوں مار کھا گئی۔ اس نے فروسیا اور کیٹ ون کو بھی مار ڈالا تھا جس کی وجہ سے مجھے وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ جو کیا کیا بات سے تو پتہ چلتا تھا کہ واقعی عمران مر چکا ہے۔ لیکن اب کچھ آ رہا ہے کہ عمران نے مرنے کا جان بوجھ کر ڈرامہ کیا تھا اور اسے واقعی کسی طرح ہمارا اور ہمارے مشن کا پتہ چل چکا تھا۔ اس لئے دہماری نظروں سے غائب ہو گیا اور خفیہ طور پر ہمارے خلاف کام کرتا رہا۔ بہر حال جو بیباک فائٹ کے بعد مجھے قطعی یقین ہو چکا تھا کہ لیبارٹری میں ضرور کوئی گڑبڑ ہے اور وہاں سیٹ اپ ہماری توقع کے خلاف قائم کیا گیا ہے۔ جو لاملہ ہمارے لئے ٹریپ تھا۔

فرار ہونے کے بعد میں سیدھی کنگنگ ہونٹل وائٹ کنگنگ کے پاس گئی اور اس سے مدد طلب کی۔ میں اس کے آدمی لے کر لیبارٹری پر ریڈ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اس دوران تم سے بھی وائٹ ٹرائس میسر پر رابطہ کرنے کی کوشش کی گئی مگر تمہاری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو میرا

"یہ سب اس ولد حرام کی بدولت ہوا ہے۔ تمہارے خدشات بالکل صحیح تھے تھریسیا۔ وہ کج نیت ابھی زندہ ہے۔" سنگ ہی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

"عمران۔ لکٹ، کیا واقعی عمران زندہ ہے۔ اودہ مم، مگر....." اس نے اور زیادہ بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اور ہمارا مشن ناکام ہو چکا ہے۔ میں اور تم یہاں موجود ہیں اور جنرل انداز میں ہمیں باندھا گیا ہے کیا اس سے تمہیں یقین نہیں ہو رہا کہ عمران زندہ ہے۔" سنگ ہی نے منہ بنا کر کہا۔

"اودہ، اودہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس انداز میں واقعی حوائے عمران کے ہمیں اور کوئی نہیں باندھ سکتا۔ لیکن، اودہ۔ اودہ اس کا مطلب ہے میرے ذہن میں جس بات کا خطرہ تھا وہ کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ اودہ یہ تو بہت برا ہوا۔ بہت برا۔" تھریسیا پریشانی کے عالم میں کہتی چلی گئی۔

"ہاں واقعی ہمارے ساتھ بہت برا ہوا ہے۔ اس مشن کی ناکامی کی وجہ سے ہمارے لئے واپس زیرو لینڈ جانے کے بھی تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔" سنگ ہی نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"لکٹ، کیا مطلب۔" تھریسیا نے چونک کر پوچھا اور سنگ ہی نے اسے ہیڈ کوارٹر میں ہونے والی بات بتادی جسے سن کر تھریسیا کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔

"تم تو فروسیا اور کیٹ ون کو لینے ہم سے علیحدہ ہو گئی تھی پھر تم

کرنا چاہتے تھے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ہم کسی نہ کسی طرح فرار ہو جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور جب تک وہ ایس ایس میڈائل کا تجرباتی میڈائل فائر نہ کر لیتے ہم ان کے لئے کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی کر سکتے تھے۔ دوسرے شاید انہوں نے ہمارے وار ہیڈز اور دوسرے قیمتی سامان بھی قبضہ کرنا تھا اس لئے انہوں نے واقعی ہمارے ساتھ جلی چوہے کا کھیل کھلیا تھا۔“ تھریسیا نے اپنی حماقت پر بل کھاتے ہوئے کہا۔

”ہاں، یہ تو ہے۔ اس لئے اس بار میں نے کوشش کی تھی کہ کسی بھی طرح ان کے سامنے نہ آؤں۔ مگر ہمارا سارا کھیل کرنل بلیک نے بگاڑا ہے۔ اگر وہ علی عمران کے بجائے ڈائریکٹ اپنے کام کی طرف توجہ دیتا تو شاید ہمیں ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ سنگ ہی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ پھر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور کمرے میں ایک نوجوان داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر تھریسیا اور سنگ ہی بری طرح سے چونک پڑے۔ ان کے چہروں پر یلکھت خوشی کی چمک ابھر آئی تھی۔ جیسے آنے والا ان کے لئے نجات کا پیغام لایا ہو۔ کیونکہ وہ ان کا دست راست شاؤل تھا۔

سنگ یقین میں بدل گیا کہ ہمیں لیبارٹری میں ٹرپ کر لیا گیا ہے۔ کرنل بلیک سے رابطہ پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ وائٹ کنگ نے اپنے سوز سے لیبارٹری میں کال کی تو اس کی کال باقاعدہ رسبو کی گئی جو فوراً ہی ختم کر دی گئی۔ اب ہمارے پاس لیبارٹری پر ریڈ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا مگر اس سے پہلے کہ ہم ہونٹل سے نکلنے ہونٹل پر اچانک ریڈ کر دیا گیا۔ وہ دس پندرہ افراد تھے اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔

ان کا حملہ اس قدر اچانک اور شدید تھا کہ وائٹ کنگ اور اس کے آدمیوں کو سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ وہ پہلے تو فائرنگ کرتے رہے پھر انہوں نے گیس بم مار کر وہاں موجود سب کو بے ہوش کر دیا جن میں، میں بھی شامل تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا میں نہیں جانتی کیونکہ اس کے بعد مجھے اب ہوش آیا ہے۔“ تھریسیا نے کہا۔ تب سنگ ہی نے بھی اسے بتا دیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔

”اوہ، تو تمہارے اس ساتھی شاؤل کا کیا ہوا۔ کیا وہ بھی تمہارے ساتھ تہہ خانے میں گرا تھا۔“ تھریسیا نے پوچھا۔

”اس کا مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔“ سنگ ہی نے جواب دیا۔

”اوہ، تو یہ بات ہے۔ سیکرٹ سروس اور عمران واقعی ہماری سوچ سے کہیں زیادہ تیز اور فعال ہیں۔ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ باقاعدہ جنگ کرنے یا ڈائریکٹ ہاتھ ڈالنے کے بجائے انہی چال چلی تھی۔ وہ ہمیں لیبارٹری لے جانے تک کسی بھی طرح مشتتبہ نہیں

کیس کی تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔

"سنگ ہی، تھریسیا اور کرنل بلیک کی گرفتاری کے بعد حسب معمول لیبارٹری میں تجرباتی میزائل پر کام ہوتا رہا اور آج اس کا مکمل تجربہ کر لیا گیا ہے اور آپ لوگوں کو یہ جان کر یقیناً خوشی ہوگی کہ ہمارا تجربہ سو فیصد کامیاب رہا ہے۔" ساری تفصیل بتانے کے بعد ایکسٹو نے کہا۔

"اب آپ لوگ اپنی الجھن مٹانے کے لئے کوئی سوال پوچھنا چاہتے ہوں تو پوچھ سکتے ہیں۔" سجدہ لے کر توقف کے بعد ایکسٹو کی دوبارہ آواز سنائی دی۔

"ہیں سر۔ کیا میں یہ پوچھ سکتی ہوں کہ جب سنگ ہی، تھریسیا اور کرنل بلیک کو گرفتار کر لیا گیا تھا تو انہیں اب تک زندہ کیوں رکھا گیا ہے۔ ان جیسے خطرناک اور خوفناک مجرموں کو زندہ رکھنا کیا پاکیشیا کے مفاد میں ہوگا اور اگر خدا نخواستہ وہ ہماری قید سے کہیں نکل بھاگے تو کیا وہ لیبارٹری کو پھر سے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ کیونکہ لیبارٹری کے محل وقوع اور تمام حفاظتی انتظامات نہ صرف سنگ ہی، تھریسیا بلکہ کرنل بلیک بھی واقف ہو چکا ہے۔ وہ کبھی بھی اس لیبارٹری کے لئے نقصان وہ ثابت ہو سکتے ہیں۔" جولیانا نے کہا۔

"ان تینوں کو واقعی کبھی بھی اور کسی بھی مرحلے پر ہلاک کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ان مجرموں کو اگر ہلاک کر دیا جاتا تو زیر و لینڈ ہماری

سیکرٹ سروس کے تمام ممبر کا نفرنس ہال میں بیٹھے تھے۔ ان میں عمران بھی شاول کے روپ میں موجود تھا۔ جولیانا اور خاص طور پر تنویر شاول کی جانب کدینہ تو زنگیوں سے گھور رہے تھے۔ ایک تو ان سب کو عمران کی جگہ شاول کو لیڈر بنانا پسند نہیں آیا تھا دوسرے کنگ ہوٹل پر تھریسیا کی گرفتاری کے لئے شاول کے لیڈر بن کر ان سے جو ریڈ کر دیا تھا اس وقت اس کا بچہ ان سب سے بے حد سخت اور تلخ تھا۔ شاول ان سے یوں اپنے احکامات پر عملدرآمد کر رہا تھا جیسے وہ سب اس کے زیر غریب غلام ہوں۔ وہ سب ایکسٹو کے حکم کے آگے مجبور تھے ورنہ وہ شاول کو یقیناً آڑے ہاتھوں لیتے۔ شاول کی غصیلی طبیعت اور سخت گیری کی وجہ سے وہ سب اس سے سخت میزاج دکھائی دے رہے تھے۔

اس وقت ان کے سامنے میز پر ٹرانسمیٹر آن تھا اور ایکسٹو انہیں

دیا گیا ہے۔ ایس ایس میزائل کی اصل اور بڑی لیبارٹری جہاں سے دور ایسی جگہ پر بنائی گئی ہے جہاں مجرموں کی پہنچ ناممکن بنا دی گئی ہے۔" ایکسٹونے بتایا۔

"باس، اب کیا مسٹر شاول مستقل طور پر ہمارے ساتھ کام کریں گے۔ ان کا سیکرٹ سروس میں آئندہ کیا عہدہ ہوگا۔" جو یانے کن انکھیوں سے شاول کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جو اتہائی سنجیدہ انداز میں بیٹھا تھا۔

"اس کا فیصلہ تم خود کر لو۔ تم اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو یا نہیں۔" ایکسٹونے معنی خیر لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا آپ نے انہیں باقاعدہ سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں بنایا۔" صفدر نے جلدی سے پوچھا۔ ایکسٹونو کی بات سن کر دوسرے ممبروں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے تھے۔

"عمران نہ کبھی پہلے سیکرٹ سروس کا ممبر تھا، نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ گڈ بائی۔" ایکسٹونے کہا اور ٹرانسمیٹر بے جان ہو گیا۔ چیف کی بات سن کر وہ سب اس راہری طرح سے اچھل پڑے جیسے ایک ساتھ ان کی کرسیوں میں کئی ہزار دولت کا کرٹ ددڑ گیا ہو۔ وہ سب بھیٹی پھٹی آنکھوں سے شاول کو دیکھنے لگے۔ جو آنکھیں پٹپٹائے ان سب کو یوں حیران حیران نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کسی الو کو پکڑ کر دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو۔

"کک، کیا۔ کیا واقعی، آپ عمران صاحب ہیں۔" صفدر نے

لیبارٹری کی جگہ یا اپنے اس مشن کی تکمیل کے لئے کسی اور کو جہاں بھیج سکتے تھے۔ لیبارٹری ہمارے لئے اس وقت تک ضروری تھی جب تک کہ ہم اس میں تجرباتی میزائل بنا کر اس کا کامیاب تجربہ نہ کر لیتے۔ ویسے بھی جس جگہ سے تجرباتی میزائل فائر کئے جاتے ہیں سکاٹی سیٹلائٹ سے اس جگہ کی نشاندہی آسانی سے ہو جاتی ہے اس لئے کوئی بھی ملک اصل لیبارٹری سے تجرباتی میزائل فائر نہیں کرتا۔ ہمیں شروع سے ہی اس بات کی فکر تھی کہ ہمارے سپر سپیڈ میزائل کا سن کر بڑے بڑے ملکوں کے پیٹ میں درد اٹھ سکتا ہے اس لئے وہ اپنی ہر ممکن کوشش کریں گے کہ اس لیبارٹری کا وجود سرے سے ہی ختم کر دیا جائے اور تجرباتی میزائل کسی بھی طرح فائر نہ ہو۔ یہ تو سنگ ہی اور تھریسیا کی سوچ تھی کہ وہ ہمارے تجرباتی میزائل میں اور بجنل مواد ڈال کر اسے شوکران کی طرف فائر کر دیں گے تاکہ شوکران اور ہمارے بروس پرانے تعلقات ختم ہو جائیں اور شوکران، ہم پر جنگ مسلط کر دے۔ سنگ ہی اور تھریسیا بڑی کامیابی سے اپنی پلاننگ پر عمل کر رہے تھے۔ اگر لیبارٹری سے ان کا ڈاؤن ٹرانسمیٹر پر کال کرتے ہوئے نہ پکڑا جاتا اور کرنل بلیک اگر عمران کو مارنے کی غلطی نہ کرتا تو وہ واقعی خاموشی سے لیبارٹری پر قبضہ کر کے اپنی پلاننگ پر عمل کر سکتے تھے۔ اب وہ تینوں ہمارے قبضے میں ہیں۔ بین الاقوامی مجرموں کو ملک کے قانون کے تحت سزا دی جائے گی۔ یہ بات تو تم مجھ ہی گئے ہو گے کہ تجرباتی میزائل فائر ہونے کے بعد اس لیبارٹری کو ختم کر



حیرت اور خوشی کے ملے جلے لمحے میں تقریباً پچھنے والے انداز میں کہا۔  
 "پتہ نہیں۔ قسم لے لو۔ مہم میں خود بھی نہیں جانتا کہ عمران کون ہے۔" عمران نے پہلے اپنی آواز میں پھر بوکھلائے ہوئے لمحے میں شاذول کی آواز میں عمران کون ہے کہا اور وہ سب ایک بار پھر اچھل پڑنے پر مجبور ہو گئے۔ ان کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے تھے۔ عمران اچانک ان کے سامنے آجائے گا اس کا تو انہوں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

"اوه، اوه عمران صاحب آپ۔ تو آپ استاعصہ شاذول بن کر ہمیں بے وقوف بناتے رہے ہیں۔ آپ زندہ تھے اور ہم یہی سمجھتے رہے کہ آپ۔ آپ....." نعمانی نے خوشی سے بھرپور لمحے میں کہا۔  
 "کہ میں اللہ کو پیارا ہو گیا ہوں اور تنویر کے رستے کا کائنات نکل گیا ہے۔ اب تنویر کا سر کڑا ہی میں ہو گا اور دسوں انگلیاں لگیں گی۔" کیوں۔" عمران نے شرارت سے تنویر اور جولیا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ جولیا کا چہرہ سرخ ہو گیا جبکہ تنویر دھیرے سے مسکرائے لگا تھا۔ دوسرے ممبر بھی عمران کی بات سن کر ہنسنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ عمران نے انہیں بتانا شروع کر دیا کہ ہلاک ہونے والا کون تھا اور وہ اس لئے ان کی نظروں سے غائب ہوا تھا کہ سنگ ہی اور تھریسیا کا اگر ان سے سابقہ پڑ جائے تو ان سے بھی انہیں یہی تصدیق ہوتی کہ واقعی عمران ہلاک ہو چکا ہے تاکہ وہ اپنی پلاننگ بدل کر کسی اور پلاننگ پر عملدرآمد نہ شروع کر دیں چونکہ ایس ایس میزائل تیاری کے آخری

مراحل میں تھا اس لئے وہ کسی بھی قسم کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔  
 "جلو یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ تم نے ہمارے ساتھ سرنے کا ڈرامہ کیوں کیا تھا لیکن جب سنگ ہی اور کرنل بلیک گرفتار ہو چکے تھے اور تم ہمارے ساتھ کنگ ہوٹل میں تھریسیا اور وائٹ کنگ کی گرفتاری کے لئے گئے تھے تب تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا اور ہمارے ساتھ اس قدر سخت اور غصیلارویہ کیوں اختیار کئے ہوئے تھے۔" جولیا نے اسے غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"ایسا میں نے صرف جولیا کی وجہ سے کیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر میں جولیا کے ساتھ سخت رویہ رکھوں تو جولیا میرے بارے میں کیا تاثرات قائم کرتی ہے۔ آخر مجھے ایک روز کسی کا شوہر بننا پڑ گیا تو میں سخت شوہر بن کر کامیاب زندگی گزار سکوں گا یا مجھے اسی طرح احمق اور بے وقوف شوہر بن کر ہی رہنا پڑے گا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا جھینپ گئی جبکہ ممبروں کے مقہبے نکل گئے تھے۔

"تم کسی اور کے بن کر تو دکھاؤ۔" جولیا نے بے خیالی میں جلدی سے کہا پھر خود ہی بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اس کی بات سن کر ان سب کے مقہبے اور زیادہ تیز ہو گئے جبکہ تنویر برے برے منہ بنانے لگا۔

"اچھا، اب مجھے ذرا پسینہ چھا اور نام نہاد محبوبہ سے ملنے جانا ہے۔ وہ بے چارے بھی سوچ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ ہوا کیا ہے۔

مجرم ہی ہی مگر ان کی آنکھیں دور کرنا میرا فرض ہے۔"۔ عمران نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے، ارے عمران صاحب۔ اتنی جلدی۔ ابھی تو ہمیں آپ سے بہت کچھ پوچھنا ہے۔"۔ صفدر نے جلدی سے کہا۔

"تتویر کو میرا شہ بالا بننے کے لئے رفا مند کر لو۔ پھر جو پوچھو گے بتا دوں گا۔"۔ عمران نے کہا اور پھر تیزی سے اٹھ کر کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ پہلے تو وہ سب ایک ساتھ زور سے ہنس پڑے۔ جبکہ غصے سے تتویر کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور جو یا خفیف انداز میں مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ جیسے کہہ رہی ہو کہ وہ عمران کی اس معصوم سی خواہش کو پورا کیوں نہیں کر دیتا۔

"شاؤل تم۔ اوہ، بہت خوب۔ تم زندہ ہو اور تمہارے یہاں آنے کا مطلب ہے کہ تمہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ہمیں کس جگہ قید کیا گیا ہے۔ آؤ۔ آؤ جلدی کرو اور ہمیں یہاں سے نجات دلاؤ۔"۔ سنگ ہی نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"سنگ ہی۔ ہمیں کرنل بلیک نے ہمیں اس شخص نے دھوکہ دیا ہے۔ یہ شاؤل نہیں ہے۔"۔ تھریسیا جو غور سے شاؤل کی جانب دیکھ رہی تھی نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر سنگ ہی بری طرح سے چونک اٹھا۔ جبکہ شاؤل کے لبوں پر مسکراہٹ رنگ آئی تھی۔

"کیا مطلب، اگر یہ شاؤل نہیں ہے تو کون ہے۔ اور تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ یہ۔ اوہ، اوہ اس کی آنکھیں۔ اوہ عمران، یہ عمران ہے۔"۔ سنگ ہی نے پہلے حیرت سے پھر جیسے ہی اس نے شاؤل کی آنکھوں میں

ہیں اور بالوں سے اس کی شخصیت مجروح ہو جاتی ہے لہذا میں اپنی جوتیاں بلکہ جوتے تیار رکھوں تاکہ بچا کا سر پھر سے گنجا کر سکوں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سنگ ہی غضبناک نظروں سے اسے گھورنے لگا۔

"اس مشن میں ناکامی کی وجہ سے ہمیں جو پریشانی اٹھانا پڑے گی میں اس کا تم سے بھرپور انتقام لوں گا عمران اور یہ مت سمجھ لینا کہ تم ہمیں زیادہ دیر یہاں قید رکھ سکتے ہو۔" سنگ ہی نے غرر کر کہا۔

"ضرور۔ ضرور میں تو خود چاہتا ہوں کہ تم یہاں سے فرار ہو جاؤ۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ تم لوگ بھاگ کر جاؤ گے کہاں۔ زیر و لینڈ میں تو تمہارے داغے پر پابندی لگ چکی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم دونوں افریقہ کے جنگلوں میں چلے جاؤ اور وہاں شادی کر کے کسی قبیلے بلکہ آدم خور قبیلے کے سردار بن جاؤ۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"قید کئے ہوئے شیر کے سلسلے تو ایک بچہ بھی شیخیاں گھمارنے میں خوف محسوس نہیں کرتا۔ اگر اپنے آپ کو بہت زیادہ چالاک، بہادر اور ذہین سمجھتے ہو تو مجھے کھول کر میرا مقابلہ کر دو۔" سنگ ہی نے اسے غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم جیسے بے دم کے شیروں سے مجھے لڑنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ میں چاہوں تو تمہیں کرنل بلنک کی بنائی ہوئی کر سٹل بلٹ سے اسی وقت ہلاک کر سکتا ہوں۔ کر سٹل بلٹس سے بھرا ہوا ہسپتال تمہیں جویا سے لڑتے ہوئے وہیں چھوڑ آئی تھی جو اب میرے پاس

دیکھا اس کا رنگ بدل گیا۔ شاول کی آنکھیں نیلی تھیں اور جب تک عمران اس کے ساتھ رہا تھا کنٹینٹ لیزنگ کر رہتا رہا تھا اور اب وہ لیزز اتار کر ان کے سلسلے آیا تھا۔ جس کی وجہ سے تمہیں نے فوری طور پر اسے پہچان لیا تھا کہ وہ شاول نہیں عمران ہے۔

"تم سے زیادہ عقلمند تو تمہیں ہے بچا۔ جو شروع سے ہی تمہیں کھٹاتی آرہی تھی کہ عمران مرا نہیں ہے۔ مگر تم اس کی بات ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے تھے۔ اب دیکھو لو تم نے اس کی بات مان لی ہوئی تو اس حال میں نہ ہوتے۔" عمران نے اپنی اصل آواز میں کہا اور سنگ ہی نے بے اختیار ہونٹ میچھنے لگے۔

"تم ولد حرام۔ تم آخر کس چیز کے بنے ہوئے ہو۔ تمہیں موت کیوں نہیں آتی۔" اس نے سر جھٹکتے ہوئے نفرت زدہ لہجے میں کہا۔

"جس کی محبوبہ اس کی خیر خواہ ہو اور دن رات وصال کے لئے تڑپتی رہتی ہو بھلا اسے آسانی سے کیسے موت آ سکتی ہے۔" عمران نے تمہیں کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر سنگ ہی بری طرح سے چونک اٹھا جبکہ تمہیں کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ ابھرنی لگی۔

"کیا، کیا مطلب۔ کیا تمہیں۔" سنگ ہی نے بری طرح سے جوتے ہونے کہا۔

"ہاں، تمہیں نے مجھے خواب میں آکر بتایا تھا کہ وہ اور میرا بد بخت بچا ایک بار پھر پاکیشیا میں آ رہے ہیں سچا کے سر پر پھر بال اگ آئے

اس کا انداز اس کا لب و لہجہ تم نے کہاں سے سیکھا اور اصل شاذل کہاں ہے۔" تحریر کیا نے پوچھا اور عمران اسے بتانے لگا کہ اسے شاذل کس نے کھا اور کس نے بنایا تھا۔

اس کی تفصیل سن کر تحریر کیا اور سنگ ہی ایک دوسرے کو غصیل نظروں سے گھورنے لگے کیونکہ غلطی ان دونوں کی ہی تھی جس کی وجہ سے اس وقت وہ بے بس اور ناکام ہو چکے تھے۔

"اور کرنل بلیک۔ اس کا کیا کیا۔" تحریر کیا نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"اس کی کھال اتار کر لپٹے جوتے بنا چکا ہوں۔ جواب سنگ ہی کے سر پر بیچنے والے ہیں۔" عمران نے لپٹے جوتوں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا، تم نے کرنل بلیک کو ہلاک کر دیا۔ اوہ، کیا تم بچ کہہ رہے ہو۔" سنگ ہی نے بری طرح سے چوٹکتے ہوئے کہا۔

"ہاں، وہ بے چارہ اپنی ہی بنائی ہوئی کرنل بلیک کا شکار ہو گیا تھا۔ میرے ایک ساتھی سے لڑتے ہوئے اس نے کرنل بلیک سے اسے مارنا چاہا مگر میرے ساتھی نے اس سے گن چھین کر اس پر فائر کر دیا۔ نتیجہ ظاہر ہے۔" عمران نے کہا حالانکہ کرنل بلیک ابھی زندہ تھا۔ عمران نے جان بوجھ کر اسے ان لوگوں سے الگ رکھا تھا۔ وہ ابھی کرنل بلیک سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جہاں سنگ ہی اور تحریر کیا جیسے مجرم ہوں ان سے کچھ بعید نہیں کہ وہ

ہے۔ مگر میں تم لوگوں کو نہیں ماروں گا بلکہ تم دونوں کو عالی عدالت میں پیش کر کے تمہارے ارادوں کو ساری دنیا پر عیاں کروں گا۔ تم لوگوں نے شوگر ان میں جس طرح غلط پروپیگنڈا کر کے کہ ہم میزائل شوگر ان کی تنہائی کے لئے بنا رہے ہیں کو ہمارے خلاف اکسایا تھا اس لئے ان کے سامنے تمہارا مشن لایا جانا بہت ضروری ہے ورنہ وہ ہمیشہ ہم پر شک کرتے رہیں گے۔" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ہم زبان کھولیں گے تب تم ایسا کر پاؤ گے ناں۔" تحریر کیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب زبان کھولو یا سی لو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شاذل کے روپ میں جب سنگ ہی مجھے مشن کی تفصیل بتا رہا تھا وہ سب میں نے خفیہ مائیکرو فون میں ریکارڈ کر لیا تھا تو سنائوں۔" عمران نے مسکرا کر طنزیہ لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر تحریر کیا سنگ ہی کو خونی نگاہوں سے گھورنے لگی جبکہ سنگ ہی سر جھٹک کر رہ گیا۔

"مجھے اپنے آپ پر حیرت ہو رہی ہے تم میرے اتنے نزدیک رہے اور میں پھر بھی تمہیں نہیں پہچان پایا۔ حیرت ہے۔" سنگ ہی نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"تم جیسے شاطر بچا کے سامنے میں عام میک اپ تو کر کے آیا نہیں تھا۔ اس لئے تم مجھے کیہ پہچانتے۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"ہو نہر، لیکن یہ سب ہوا کیسے۔ تم شاذل کو کیسے جانتے تھے۔

تھریسا کھلکھلا کر ہنس پڑی جبکہ سنگ ہی برے برے منہ بنانے لگا۔

ختم شد

کس وقت کیا گزریں۔ اول تو عمران نے انہیں جس طرح اور جس جگہ قید کر کے باندھا تھا وہاں سے ان کا نکل جانا آسان نہیں تھا لیکن حفظہ مقدم کے طور پر عمران نے کرنل بلیک کو ان سے الگ کر دیا تھا کہ وہ اگر اس کے ہاتھ سے نکل جائیں تو جوہر کی لنگوٹی کے مصداق کرنل بلیک تو اس کے پاس رہے۔

"تم واقعی انسان نہیں شیطان ہوں۔ تم سے جیتنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ لیکن عمران یاد رکھو میں بھی سنگ ہی ہوں۔ جب تک تم مجھے ہلاک نہیں کر دیتے یا تم بچ میرے ہاتھوں مر نہیں جلتے اس وقت تک میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ تمہاری جب بھی موت ہوگی میرے اور صرف میرے ہاتھوں سے ہوگی۔" سنگ ہی نے نفرت زدہ لہجے میں کہا۔

"اس دن کے لئے تمہیں قیامت تک کا انتظار کرنا پڑے گا۔ شاید پھر بھی تم مجھے نہ مار سکو۔ ہاں اگر تھریسا مجھے دیکھ کر شرم سے پلکیں جھپکالے تو میں اسی وقت مرجاؤں گا۔ کیوں ڈار لنگ۔" عمران نے مسکرا کر تھریسا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سنگ ہی اس کی بات سن کر غزائے لگا جبکہ تھریسا نے واقعی عمران کی طرف دیکھ کر شرم سے پلکیں جھپکالی تھیں۔

"ارے، ارے کیا کر رہی ہو ظالم حسدینہ۔ تم تو ابھی سے وہ۔ وہ۔" عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر

# آپریشن ہائی رسک

ظہیر احمد

تختنذر فلیش کافرستان کے سائنسدان کی نئی ایجاد۔

تختنذر فلیش جس کی مدد سے پاکیشیا کو مکمل طور پر تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔

تختنذر فلیش جس سے پاکیشیا کو تباہ کرنے کی انگریزوں کی بھی منظوری دے دی۔

ریڈ سٹار دہشت گردوں کی ایک خوفناک تنظیم جس نے پاکیشیا کے دارالحکومت میں ہر

طرف تباہی و بربادی پھیلا دی۔

ریڈ سٹار جس کے چہرہ مہر تھے۔ ایک سے بڑھ کر ایک ظالم، سفاک اور بے رحم دزدے

جو انسانوں کو کھینچوں چمچروں کی طرح ہلاک کر دیتے تھے۔

کنٹرل وجے ماہو ترا کافرستان کی سیکرٹ سروس کا نیا سربراہ جو عمران کو اپنے ہاتھوں

سے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔

کنٹرل وجے ماہو ترا جس نے اپنے صدر کا بھی علم ماننے سے انکار کر دیا کیوں؟

عمران جو پاکیشیا کے پندرہ کروڑ عوام کو بچانے کے لئے دیوانہ وار ایک فاسٹر طیارہ

لے کر کافرستان پہنچ گیا۔

وہ لہجہ حب درجنوں جنگی طیارے عمران کے طیارے پر میزائلوں سے تھک کر رہے تھے۔

ایک نیا انوکھا اور اعصاب شکن سپنس سے بھرپور مشاہیر کا ناول

اشرف بک ڈپو پاک گیٹ ملتان

# مانیٹر بلا سٹر

مصنف  
مظہر کلیم ایم۔ اے

مکمل ناول

مانیٹر بلا سٹر ایک ایسا آلہ جس سے ذریعے وسیع رینج میں موجود انسانوں کو نصف

طویل عرصے کے لئے بے ہوش کیا جاسکتا تھا جس سے ان کے ذہن ہمیشہ کے لئے

ناکارہ کئے جاسکتے تھے۔ انتہائی حیرت انگیز ایجاد۔ —؟

مانیٹر بلا سٹر ایسا آلہ جو پاکیشیائی سائنسدان کی ایجاد تھا کہ اسے کافرستان کے

وہ لہجہ جب پاکیشیا کے ذہن و فوٹو کمائنڈز اس سائنسی تجربے کی تکمیل چاہتے تھے۔

کیسے اور کیوں؟ —؟

مانیٹر بلا سٹر جسے حاصل کرنے کے لئے عمران اور اس کے ساتھیوں کو انتہائی خوفناک

جدوجہد کرنا پڑی۔

راے پر مشاد کافرستان کی نئی انجینس ایس ایس کا چیف جس سے عمران کی انتہائی

خوفناک جسمانی فائٹ ہوئی۔ ایسی فائٹ کہ عمران جیسا فاسٹر بھی موت کے دروازے

پر پہنچ گیا۔ —؟

مانیٹر بلا سٹر جس کی وجہ سے عمران اس قدر مستعد اور بے رحم ہو گیا کہ اس نے

ہزاروں افراد کو انتہائی بے رحمی سے ہلاک کر دیا۔ کیسے اور کیوں؟ —؟

سپنس انجینس اور خوفناک جسمانی فائٹس پر مبنی انتہائی دلچسپ اور بگڑا منہ ناول

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان